

جماعت تبلیغ پر انتراضات کے جوابات

از

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ خلیفہ

پوسٹ مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ ○ اردو بازار ○ لاہور

مُرَاتَبِ تَفْہِیْمِیۃٍ اِلَیَّ الْجَنَّةِ بِالْحَقِّ وَ الْحَسَنِ تَفْسِیْرًا
ترجمہ:
اور یہ لوگ کیسا ہی عجیب سوال آپ کے سامنے پیش کریں مگر ہم
اس کا ٹھیک جواب اور وضاحت میں بڑھا ہوا آپ کو عنایت کر دیتے ہیں۔ (ابراہیم رضا قاضی)

تبلیغی عمت
بینی جمہور چند عمومی اعتراضات

مفصل جواب
اور ان کے

مؤلفہ

حضرت اقدس مولانا الحاج محمد زکریا صاحب
شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہانپور

مکتبہ خلیل

یسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ ○ اردو بازار ○ لاہور

فہرست مضامین رسالہ جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۱	اشکال نمبر ۱ مدارس اور خانقاہوں کو حریف قرار دینا جہالت ہے۔	۱	تہنید
۳۳	اشکال نمبر ۲ عالموں کے ہوتے ہوئے جاہلوں کو امیر بنایا جاتا ہے۔	۲	اشکال نمبر ۲ جہاد کی عادت کو تبلیغ اپنی تبلیغ پر محمول کرتے ہیں۔
۳۴	اشکال نمبر ۳ کہ حضرت حکیم الامتؒ موجودہ تبلیغ کے خلاف تھے۔	۳	سبیل اللہ کا لفظ عام ہے۔
۳۵	اشکال نمبر ۴ کہ حضرت مدنی نور اللہ قادریؒ بھی اس کے خلاف تھے۔	۵	لشکروں کا بھیمنہ قتل کے واسطے نہ ہوتا تھا بلکہ دعوت کے لئے ہوتا تھا۔
۵۰	دیگر اکابر کے تبلیغ کے متعلقہ اراء	۹	اشکال نمبر ۵ حضور کے زمانہ میں مسلمانوں کے پاس جماعتیں نہیں تھیں۔
۵۱	حضرت راجپوری نور اللہ قادریؒ	۱۲	اشکال نمبر ۶ مدارس اور خانقاہوں کو بیکار بنایا جاتا ہے۔
۵۲	حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب	۱۴	اشکال نمبر ۷ تبلیغی جماعت سے مدارس کو نقصان پہنچ رہا ہے۔
۵۳	حضرت مولانا اسد اللہ صاحب	۱۹	اشکال نمبر ۸ تبلیغ والے علماء کی اہانت کرتے ہیں۔
۵۵	حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب	۱۶	اشکال نمبر ۹ تبلیغ علماء کا کام ہے جس کا انہیں نہیں۔
۵۷	حضرت مولانا سید سلیمان ندوی صاحب		
۶۱	حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کیمپلوری۔		
۶۲	حضرت الحاج مفتی محمد شفیع صاحب		
۶۳	حضرت شاہ یعقوب صاحب مہدی بھوپالی		

ناشر۔

خلیل احمد بٹ
نے گنج شکر پر نثر سے
چھپوا کر شائع کیا

قیمت ۱۰ روپے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مُحَمَّدٌ ﷺ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

اقابعد :- نظام الدین کی دعوت تبلیغ کے سلسلہ میں چچا جان حضرت مولانا محمد ایاس نور اللہ مرقہ اہی کے دور سے اس ناکارہ پر استفسارات اور اشکالات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا چونکہ اس وقت صحت اچھی تھی لکھنے پڑھنے کی بھی معذوری نہیں تھی اس لئے ہر خط کا جواب مختصر یا مفصل حسب موقع لکھتا رہا۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے شاید ایک ہزار سے زائد خطوط اس سلسلہ میں لکھے ہوں گے۔ بہت سے اشکالات تو مشترک ہوتے تھے بعض وقتی اور ضروری بھی ہوتے تھے۔ مگر اب چند سال سے لکھنے پڑھنے کی اپنی معذوری کی وجہ سے علیحدہ علیحدہ جواب لکھوانا مشکل ہو گیا، اس لئے باوجود اپنے امراض کی کثرت اور معذوریوں کے میرا خیال یہ ہوا کہ چند اشکالات جو عموماً کثرت سے اور عامۃ اللہ وورد مجھ تک پہنچے ہیں ان کے متعلق مختصر اپنے خیالات جمع کرا دوں کہ اب خطوط کا علیحدہ علیحدہ جواب لکھوانا بھی بہت مشکل ہو گیا اور اپنے اکابر بالخصوص حضرت اقدس حکیم الامتہ حضرت تھانوی اور حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقہ ہما کی طرح سے اپنے متعلق بھی یہ خیال پیدا ہوا کہ لوگوں کو اس ناکارہ کی طرف سے غلط روایات کے نقل کرنے کا موقع نہ مل جائے اس لئے کہ کوئی ادارہ مدرسہ ہو یا خانقاہ اس زمانہ میں کوتاہیوں سے تو خالی نہیں اور جیسا کہ میسر اکابر کی طرف سے جو بعض موقعوں پر بعض جزوی تنبیہات ہوئی ہیں ان کی وجہ سے ان اکابر کو جماعت تبلیغ کا مخالف قرار دے کر اب ہوا دی جا رہی ہے۔ اسی طرح اس ناکارہ کی طرف سے کسی تنبیہ سے کوئی غلط فائدہ نہ اٹھایا جائے اس لئے کہ میں بھی تبلیغی جماعت اور کارکنوں کی کوتاہیوں پر تنبیہات کرتا رہتا ہوں، بلکہ اپنی حماقت سے چچا جان نور اللہ مرقہ کے دور میں ان پر بھی تنقید سے نہیں چوکتا تھا اور ان کے بعد عزیزانم مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا انعام الحسن صاحب سلسلہ کے دور میں نہ ان محترم عزیزوں پر بلکہ قدیم و جدید کارکنوں پر تکبر کرتا رہا ہوں تحریراً بھی تقریباً بھی، اسی طرح حجاز، پاکستان، افریقہ کے دوستوں کو بھی تکبر و تنبیہ سے نہیں چھوڑا، یقیناً میرے خطوں میں تنبیہیں، تکبریں اور اعترافات ملیں گے، ان لغویات کی طرف تو میں نے کبھی التفات نہیں کیا کہ تبلیغ والے ایسا کرتے ہیں، تبلیغ والے یوں کرتے

۹۵	حضرت مولانا الحاج مفتی کفایت اللہ رحمہ	تبلیغی جماعت کو روانگی کے وقت کی ہدایات۔	۱۹۳
۹۶	حضرت مولانا الحاج مفتی محمود حسن صاحب	اشکال نمبر ستر تبلیغ والے فضائل کی	
۹۷	گنگوہی مفتی دارالعلوم دیوبند	کتابوں پر زور دیتے ہیں مسائل کی	۱۱۲
۹۸	مولانا حفظ الرحمن صاحب ناظم عمومی	نہیں۔	
۹۹	جمعیت العلماء	اشکال نمبر ستر موجودہ تبلیغ سابق طریق	۱۱۶
۱۰۰	مفتی عزیز الرحمن صاحب بخنوری	پر نہیں رہی۔	
۱۰۱	ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب صدر جمہوریہ ہند	تبلیغی جماعت کی بیجا حمایت مقصود	۱۱۹
۱۰۲	اشکال نمبر ستر اہل تبلیغ لوگوں پر	نہیں۔	
۱۰۳	جسبر کرتے ہیں۔	ملفوظات حضرت دہلوی	۱۲۰
۱۰۴	اشکال نمبر ستر کہ جلد کی کوئی اصل	تخواہ دار تبلیغ کا غیر مفید ہونا	۱۲۳
۱۰۵	نہیں۔	تبلیغ کے لئے ایک جگہ کو مخصوص	۱۲۴
۱۰۶	اشکال نمبر ستر تبلیغ کو انگریز حکومت	کرنے کی مفسرت۔	
۱۰۷	سے روپیہ ملتا ہے۔	حضرت حکیم الامتہ کے بعض پاکستانی	۱۲۵
۱۰۸	اشکال نمبر ستر جدید اعتراف حضرت	خلفاء کی اس کام میں شرکت۔	
۱۰۹	تھانوی کی کتابوں سے روکا جاتا ہے	مولانا محمد منظور صاحب نعمانی	۱۲۹
۱۱۰	اشکال نمبر ستر حضرت دہلوی پر اعتراف	کا مضمون۔	
۱۱۱	کہ وہ ہر قسم کے لوگوں سے ملتے ہیں۔		
۱۱۲	اشکال نمبر ستر اہل تبلیغ متر متین		
۱۱۳	کے اعترافات کی طرف التفات		
۱۱۴	نہیں کرتے۔		



ہیں یہ تو ایک ہوائی گاڑی ہے اور میرے نزدیک بھی جیسا کہ بعض معترضین کا اعتراف حضرت ہلی پر ہے کہ وہ معترضین کے اعترافات کو گزشتہ سمجھتے ہیں میں ان سے زیادہ سمجھتا ہوں البتہ کسی بڑے سے بڑے شخص کے متعلق بھی میرے پاس کوئی شخص شکایت پہنچی تو میں نے اس پر نکیر اور تنبیہ میں بھی کبھی کسر نہیں چھوڑی، بخاری شریف میں ہے، "حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے یوں کہا کاش کہ تم فلاں (حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان فتویٰ کے بارے میں جو ان کے زمانے میں پیش آرہے ہیں) گفتگو کرتے انھوں نے فرمایا کہ تمہاری رائے یہ ہے کہ میں جو ان سے گفتگو کروں وہ ساری تم سے بھی کہوں میں ان سے تنہائی میں گفتگو کرتا ہوں میں نہیں چاہتا کہ جو فتنہ کا دروازہ بند ہے وہ میں کھولوں، اس لئے مجھے بھی خیال ہوا کہ میرا کوئی تنبیہی اور نیکی خط کسی کے پاس ہوا اور میرے بعد تبلیغ کے کسی مخالف نے اسے شائع کیا اور اس کو میری مخالفت تبلیغ پر حمل کیا تو یقیناً غلط ہوگا، میں اس مبارک کام کو اس زمانہ میں بہت اہم اور بہت ضروری سمجھ رہا ہوں اور خود اہل مدرسہ اور اہل خانقاہ ہونے کے باوجود بیگانگ دہل اس کا اعلان کرتا ہوں کہ یہ عمومی اور ضروری کام بعض وجہ سے مدارس اور خانقاہ سے زیادہ مفید اور افضل ہے۔ ان میں سب سے اہم اور عامۃ الورد و افکار جس کے متعلق شوشے کم تو نہیں کچھ زیادہ ہی خطوط میرے پاس آئے ہوں گے ان میں سب سے مشکل کا یہ ہے کہ تبلیغ والے جہاد کی احادیث کو اپنے تبلیغی اسفار کی تائید میں پیش کرتے ہیں اور تعجب اس پر ہے کہ یہ اشکال عوام کی بجائے اہل علم کی طرف سے زیادہ آیا، اہل علم کی طرف سے اس قسم کے اشکالات کا وارد ہونا زیادہ موجب تعجب ہے۔ اس لئے کہ جہاد کے اسفار میں قتال عرفان زیادہ معروف ہے لیکن نفت اور نصوص جہاد کو قتال کے ساتھ مخصوص نہیں کرتے، اصل جہاد اعلاء کلمۃ اللہ کی سہی ہے جس کا درجہ مجبوری اور آخری درجہ قتال ہی ہے، قتال اصل مقصود نہیں، بدرجہ مجبوری ہے، تفسیر مظہری میں کتبۃ الفتنان وھو کتوۃ لکم کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جہاد کی فضیلت تمام نیکیوں میں اس وجہ سے ہے کہ وہ اشاعت اسلام اور ہدایت خلق کا سبب ہے پس جو شخص ان کی کوشش سے ہدایت پائے گا اس کی حسنت بھی ان مجاہدین کی حسنت میں داخل ہوں گی، اور اس سے زائد افضل علوم ظاہرہ اور علوم باطنیہ کی تعلیم ہے۔ اس لئے کہ اس میں حقیقت اسلام کی اشاعت زیادہ ہے۔ فقط اس زمانہ میں تبلیغ سے مبی ہدایت پکلی اور پھیل رہی ہے اس سے تو کسی مخالفت سے مخالف کو بھی انکار نہیں ہو سکتا، ہزاروں آدمی

بلکہ لاکھوں بے نمازی کچے نمازی بن گئے، سیکڑوں غیر مسلم ان لوگوں کے ہاتھوں اور ان کی مساعی سے مسلمان بن گئے۔ جہاد کی لغوی اور شرعی تحقیق یہ ناکارہ اپنی کتاب اور لالہ لک شرع مؤطا امام مالک اور لامع الدراری علی جامع البخاری کے حاشیہ پر تفصیل سے لکھ چکا ہے۔ جہاد کے لغوی معنی مشقت اٹھانے کے ہیں۔ اور شرعاً مشقت اٹھانا کفار کے قتل میں بھی اور اس کا اطلاق مجاہدہ نفس پر بھی آتا ہے۔ اور شیطان سے مجاہدہ پر بھی آتا ہے۔ اور فاسقوں کے ساتھ مجاہدہ پر بھی، اور کفار سے جہاد ہاتھ سے بھی ہوتا ہے، زبان سے بھی ہوتا ہے اور مال سے بھی ہوتا ہے۔ قرآن پاک اور احادیث میں کثرت سے اس قسم کی آیات اور روایات وارد ہوئی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے المجاہد من جاهد نفسه اصل مجاہدہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے مشکوٰۃ شریف میں یہ روایت شعب الایمان للبیہقی کے حوالہ سے نقل کی ہے ابن عربی نے ترمذی شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ صوفیا کا مذہب یہ ہے کہ جہاد اکبر نفس کا جہاد ہے اور قرآن پاک کی آیت وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور حدیث پاک میں ہے کہ وہ اصل مجاہد نہیں جو درو کے دشمن سے جہاد کرے اصل مجاہد وہ ہے جو اس دشمن سے جہاد کرے جو ہر وقت ساتھ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا رجعتنا من الجہاد الا صغرنا الی الجہاد الا کبر یعنی ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ کر آئے ہیں۔ الی آخر باسطنیہ الا وجز، اور ظاہر ہے کہ یہاں جہاد اکبر مصداق جہاد بالسیف اور جہاد مع الکفار نہیں، اس میں یہ بھی ہے کہ علامہ باجی نے لکھا ہے کہ "سبیل اللہ" کا لفظ تمام نیکیوں کو شامل ہے۔ حدیث: رجعتنا من الجہاد الا صغرنا الی الجہاد الا کبر مختلف طرق سے نقل کی گئی ہے۔ اہل علم حوالہ دیکھنا چاہیں تو لامع الدر کے حاشیہ پر ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے "التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف" میں تفسیر روح المعانی سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے قرآن پاک کی آیت جَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ میں حضرت جابرؓ کی روایت کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک جماعت غزوہ سے واپس آئی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بہت اچھا آنا آئے کہ جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف آئے۔ ان روایات میں جو کچھ

منفعت ہے وہ اول تو فضائل میں معتزف ہوتا ہے اور تعدد طرق سے مندفع ہو جاتا ہے۔
 علماء نے تصریح کی ہے جیسا کہ لامع کے حاشیہ میں ہے کہ فرائض نماز، روزہ وغیرہ چونکہ
 مقصد لعینہ ہیں وہ جہاد سے افضل ہیں۔ اس لیے کہ جہاد کی اصل غرض ایمان اور اعمال حسنہ
 ہی پر عمل کرنا ہے لامع کے حاشیہ میں ابن عابدین سے نقل کیا ہے کہ اس میں ذرا بھی تردد
 نہیں کہ ادائے فرائض پر مواظبت اپنے اوقات میں جہاد سے افضل ہے۔ اس لئے کہ وہ فرض
 عین ہے اور جہاد فرض کفایہ ہے۔ اور جہاد صرف ایمان اور نماز ہی کے قائم کرنے کے لئے
 مشروع ہوا ہے۔ اس لئے اس کا حسن لغیر ہے۔ اور نماز کا حسن لعینہ اس لئے یہ افضل
 ہے اور ظاہر ہے کہ جو کچھ کوشش بھی نماز وغیرہ کے قائم کرنے کے لئے کی
 جائے گی وہ افضل الجہاد ہی کے حکم میں شمار کی جائے گی۔ امام بخاری
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعہ کی نماز کے لئے پاؤں چلنے پر باب المشی الی الجمعۃ میں حضرت ابوہریرہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ذکر فرمائی ہے من اغبرت قدما فانی سبیل اللہ حم اللہ علی السار
 جو شخص کہ اس کے دونوں پاؤں اللہ کے راستہ میں غبار آلود ہوئے ہوں اللہ تعالیٰ جہنم
 کی آگ کو اس پر حرام کر دیتے ہیں، اگر امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث پاک
 سے جمعہ کی نماز کے لئے پاؤں چلنے کی فضیلت پر استدلال کر سکتے ہیں تو پھر اگر مبلغین اللہ کے
 راستہ میں اعلاء کلمۃ اللہ کی خدمت کے لئے پاؤں چلنے پر اس حدیث سے استدلال کریں تو ان پر
 کیا الزام ہے۔ حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہ اپنے ایک ملفوظ میں ارشاد فرماتے ہیں ”یسفر“
 (یعنی سفر تبلیغ) غزوات ہی کے سفر کے خصائص اپنے اندر رکھتا ہے اور اس لئے امید بھی
 ویسے ہی اجر کی ہے یہ اگرچہ قتال نہیں ہے مگر جہاد ہی کا ایک فرد ضرور ہے، جو بعض حیثیات
 سے اگرچہ قتال سے کتر ہے مگر بعض حیثیات سے اس سے بھی اعلیٰ ہے مثلاً قتال میں شفا،
 غیظ اور اظہار، شعاع غنیمت کی صورت بھی ہے اور یہاں اللہ کے لئے صرف کلم غیظ ہے اور
 اس کے دین کے لئے لوگوں کے قدموں میں پڑ کے اور ان کی منتیں خوشامدیں کر کے بس ذلیل
 ہونا ہے (ملفوظات) حضرت دہلوی کا یہ ارشاد کہ جہاد میں اظہار غنیمت بھی ہوتا ہے حضرت
 ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت سے جو بخاری میں آئی ہے مستنبط ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک
 آدمی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ایک آدمی غنیمت کی نیت سے لڑتا ہو
 اور ایک آدمی اپنی قوت کے مظاہرہ کی وجہ سے لڑتا ہے حضور نے فرمایا کہ فی سبیل اللہ جہاد وہی

ہے جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ہو،

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ کلمۃ اللہ سے مراد دعوت الی الاسلام ہے وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ
 اس حدیث کے دہان میں جو وجود وارد ہوئی ہیں ان میں ریا اور شہرت بھی آیا ہے اور ایک
 روایت میں حمیہ بھی آیا ہے۔ اور ایک روایت میں یقاتل غضبا بھی آیا ہے یعنی اپنے
 حق نفس کے واسطے اور غصہ اٹانے کی واسطے انھوں نے لکھا ہے کہ ان روایات میں باخ وجود ذکر کی گئی ہیں۔ فقط
 خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جہاد کا اطلاق قتال کے علاوہ دوسرے امور پر بھی
 جو اس مقصد میں معین و مددگار ہوں کثرت سے احادیث میں کیا گیا ہے۔ جو اہل علم سے تو
 مخفی نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسلامی سرحد پر ایک رات جاگنا دنیا اور
 دنیا کی سب چیزوں سے افضل ہے اور سرحد پر ٹھہرنا ظاہر ہے کہ اسلام ہی کی حفاظت کے لئے ہے حضور اقدس صلی
 علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص کسی غازی کی سامان سے مدد کرے وہ بھی غازی ہے اور جو اس کی غیبت میں کسی گھر والوں
 کی خبر گیری کرے وہ بھی غازی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا، اور فرمایا ہر سر دو
 آدمیوں میں سے ایک نکلے (یعنی دوسرا اس کے گھر والوں کی خبر گیری کرے) تو وہ بے نون
 میں مشترک ہو گا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ لشکروں کا بھیجنا قتال کے واسطے نہیں ہوتا تھا بلکہ اس
 میں اصل دعوت ایمان ہوتی تھی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مشہور حدیث ہے اور بخاری
 شریف وغیرہ میں موجود ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے لئے جہاد
 لے کر بھیجا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست کی کہ حضور! جا کر ان سے قتال
 شروع کر دوں یہاں تک کہ وہ مسلمان ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بالکل
 نہیں۔ وہاں جا کر اطمینان سے اول ان کو اسلام کی دعوت دو، اگر ایک شخص بھی تیسری
 کوشش سے مسلمان ہو جائے تو وہ (غنیمت کے) سرخ اونٹوں سے بہت اچھا ہے، اول
 اگر وہ اس سے انکار کریں تو پھر دوسرے درجہ میں ان کو جزیہ دینے پر آمادہ کرو اور اگر وہ اس
 سے بھی انکار کریں تو پھر ان سے قتال کر، متعدد احادیث سے یہ مضمون مستنبط ہے کہ جہاد
 معروف میں بھی قتال مقصود نہیں بلکہ اصل مقصود ایمان اور اعلاء کلمۃ اللہ ہے،
 مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہ شور ضلع بجنور کے علماء کے خصوصی اجتماع میں
 تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے وفود، لشکر، قبائل اور
 علاقوں میں بھیجے ہیں وہ سب دعوت کے لئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام جہادوں

کی تعداد ایک روایت کی بنا پر ۲۳ ہے اور دوسری روایت کی بنا پر ۳۹ ہے، ان میں سے نو کے متعلق یہ لکھا ہے کہ "بعث مقاتلا" آپ نے جنگ کے لیے بھیجا، بقیہ سب کے بارے میں یہی لکھا ہے کہ دعوت کے لیے بھیجا تھا (سوانح یوسفی عزیزی)

اہل علم سے بڑا تعجب ہے کہ وہ فی سبیل اللہ کے لفظ کو جہاد بالقتال کے ساتھ مخصوص قرار دیتے ہیں جبکہ انھوں نے قرآن اور احادیث کثیرہ اس کے عموم پر دلالت کرتی ہیں قرآن پاک کی آیت اِنَّمَا الْقِتَالُ لِلْفَقْصِ اِذْ الْآيَةُ مِیں فی سبیل اللہ کی تفسیر میں علماء کے مختلف اقوال ہیں جن کو اوپر جلد ثالث میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ علامہ باجی کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد جہاد فی سبیل اللہ ہے، امام مالک وغیرہ رضی اللہ عنہم سے یہ قول نقل کیا گیا ہے، امام احمد کا ارشاد یہ ہے کہ اس سے مراد حج ہے یہی امام محمد کی رائے ہے۔ اور صاحب بدائع فرماتے ہیں کہ فی سبیل اللہ سے مراد جملہ امور خیرہ۔ اس میں ہر وہ سعی داخل ہے جو اللہ کی طاعت کے بارے میں ہو، مشکوٰۃ میں عبد اللہ بن عمرو سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک صحابیؓ نے آکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں شرکت کی اجازت چاہی، حضورؐ نے دریافت کیا کہ کیا تیسرے والدین زندہ ہیں، انھوں نے عرض کیا کہ زندہ ہیں، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان میں جہاد کر یعنی ان کی خدمت کر، یہاں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے والدین کی خدمت کو بھی جہاد سے تعبیر کیا ہے، مشکوٰۃ میں بروایت خزیم بن خاکم حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو اللہ کے راستہ میں کوئی خرچ کرے سات سو گنا دو چند ہو جاتا ہے۔ جبکہ اللہ کا راستہ جہاد بالقتال کے ساتھ مخصوص نہیں ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا تو پھر اگر اہل تبلیغ اس حدیث سے تبلیغ اسفار میں خرچ کو داخل کریں تو کیا اشکال کی بات ہے۔ اسی طرح سے ایک دوسری حدیث میں حضرت علیؓ، ابو درداءؓ، ابو ہریرہؓ، ابو امامہؓ، عبد اللہ بن عمرؓ، عبد اللہ بن عمروؓ، جابر بن عبد اللہؓ، عمران بن حصینؓ رضی اللہ عنہم اجمعین سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو کوئی گھر دے کر اللہ کے راستہ میں کوئی خرچ بھیجے اس کو ایک درہم کے بدلے سات سو درہم ملتے ہیں اور جو خود جہاد میں نکلے اور خرچ کرے اس کو ہر درہم کے بدلے میں سات لاکھ درہم کا ثواب ہوتا ہے، اس میں تبلیغی اسفار یقیناً داخل ہیں اور مدارس کا چندہ

۱۔ عدد میں کا تب سے سہو ہوا کم از کم تعداد ۱۹ ہے اور زائد سے زائد ۲۷ کے عدد کی روایت ہے ۱۲ ذ

بھی اسی میں داخل ہے۔ تفسیر مطہری میں مَثَلُ الَّذِي يَنْفَقُونَ اَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ کی تفسیر میں الجہاد او غیر ذلک من ابواب الخیر ہے۔ اسی طرح الَّذِي يَنْفَقُونَ اَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ کی تفسیر میں... فی تحصیل العلوم الظاہرة والباطنیة والجہاد ذکر فرمایا گیا ہے مشکوٰۃ شریف میں بروایت ترمذی و دارمی حضرت انسؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص طلب علم میں گھر سے نکلے وہ فی سبیل اللہ میں داخل ہے یہاں تک کہ گھر واپس آئے۔ مشکوٰۃ کے حاشیہ پر لکھا ہے یعنی جو شخص طلب علم کے لئے نکلتا ہے اس کو جہاد میں نکلنے کا ثواب ملتا ہے اس لئے کہ یہ طالب علم بھی مجاہد کی طرح سے ہے دین کے زندہ کرنے میں اور شیطان کے ذلیل کرنے میں اور اپنے نفس کو مشقت میں ڈالنے میں، اور یہ ظاہر ہے کہ یہ سب امور تبلیغی اسفار میں بطریق اولیٰ پائے جاتے ہیں،

اعتدال میں اس قسم کی روایات بہت کثرت سے ذکر کی گئی ہیں اس میں ذکر کیا گیا ہے افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے حالانکہ ظالم بادشاہ کے لئے کافر ہونا ضروری نہیں بلکہ مسلمان بادشاہ اگر ظالم ہو تو وہ بھی اس میں بطریق اولیٰ داخل ہے البتہ بڑی مشروط یہی ہے کہ ساری حدود جہاد کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہو جیسا پہلے گذر چکا۔ ایک حدیث میں ہے کہ جہاد وہی ہے جو صرف اس لئے کیا جائے کہ اللہ کے نام کا لول بالا ہو، یہ مضمون اعتدال میں بہت تفصیل سے ذکر کیا جا چکا۔ نیز حضرت حکیم الامتہ تھانویؒ، حضرت شیخ الہند اور مرجع الاتقیاء حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم صاحب نے ۱۲۸۵ھ میں جب کہ مظاہر علوم کے الاطباء قدیم کی تعمیر کا سلسلہ چل رہا تھا تو مدرسہ کے چندہ کی ایک اپیل کی جو مظاہر علوم کی مسئلہ کی روداد میں شائع ہوئی ہے اور حضرت حکیم الامتہ کی نگھی ہوئی ہے اور بقیہ ہر دو اکابر کی اس پر تصدیق ہے، اس جگہ کے مناسب وہ تحریر ہے، وہ حسب ذیل ہے:-

" میں اس اشتہار کے مضمون میں موافق ہوں، دارالطلبہ اس وقت باقیات صالحات کے افضل افراد سے ہے، حدیث صحیح میں باقیات صالحات سے جن کا ثواب بعد مرنے کے بھی ملتا رہتا ہے یہ ارشاد فرمایا ہے "او بیتا لابن السبیل بناء اور ظاہر ہے کہ طلبہ ابن السبیل یقیناً ہیں بلکہ سب ابن السبیل سے افضل ہیں کیونکہ یہ لوگ سبیل اللہ میں ہیں جب مطلق سبیل والوں کی امانت میں یہ فضیلت ہے تو سبیل اللہ والوں کی خدمت میں کیا کچھ فضیلت

ہوگی، پھر غور کرنا چاہیے کہ سبیل اللہ کے سب افراد میں مطلقاً بھی اور خصوص اس وقت میں کہ علوم دینیہ کی سخت ضرورت ہے اور اس کی کمی سے سخت ضرورتیں واقع ہیں خاص اس سبیل اللہ یعنی تحصیل تکمیل علوم دینیہ میں سب سے زیادہ فضیلت ہے، پس بالضرور دارالطلبہ کا بنانا اس وقت اس خاص حیثیت سے سب باقیات ماحلات سے افضل ہے امید ہے کہ اہل اسلام اپنی اپنی استطات کے موافق اس موقع کو ہاتھ سے نہ دیں گے اور بلا لحاظ طویل و کثیر کے ضرور اس میں امداد فرمائیں گے۔ والسلام علی من اتبع الهدی

العبد اشرف علی تھانوی

یشک حضرت مولانا اشرف علی صاحب سلمہ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے نہایت مناسب اور ضروری ہے۔

العبد عبد الرحیم غنی

مولانا اشرف علی صاحب نے جو تحریر فرمایا ہے حق اور صواب ہے العبد محمود غنی غنہ فقط میرا مقصود اس تحریر کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ جو لوگ خروج فی سبیل اللہ کو صرف جہاد معروف کے ساتھ مخصوص قرار دیتے ہیں ان کے لئے تنبیہ ہے کہ فی سبیل اللہ کا لفظ جہاد معروف کے ساتھ مخصوص نہیں تفسیر مظہری میں قُلْ قَالَ فِيهِ كَيْفَ فَصَدَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ کی تفسیر میں لکھا ہے عن الاسلام والطاعات اھ اسی طرح سے کثرت تفسیر مذکور میں سبیل اللہ کی تفسیر طاعات اللہ سے کی گئی ہے۔ اس لئے طاعات سے جو لوگ روکنے والے ہوں ان پر تشدد میں بھی مضافہ نہیں، اگر قدرت ہو اور کوئی فتنہ نہ ہو تعجب اس پر ہے کہ ان اکابر ثلاثہ کے متبعین میں سے کسی کی طرف سے یہ مضمون سنتا ہوں کہ تبلیغ دالے خروج فی سبیل اللہ میں جو جہاد کے ساتھ مخصوص ہے خروج التبلیغ کو شامل کرتے ہیں تو مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے، بہر حال اس سید کار کے نزدیک تو خروج فی سبیل اللہ کی آیات و احادیث میں یہ لوگ اپنے تبلیغی اسفار کو داخل کریں تو نہ کوئی اس میں اشکال ہے نہ تردد ہے، اور جہاں تک اس کوتاہ نظر کی معلومات کا حاصل ہے وہ مفسرین و محدثین کے کلام میں فی سبیل اللہ کا لفظ قتال کے ساتھ مخصوص نہیں پایا۔ اس لیے اہل تبلیغ کا ان آیات اور روایات سے خروج التبلیغ جو فی سبیل اللہ کا اعلیٰ فرد ہے پر استدلال کرنا بے محل نہیں ہے۔ یہ مضمون اپنے جوانی کے زمانے میں حذف و اضافہ کے ساتھ بہت سے خطوط میں لکھا بھی چکا ہوں۔

اشکال عا جو کثرت سے بندہ کے پاس خطوط میں پہنچا وہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ طریقہ نہیں تھا کہ مسلمانوں کے لئے جماعتیں بھیجی جائیں بلکہ سرایا اور جماعتیں کفار کے لئے بھیجی جاتی تھیں، مسلمانوں کے یہاں جماعتیں بھیجنے کا معمول نہیں تھا۔ اس لئے یہ بدعت ہے اس اشکال کے بھی بیسیوں جوابات اس ناکارہ نے لکھے ہیں، اور اس اشکال میں بھی مجھے اہل علم کی طرف سے اس قسم کی کوئی بات نہ پہنچتی ہے تو زیادہ حیرت ہوتی ہے، جبکہ امر المعروف نہیں عن المنکر مامور بہ ہے، اور پہلے مضمون سے یہ بھی ظاہر ہو چکا کہ دین کی اشاعت کے لئے جو کوشش بھی ہو وہ جہاد میں داخل ہے۔ پھر یہ کہنا کہ یہ طریقہ خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھا اول تو فی حد ذاتہ غلط ہے جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔ لیکن بطریق تسلیم مامور بہ کے حاصل کرنے کا جو مباح طریقہ ہو اس کے مامور بہ ہونے میں کیا تامل ہے، کیا مدارس کا موجودہ طریقہ مدرسین کو اسباق کی تقسیم کھنٹوں کی پابندی نہ ہی ششماہی سالانہ امتحانات وغیرہ جو اس زمانہ میں نہایت ضروری ہیں اور ضروری سمجھے جا رہے ہیں اور واقعہ ضروری ہیں کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ سب تھے؟ اسی طرح خانقاہیں اور ان کے معمولات اور ان کے طرق باوجود نہایت اہم اور ضروری اور مامور بہ ہونے کے کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہی طریقے تھے۔ کیا کتابوں کی تصانیف ان کی طباعت شروع و حواشی کے سارے مردود طریقے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے، ایسے ہی ثن کی نماز کہ جہاں گھنڈ بجا خواہ امام ہو یا نہ ہو روزانہ کے مقتدی آپکے ہوں یا نہیں فوراً نماز شروع ہو جاتی ہے یہ حضور کے زمانہ میں کہاں تھا۔ ایسے ہی کیا کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں توپ اور بندوق سے لڑائی نہیں تھی لہذا وہ تو بدعت ہے تیروں سے جہاد ہونا چاہئے ان امور میں سے کسی کو بھی کوئی بدعت نہیں کہتا اور اس سب کے بعد یہ بھی کہنا غلط ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں مسلمانوں کے پاس جماعتوں کے بھیجنے کا طریقہ نہیں تھا اس سلسلے میں حضرت مولانا الحاج محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب حیاة الصحابة جو اصل کتاب تو عربی میں ہے اہل علم کو خاص طور سے اس کو ملاحظہ کرنا چاہیے۔ اس میں بیسیوں واقعات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جماعتوں کے بھیجنے کے بہت کثرت سے ملیں گے اور اس کے اردو ترجمے بھی کثرت سے ہو گئے ہیں، اس میں ایک مستقل باب باب ارسال الصحابة الی البلدان للتعلیم ہے نمونہ کے

طور پر چند نقل کرنا ہوں، حضرت عاصم بن عمر کی روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ قبیلہ محض اور قبیلہ قارہ کے چند آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ ہمارے یہاں مسلمان ہیں، چند آدمیوں کو ہمارے یہاں بھیج دیجئے جو ہمیں دین سکھلائیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ نفر کی جماعت روانہ کی، حضرت ابوسوی اشعری و ہمارا شاہد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ اور ابوموسیٰ کو یمن بھیجا، تاکہ وہاں کے لوگوں کو دین سکھلائیں، حضرت عمار بن یاسر کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قبیلہ قیس کی ایک جماعت کی طرف بھیجا کہ ان کو جا کر دین کی باتیں سکھلاؤں، وہ کہتے ہیں کہ جب میں وہاں گیا تو میں نے ان کو وحشی اونٹوں کی طرح پایا کہ جن کا مقصد زندگی اونٹ اور بکریاں تھیں میں ان کی یہ حالت دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آیا اور حضور کی خدمت میں ان کی غفلت کی حالت ذکر کی تو حضور نے فرمایا، ارے عمار! مجھے اس سے زیادہ تعجب کی بات سناؤں، ایک قوم جو دین کو جانتی بھی ہوگی اور ان سے بھی زیادہ غفلت میں ہوگی۔ اور اس قسم کے متعدد واقعات حیاۃ الصحابہ میں لکھے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ کفار کی طرف بھی جماعتوں اور سربراہ کو بھیجنا ان کی ہدایت ہی کے لیے تو تھا اور جب مسلمان دین سے بے خبری اور بے توجہی میں ان کے قریب پہنچ گئے ہوں یا ان سے بھی آگے کفر و ارتداد کی طرف بڑھ گئے ہوں تو کیا ان کی ہدایت کی ضرورت نہیں حضرت دہلوی کے ملفوظات میں ایک ارشاد نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں (قبل ہجرت) جو کام کرتے تھے یعنی چل پھر کر لوگوں کو دعوت حق دینا اور اس مقصد کے لئے خود ان کے پاس جانا بظاہر مدینہ طیبہ پہنچ کر یہ کام آپ کا نہیں رہا۔ بلکہ وہاں آپ اپنا ایک مستقر بنا کر بیٹھے لیکن یہ آپ نے اس وقت کیا جب کہ نبی دعوت کو سنبھالنے والوں اور اس کام کو حسن و خوبی کے ساتھ انجام دینے والوں کی ایک خاص جماعت آپ نے تیار کر دی اور پھر اس کام ہی کا یہ تقاضا ہوا کہ آپ ایک مرکز میں بیٹھ کر اس کام کو نظم کے ساتھ چلائیں اور کارکنوں سے کام لیں علیٰ ہذا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ طیبہ ہی کے مرکز میں مقیم رہنا اس وقت درست ہوا جبکہ ایران اور روم کے علاقوں میں اللہ کے کلمہ کو سر بلند کرنے کے لیے جہاد کرنے والے اللہ کے ہزاروں بندے پیدا ہو چکے تھے۔ اور ضرورت تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرکزی میں رہ کر اس دعوت حق اور جہاد فی سبیل اللہ کے نظام کو استحکام کے ساتھ چلائیں۔ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب جو حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے

بھانجے اور حضرت دہلوی مولانا الیاس صاحب کے اخیر زمانہ میں عیادت کے لئے ایک دن کے لئے گئے تھے، مگر حضرت کے اس ارشاد پر کہ تمہیں اپنا وعدہ بھی یاد ہے (مولانا ظفر احمد صاحب نے عرصہ سے نظام الدین بسلسلہ تبلیغ ایک جگہ گزارنے کا وعدہ کر رکھا تھا) مستقل وہاں قیام کر لیا اور وصال تک وہیں رہے، اور حضرت کی شدت بیماری کی وجہ سے حضرت کو مسلسل کلام کرنا مشکل تھا وہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ فرمایا کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابتداء اسلام کے زمانہ میں (جب دین ضعیف تھا اور دنیا قوی تھی) بے طلب لوگوں کے گھر جا جا کر ان کی مجالس میں بلا طلب پہنچ کر دعوت دیتے تھے طلب کے منتظر نہیں رہے بعض مقامات پر حضرات صحابہؓ کو از خود بھیجا ہے کہ فلاں جگہ تبلیغ کرو، اس وقت وہی ضعف کی حالت تھی، تو اب ہم کو بھی بے طلب لوگوں کے پاس خود جانا چاہئے، محدثوں، فاسقوں کے مجمع میں پہنچنا چاہئے اور اگر حق بلند کرنا چاہئے (پھر خشکی غالب ہوگئی اور بات ذکر کے تو فرمایا) مولانا میرے پاس بہت دیر میں پہنچے اس میں تفصیل سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس جو کچھ کہہ دیا میں غور کرتے رہے، غلط ملفوظات دہلوی (یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ طرز نہیں تھا کتب سیر اور کتب حدیث پر قلت نظر کا اثر ہے۔ ورنہ جیسا اوپر بھی لکھوا چکا ہوں کہ حیاۃ الصحابہ میں بہت کثرت سے وفود کے بھیجنے کی تفصیل موجود ہیں اور وفد عبدالقیس کا قصہ تو ساری کتب حدیث میں مشہور ہے، انھوں نے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ قبیلہ مضر ہم میں اور آپ میں حامل ہے، ہم صرف اشہر حرم میں آسکتے ہیں۔ ہمیں ایمان کے امور بتا دیجئے تاکہ اگر ہم اس پر عمل کریں گے تو جنت میں داخل ہو جائیں گے، اور جا کر اپنی قوم کو بتائیں۔ اس پر حضور نے چار چیزوں کا حکم فرمایا اور چار چیزوں سے منع فرمایا۔ جس کی تفصیل آئندہ اشکال میں آ رہی ہے۔ مسند طرابلسی کی روایات میں اس قصہ میں یہ ہے کہ حضور نے فرمایا کہ اپنی قوم کو جا کر ان چیزوں کی دعوت دو (حیاۃ الصحابہ) اسی میں ایک بہت طویل حدیث بروایت حاکم نقل کی ہے کہ علوتہ بن الحارث کہتے ہیں کہ میں اپنی قوم کے ساتھ آدمیوں کے ساتھ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ تم کون ہو ہم نے عرض کیا کہ یمن میں تو حضور نے فرمایا کہ ہر قول کی ایک حقیقت ہوا کرتی ہے تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ پندہ چیزیں ہیں، میں سے پانچ کا تو اپنے حکم فرمایا تھا، اور پانچ چیزیں آپ کے قاصدوں نے بتائیں لمبی حدیث ہے مجھے تو صرف اس جملہ کی طرف متوجہ کرنا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد قوموں کے پاس جا کر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پہنچاتے تھے۔ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پر وسعت نظر سے کون انکار کر سکتا ہے تاریخ و سیرت میں ان کی وسعت نظر دنیا میں مشہور ہے، انھوں نے جو مقدمہ حضرت دہلوی کی سوانح مؤلفہ مولانا الحاج علی میاں پر لکھا ہے اس کے کچھ اقتباسات اپنی جگہ پر سید صاحب کے تذکرہ میں آئیں گے اس کے اندر وہ تحریر فرماتے ہیں کہ تبلیغ و دعوت کے ان اصولوں میں سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں نمایاں معلوم ہوتے ہیں ایک عرض ہے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا انتظار نہیں فرماتے تھے کہ لوگ آپ کی خدمت میں خود حاضر ہوں بلکہ آپ اور آپ کے دامی لوگوں تک خود پہنچتے تھے اور حق کی دعوت دیتے تھے، یہاں تک کہ کبھی کبھی لوگوں کے گھروں تک خود پہنچ جاتے تھے۔ اور کلمہ حق کی دعوت پیش فرماتے تھے (طویل مضمون ہے جو عنقریب آ رہا ہے) اس کے بعد لکھتے ہیں "اس سے معلوم ہوا کہ داعی اور مبلغ کا خود فرض ہے کہ وہ لوگوں تک پہنچے اور حق کا پیغام پہنچائے (مقدمہ سوانح حضرت دہلوی) مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مفتی دارالعلوم دیوبند سے بھی ایک صاحب نے یہ اشکال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ کفار کے پاس جاتے تھے آج کل لوگ مسلمانوں کے پاس جاتے ہیں۔ کیا حدیث سے یہ ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں جا کر اس طرح سے تبلیغ کی ہو اگر ہے تو اس کا حوالہ چاہیے۔ مفتی صاحب نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ کوذاور قرقیہ میں صحابہ کرام کا تبلیغ کے لئے جانا فتح القدیر جلد اول میں مذکور ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معقل بن یسار عبداللہ بن مغفل وغیرہ حضرات کی جماعت کو شام بھیجا۔ یہ جماعتیں مسلمانوں کے پاس گئیں (ازالۃ الخفاء ۲) مفصل مضمون مفتی صاحب کا رسالہ "کیا تبلیغی کام ضروری ہے" میں چھپا ہے۔

اشکال ۳۔ یہ بھی بہت کثرت سے کانوں میں پہنچتا رہتا ہے کہ تعلیم اور خانقاہوں کو کیا بتایا جاتا ہے میرا خیال یہ ہے کہ یہ اشکال یا تو عناد سے ذکر کیا جاتا ہے یا حالات سے ناواقفیت پر تبلیغ کے قواعد اصول موضوعہ کے درمیان میں جو اس کے چہرہ معبر و معروف ہیں اور بالکل بنیادی ہیں، اس میں علم و ذکر مستقل نمبر ہے اس کے علاوہ بانی تحریک حضرت دہلوی اور ان کے خلف الرشید مولانا محمد یوسف صاحب کے کلاموں میں ان کی تقریروں میں ان کے ملفوظات میں علم و ذکر پر جتنا زور ہے اتنا شاید اور کسی جزد پر نہ ہو، حضرت دہلوی کا تو مشہور مقولہ جس

کو وہ ہمیشہ اپنی مجالس میں اپنے ارشادات میں بار بار دہراتے رہے کہ علم و ذکر میری تحریک کے دو بازو ہیں اگر ایک بازو ٹوٹ جائے تو پرندہ کا اڑنا مشکل ہے، یہ اعتراف کرنے والے اگر حضرت دہلوی اور ان کے خلف الرشید حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی سوانح عمریاں اور ملفوظات دیکھ لیتے تو اس قسم کا لفظ زبان یا قلم سے نکالنے کی کبھی ہمت نہ ہوتی حضرت دہلوی کے ملفوظات میں ہے (۱۱) ایک بار فرمایا جس کو مولانا ظفر احمد صاحب بھانجہ حضرت حکیم الامتہ تھانوی نور اللہ مرقدہ نے اپنے ملفوظات میں جو انھوں نے نظام الدین کے قیام میں جمع کئے اور وہ حضرت دہلوی کے ملفوظات میں طبع بھی ہو گئے لکھا ہے کہ مولانا نے ایک بار فرمایا کہ ہماری تبلیغ میں علم و ذکر کی بڑی اہمیت ہے بدون علم کے نہ عمل ہو سکے نہ عمل کی معرفت اور بدون ذکر کے علم ظلمت ہی ظلمت ہے اس میں نور نہیں ہو سکتا۔ مگر ہمارے کام کرنے والوں میں اس کی کمی ہے، میں نے مولانا ظفر احمد صاحب سے عرض کیا کہ تبلیغ خود بہت اہم ہے۔ اس کی وجہ سے ذکر میں کمی ہو نا دوسرا ہی ہے جیسا حضرت سید صاحب بریلوی قدس سرہ نے جس وقت جہاد کی تیاری کے لئے اپنے خادم کو بجائے ذکر و شغل کے نشاء بازی اور گھوڑے کی سواری میں مشغول کر دیا، تو بعض نے یہ شکایت کی کہ اس وقت پہلے جیسے انوار نہیں ہیں تو حضرت سید صاحب نے فرمایا کہ ہاں اس وقت ذکر کے انوار نہیں ہیں جہاد کے انوار ہیں اور اس کی اس وقت ضرورت ہے، فرمایا (یعنی حضرت دہلوی نے) مگر مجھے علم اور ذکر کی کمی کا قلق ہے اور یہ کمی اس واسطے ہے کہ اب تک اہل علم اور اہل ذکر اس میں نہیں لگے ہیں۔ اگر یہ حضرات اگر اپنے ہاتھ میں کام لے لیں تو یہ کمی بھی پوری ہو جائے، مگر علما و اہل ذکر تو ابھی تک اس میں بہت کم آئے ہیں (تشریح) اب تک جو جماعتیں تبلیغ کے لئے روانہ کی جاتی ہیں ان میں اہل علم اور اہل نسبت کی کمی ہے۔ جس کا حضرت کو قلعن تھا کاش اہل علم اور اہل نسبت بھی ان جماعتوں میں شامل ہو کر کام کریں تو یہ کمی پوری ہو جائے الحمد للہ مرکز تبلیغ میں اہل علم اور اہل نسبت موجود ہیں، مگر وہ چند گنتی کے آدمی ہیں، مگر وہ ہر جماعت کے ساتھ جایا کریں تو مرکز کا کام کون سا انجام دے (ملفوظات)

ملفوظا (۷۱) ایک دن بعد نماز فجر جبکہ اس نوحیہ میں علی حصہ لینے والوں کا نظام الدین کی مسجد میں بڑا مجمع تھا، اور حضرت مولانا کی طبیعت اس قدر کمزور تھی کہ لیٹر پر لیٹے لیٹے بھی دو چار لفظ بآواز نہیں فرما سکتے تھے تو اہتمام سے ایک خاص خادم کو طلب فرمایا، اور اس کے واسطے سے اس پوری جماعت کو کہلوا یا کہ آپ لوگوں کی یہ ساری چلت پھرت اور ساری جدوجہد بیکار ہوگی اگر اس

کے ساتھ علم دین اور ذکر اللہ کا پورا اہتمام آپ نے نہیں کیا بلکہ سخت خطرہ اور قوی اندیشہ ہے کہ اگر ان دو چیزوں کی طرف سے تغافل برتا گیا تو یہ جدوجہد مبادافتہ اور ضلالت کا ایک نیا دروازہ بن جائے دین کا اگر علم ہی نہ ہو تو اسلام اور ایمان محض رسمی اور ایسی ہے، اور اللہ کے ذکر کے بغیر اگر علم ہو بھی تو وہ سراسر ظلمت ہے اور علیٰ ہذا اگر علم دین کے بغیر ذکر اللہ کی کثرت بھی ہو تو اس میں بھی رُخا خطہ ہے۔ الغرض علم میں نور ذکر سے آتا ہے۔ اور بغیر علم دین کے ذکر کے حقیقی برکات و ثمرات حاصل نہیں ہوتے۔ بلکہ بسا اوقات ایسے جاہل صوفیوں کو شیطان اپنا آلہ کار بنالیتا ہے۔ لہذا علم اور ذکر کی اہمیت کو اس سلسلہ میں کبھی حراموش نہ کیا جائے اور اس کا ہمیشہ خاص اہتمام رکھا جائے ورنہ آپ کی یہ تبلیغی تحریک بھی بس ایک آوارہ گردی ہو کر رہ جائے گی اور خدا نکرہ آپ لوگ سخت خسارہ میں رہیں گے۔

(ملفوظات ۳) ایک بار فرمایا کہ میں ابتدا میں اس طرح ذکر کی تعلیم دیتا ہوں (یہاں اور ادا کی تفصیل ہے اس کے بعد فرمایا) علم بدون ذکر کے ظلمت ہے اور ذکر بدون علم کے بہت سے فنون کا دروازہ ہے۔

(ملفوظات ۳) ایک بار فرمایا کہ میں ابتدا میں اس طرح ذکر کی تعلیم دیتا ہوں (یہاں اوراد کی تفصیل ہے اس کے بعد فرمایا) علم بدون ذکر کے ظلمت ہے اور ذکر بدون علم کے بہت سے فنون کا دروازہ ہے۔

(ملفوظ ۷) فرمایا کہ دو چیزوں کا مجھے بڑا فکر ہے ان کا اہتمام کیا جائے ایک ذکر کا کہ اپنی جماعت میں اس کی کمی یا رہا ہوں ان کو ذکر بنلایا جائے۔ دوسرے اہل اموال کو مصروف رکھنا سمجھایا جائے ان کی رکوتیں اکثر برباد جا رہی ہیں مصروف میں خرچ نہیں ہوتیں (طویل مضمون ہے) (ملفوظ ۸) فرمایا علم سے عمل پیدا ہونا چاہیے اور عمل سے ذکر پیدا ہونا چاہیے جب ہی علم علم ہے اور عمل عمل ہے، اگر علم سے عمل پیدا نہ ہو تو سراسر ظلمت ہے۔ اور عمل سے اللہ کی یاد دل میں پیدا نہ ہوئی تو پھنس پھسا ہے، اور ذکر بلا علم بھی فتنہ ہے۔

(ملفوظات) فرمایا کہ ذکر اللہ شرِ شیطین سے بچنے کے لئے قلعہ اور حصنِ حصین ہے لہذا جس قدر غلط اور برے ماحول میں تبلیغ کے لیے جایا جائے شیطین جن دافس کے برے اثرات سے اپنی حفاظت کے لئے اسی قدر زیادہ ذکر اللہ کا ہتھیار بکھاتا ہے

(ملفوظات) فرمایا مجھے جب بھی میوات جانا ہوتا ہے تو میں ہمیشہ اہل خیر اور اہل ذکر کے مجمع کے ساتھ جاتا ہوں پھر بھی عمومی اختلاط سے قلب کی حالت اس قدر متغیر ہو جاتی ہے کہ جب تک احکامات کے ذریعہ اس کو غسل نہ دوں یا چند روز کے لئے سہارا نہ پوریاں پتھر کے خاص مجمع اور خاص ماحول میں جا کر نہ رہوں قلب اپنی حالت پر نہیں آتا، دوسروں سے کبھی کبھی فرمایا

کرتے تھے دین کے کام کے لئے پھرنے والوں کو چاہئے گشت اور چلت پھرت کے طبعی اثرات کو غلو تلوں کے ذکر و فکر کے ذریعہ دھویا کریں۔

(ملفوظات) ارشاد فرمایا کہ علم و ذکر کو مغیبتی سے تھا منے کی زیادہ سے زیادہ ضرورت ہے (اس کے بعد طویل ارشاد و علم و ذکر کی حقیقت میں ہے جس میں یہ فرمایا کہ علم نام صرف جاننے کا نہیں اور کھو یہود اپنی شریعت اور اپنے آسمانی علوم کے کیسے عالم تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نابینوں کے نابینوں کے علم کیسے تھے حتیٰ کہ ان کے جسم کے تل کے متعلق بھی ان کو علم تھا لیکن کیا ان باتوں کے صرف جاننے نے ان کو کوئی فائدہ دیا؟

یہ چند ملفوظات مختصر لکھوائے ہیں، حضرت دہلوی اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہ ہاکی تہذیب ان کے ملفوظات، اور ارشادات اور مکاتیب کثرت سے شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت دہلویؒ کے ایک مکتوب کے چند فقرے نقل کرتا ہوں جو میوات کے کارکنوں کے نام لکھا گیا اور حضرت دہلویؒ کے مکاتیب میں طبع شدہ ہے۔ "میرے دوستو! درغیر ذہن و ادب کا ایک ایک سال دینے کی خبر سے جو ابھی سے مسرت ہو رہی ہے وہ تحریر سے باہر ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، اور توفیق مزید عطا فرماتے۔ میں چند باتوں کی طرف آپ صاحبان کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں، (الف) اپنے اپنے حلقے کے ان لوگوں کی فہرست جمع کر کے مجھے اور شیخ الحدیث صاحب کو لکھیں کہ جو ذکر شروع کر چکے ہیں یا اب کر رہے ہیں یا چھوڑ چکے ہیں (ب) دوسرے جو بیعت ہیں اور ان کو بیعت کے بعد جو بتلایا جاتا ہے اس کو نباہ رہے ہیں یا نہیں (ج) ہر مرکز میں جو مکاتب ہیں ان کی نگرانی اور جدید مکاتب کی جہاں جہاں ضرورت ہے (د) تم خود بھی ذکر اور تعلیم میں مشغول ہو یا نہیں اگر نہیں ہو تو بہت جلد اب تک کی غفلت پر نادم ہو کر شروع کر دو، (الف) سے مراد یہ کہ جن کو بارہ تسبیح بتائی ہیں وہ پابندی سے پورا کرتے ہیں یا نہیں اور انھوں نے ہم سے پوچھ کر کیا ہے یا خود اپنی تجویز سے ذکر کرنے والوں کو دیکھ کر شروع کیا ہے ہر شخص سے دریافت کر کے نمبر وار تفصیل سے لکھو۔ (ب) اپنے مرکزوں سے ہر نمبر کے متعلق نمبر وار تفصیل کے ساتھ کارگزاری میرے اور شیخ الحدیث صاحب کے پاس روانہ کرنے کا اہتمام ہو۔ (د) جو ذکر بارہ تسبیح کر رہے ہیں ان کو آمادہ کر دو کہ وہ ایک ایک جلد یا پتھر جا کر گذاریں (نہا) میرے دوستو! تمہارے نکلنے کا خلاصہ تین چیزوں کا زندہ کرنا ہے، ذکر، تعلیم، تبلیغ یعنی تبلیغ کے لئے باہر نکالنا۔ اور ان کو ذکر و تعلیم کا پابند کرنا (مکاتیب)

سوانح یوسفی میں لکھا ہے کہ مولانا محمد یوسف صاحب یقین اور نماز کو اس کام کی بنیاد سمجھتے ہوئے علم و ذکر کو دعوت و تبلیغ کی تحریک کے دو بازو قرار دیتے تھے۔ اور ہمیشہ اپنی تقریروں اور مکاتیب میں اس کی طرف پوری طرح متوجہ فرماتے تھے۔ اپنے ایک اہم مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں علم و ذکر اس کام کے دو بازو ہیں، ان میں کسی ایک کی کمی اور سستی اصل کام کے لئے سخت مضر اور کمزور کرنے والی ہے، ہر ایک اپنی جگہ نہایت ضروری و لا بدی ہے۔ علم و ذکر کے مرکز خالقہ اور مدارس ہیں، ہم اپنے دونوں بازوؤں کو قوی کرنے کے اندر ہر طرح ہر وقت اہل علم علماء، مشائخ کے محتاج ہیں وہ ہمارے بالخصوص ان دو اہم امور میں مقتدا ہیں چونکہ ان کے پاس علم نبوت اور جوہر نبوت موجود ہیں، ہمارے ذمہ لازم ہے کہ ہم اس علم و ذکر کی وجہ سے ان کی خوب قدر کریں۔ ان کی خدمت کریں ان کی صحبت کو اپنے لئے باعث اصلاح و نجات سمجھیں، اسی بنا پر تبلیغ کے اہم نمبروں میں سے ہے علماء اور مشائخ کی زیارت اور ان سے دعاؤں کو لینا ان کے سامنے حالات تبلیغ سنانا اور مفید مشورہ حاصل کرنا۔ مفتی عزیز الرحمن صاحب سوانح حضرت جی میں لکھتے ہیں ایک دفعہ میں نے مولانا سے اپنی درسی مصروفیات کی شکایت کی اور عرض کیا کہ میں پڑھانے سے اس قدر تنگ کیا ہوں کہ جی چاہتا ہے کہ تھوڑے دنوں کے لئے کوئی آدمی مل جائے تو درسی ذمہ داری اس کے سپرد کر کے کچھ دن تبلیغ میں لگا دوں تو فرمایا ہرگز نہیں تبلیغ سے پہلے بھی یہی کام کرنا ہے اور تبلیغ کے بعد بھی یہی کام کرنا ہے، لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ ہم مدرسوں کے مخالفت میں حالانکہ یہ غلط ہے، ہم پڑھانے کو بنیادی کام سمجھتے ہیں اور حدیث ہے کہ خود پڑھاتے ہیں، ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ پڑھانے کے کام کے ساتھ تبلیغ کو بھی لگائے رکھو۔ (سوانح یوسفی عزیز)

حضرت دہلویؒ اپنے ایک طویل مکتوبیہ تحریر فرماتے ہیں اپنے وقتوں کو صبح و شام اور کچھ حصہ شب کا اپنی حیثیت کے مناسب ان دو چیزوں (تحصیل علم و ذکر) میں مشغول رکھنا۔ سوانح حضرت دہلوی میں علی میاں لکھتے ہیں ”آپ نے میواتیوں کو دیوبند سہارنپور، رانپور اور تھانہ بھون کی طرف بھیجا شروع کیا اور ہدایت فرمائی کہ بزرگوں کی مجلسوں میں تبلیغ کا ذکر نہ کریں پچاس ساٹھ آدمی ماحول کے دیہاتوں میں گشت کریں اور آٹھویں روز قصبہ میں جمع ہو جائیں پھر وہاں سے دیہات کے لئے تقسیم ہو جائیں حضرات اکابر کی طرف سے اگر پوچھا جائے تو بتلادیا جائے، از خود کچھ ذکر نہ کیا جائے، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں، ”میری ایک پرانی تمنا ہے کہ خاص اصولوں کے ساتھ مشائخ طریقت کے یہاں یہ جماعتیں آداب خانقاہ کی بجا آوری کرتے ہوئے خالقہاؤں میں فیض اندوز ہوں اور جس میں باطنیہ خاص وقتوں میں حوالی کے گاؤں میں تبلیغ بھی جاری رہے اس بارے میں ان آنے والوں سے مشاورت کر کے کوئی طرز مقرر فرما رکھیں، یہ بندہ ناچیز بھی اس ہفت بہت زیادہ اغلب ہے کہ چند بو سادہ (فقراء) کے ساتھ حاضر ہو، دیوبند اور تھانہ بھون کا بھی خیال ہے۔ مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے منتسبین اور تبلیغی کام سے تعلق رکھنے والوں کو براہ دیوبند حضرت مدنیؒ کی خدمت میں اور رانپور حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رانپوریؒ کی خدمت میں ماضی اور وہاں کچھ وقت صرف کرنے اور زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے پر زور دیتے تھے۔ حضرت حکیم الامتہ قدس سرہ کا دصال مولانا یوسف صاحب کے دور سے پہلے ہو چکا تھا، اپنے ایک پرانے تعلق رکھنے والے صاحب کو اس سلسلہ میں ایک مکتوب لکھتے ہوئے کہتے ہیں ”آپ کے لئے باہمی مشورہ سے رانپور کا قیام طے ہوانہ صرف ایک جگہ کے لئے بلکہ تین جگہوں تک آپ حضرت کے پاس بخوشی رہیں، حضرت علیؒ کی صحبت مبارکہ کو کیمیا اور اخلاق کے بلند ہونے کا بہت بڑا علاج تصور فرماتے ہوئے وہاں کے آداب کی پوری پوری رعایت کرتے ہوئے ذکر الہی کا شوق اور محبت ربانیہ کی پیداوار کی کوشش میں رہیں“

ہم سے تو کچھ نہ ہو سکا آپ ہی اس عظیم ترین دولت کی تحصیل میں لگ جائیں اللہ پاک وہاں آپ کے قیام کو ہماری نجات و مغفرت کا ذریعہ قرار دے۔ حضرت سے بعد سلام مسنون اس عاجز و ناچیز کے لئے دعا کی درخواست عرض کر دیں اور تمام منتسبین و مقصین بارگاہ کو بھی ”بندہ محمد یوسف غفرلہ“ (سوانح یوسفی)

اشکال علیٰ تبلیغی جماعت سے مدارس کو نقصان پہنچ رہا ہے یہ لوگ مدارس کی مخالفت کرتے ہیں یہ اعتراض بھی نہایت ہی لغو اور بے اصل ہے اس پہلے نمبر میں مدارس مسلم و ذکر کی جو اہمیت بیان ہو چکی ہے۔ اس کے بعد یہ کہنا کہ مدارس کو نقصان پہنچتا ہے یا یہ لوگ مدارس کی مخالفت کرتے ہیں جتنا بے اصل ہے ایک مرتبہ اس ناکارہ سے حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا مدنی نور اللہ مرقدہ نے ارشاد فرمایا کہ

یہ تبلیغی لوگ مدارس کے چندہ کو منع کرتے ہیں میں نے عرض کیا کہ یہ کسی میسر کی روایت ہوگی، مسفر اور مدارس اس کے ضرور شاکی ہیں اور میں خود بھی چونکہ مدرسہ والا ہوں اس لیے میسر پاس بھی اس قسم کی شکایتیں مسفر کی طرف سے پہنچتی رہتی ہیں، میں نے عرض کیا کہ اس کی اصلیت یہ ہے کہ تبلیغی اکابر کی طرف لوگوں کی رجوعات کی کثرت اور تبلیغی اجتماعات بہت بڑی مقداروں میں ہونے لگے ہیں، کسی اجتماع کے موقع پر کسی مدرسہ کا میسر گیا ہوا ہوتا ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ تبلیغی احباب اپنے اجتماعات میں ہمارے مدرسوں کے لئے تحریک کر دیں یا کم از کم ان کو تقریر کا موقع دیں تاکہ وہ اس اجتماع کو وصول کرتے ہوئے اپنے مدرسہ کے لئے چندہ کی تحریک کریں، اور ان دونوں باتوں کو تبلیغی حضرات قبول نہیں کرتے اور کرنا بھی نہیں چاہتے اس لئے کہ چندہ مانگنا ان کے اصول کے خلاف ہے اور جب وہ غدر کرتے ہیں۔ تو یہ اس کو اس عنوان سے تعبیر کرتے ہیں کہ یہ مدارس کے خلاف ہیں، میں نے حضرت سے عرض کیا مجھ سے متعدد مسفرانے یہ شکایتیں کیں اور جب میں نے ان سے پوچھا کہ کس نے اور کہاں مخالفت کی تو ان کی نشاندہی پر واقعہ کی تحقیق کی تو یہی معلوم ہوا جو میں نے اوپر عرض کیا، حضرت نے فرمایا کہ روایت تو ایک مدرسہ کے میسر ہی کی تھی فقط اس قسم کے اعتراضات زیادہ تر مسفر کی طرف سے آتے ہیں، یا ان لوگوں کی طرف سے جن سے مسفر یہ شکایت کرتے ہیں اس میں شک نہیں کہ چندہ مانگنا ان لوگوں کے اصول کے خلاف ہے، اللہ ان کو اپنے اس عزم پر باقی رکھے۔ یہاں مدرسہ کی مسجد میں چند سال ہوئے مغرب کی نماز کے بعد ایک شخص نے اعلان کیا کہ میں نظام الدین سے آیا ہوں تبلیغ میں جا رہا ہوں میسر پاس کما یہ نہیں رہا۔ اہل خیر اپنی ہمت کے موافق کچھ مدد فرمائیں، میں نے اسی وقت اعلان کیا کہ یہ شخص جھوٹا ہے تبلیغ والوں کو چندہ مانگنے کی مرکز سے ہرگز اجازت نہیں اس کو کوئی چندہ نہ دے مدرسہ کی مسجد سے وہ فوراً چلا گیا، مگر معلوم ہوا کہ شہر کی دوسری مسجد میں وہ اسی عنوان سے چندہ کرتا رہا، حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے ملفوظات میں ہے، ”جہاں و ظہر کہہ کر چندہ مانگا سب اثر گڑ بڑ ہو گیا، بڑے زور و شور کی تقریر گھنٹہ دو گھنٹہ کی محنت ایک لفظ چندہ کے کہتے ہی سب ختم، علماء صرف تبلیغ کریں جب ہی تبلیغ موثر ہو سکتی ہے۔ (اقاضات) گلکٹہ کے اور بہی کے بعض تاجروں سے ایک مدرسہ کے بڑے ذمہ دار نے یہ شکایت کی کہ تبلیغ والوں سے مدارس کے چندہ کو نقصان پہنچتا ہے، ان لوگوں نے مختلف مواقع پر ایک ہی جواب دیا کہ ہم لوگ تو ان مدارس کو چندہ تبلیغ ہی کی برکت سے دے رہے ہیں، آپ

دس برس پہلے کی رودادیں نکال کر دیکھ لیں اور اب کی رودادیں نکال کر دیکھ لیں اور موازنہ کریں کہ ہمارے شہروں سے ان دس برسوں میں چندہ میں کتنا اضافہ ہوا۔ حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہ کی سوانح میں حضرت دہلوی کا ایک مکتوب درج ہے جو میوات کے چند دین داروں کے نام لکھا گیا ہے، جس میں اس حقیقت کی وضاحت فرمائی تھی، ”وین کے ادارے اور جتنے بھی ضرورت کے امور ہیں ان سب کے لئے تبلیغ (میج) اصول کے ساتھ ملک ملک پھرتے ہوئے کو شش کرنا بمنزلہ زمین ہموار کرنے کے ہے اور بمنزلہ بارش کے ہے، اور دیگر جتنے بھی امور ہیں وہ اس زمین مذہب کے اوپر بمنزلہ باغات کی پرورش کمنے کے ہیں، باغات کی ہزاروں اقام ہیں کوئی کھجوروں کا ہے کوئی اناروں کا ہے کوئی سیبوں کا باغ ہزاروں چیزوں کے ہو سکتے ہیں، لیکن کوئی باغ دو چیزوں کے اندر پوری پوری کو شش کرنے کے بغیر نہیں ہو سکتا، پہلی چیز زمین کا ہموار اور درست ہونا، زمین کے ہموار کرنے میں کو شش کمنے بغیر یا زمین میں کو شش کر کے خود ان باغات کی مستقل پرورش کمنے بغیر کسی طرح باغات پرورش نہیں پاسکتے، سو دین میں تبلیغی امور کی کو شش یہ تو زمین مذہب ہے، اور سب ادارے باغ ہیں، اب تک زمین مذہب ایسی نامواری اور ہر طرح کی پیداوار اور باغات سے اس قدر نامناسب واقع ہو رہی ہے کہ کوئی باغ اس پر نہیں لگتا حضرت دہلوی کی رائے یہ تھی جس کو انھوں نے مختلف عناوین سے ملفوظات میں مکتوب میں اور ارشادات میں ظاہر کیا ہے کہ ان کی تبلیغ مدارس اور خانقاہوں کی ترقی کا ذریعہ ہے۔ ایک جگہ حضرت دہلوی کا ایک مکتوب نقل کیا ہے علی میاں حضرت دہلوی کی سوانح میں لکھتے ہیں کہ مولانا مدارس دینیہ کے وجود کو مسلمانوں کے لئے نہایت ضروری سمجھتے تھے اور اس سائے رحمت کے مسلمانوں کے سروں سے اٹھ جانے کو موجب وبال اور قہر سمجھتے تھے، لوگوں کی ناقدر دانی اور غفلت سے دینی مدارس اور مکتب کی ایک بڑی تعداد میوات میں معطل ہو گئی تھی۔ شیخ رشید احمد صاحب کو اسی خط میں اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: ”لوگوں کو یہ بات ذہن نشین کرانے میں آپ ہمت فرمادیں کہ سیکڑوں مدرسوں کا سست پڑ جانا یا بند ہو جانا اہل زمانہ کے لئے نہایت وبال اور نہایت باز پرس کا خطرہ رکھتا ہے کہ وہ آن دنیا سے مٹا چلا جائے اور ہمارے پیوں میں اس کا کوئی حصہ اور ہمارے دلوں میں اس کا کوئی درد نہ ہو یہ سب باتیں خطرناک ہیں۔“ (سوانح مولانا محمد الیاس صاحب)

(اشکال ۱۵) یہ اعتراض بھی بہت کثرت سے آرہا ہے کہ تبلیغ والے علماء کی امانت کرتے ہیں

جہاں تک علماء کی اہانت کا تعلق ہے اس دور فساد میں کون سا طبقہ کون سی جماعت ایسی ہے جو علماء کی اہانت نہیں کر رہی ہے، اگر ان میں سے کچھ لوگ تبلیغی جماعت میں بھی شریک ہو جائیں تو اس چیز کو تبلیغی جماعت کی طرف منسوب کرنا صریح ظلم ہے علماء کی اہانت کے متعلق تو یہ ناکارہ اپنے رسالہ اعتدال میں تقریباً پچاس صفحے پر بہت تفصیل سے گفتگو کر چکا ہے، اس میں اس اعتراف کو بھی اور اس کی وجہ کو بھی بہت تفصیل سے لکھا ہے جہاں تک تبلیغی جماعت کا تعلق ہے میسر علم میں تو یہ ہے کہ علماء کے احترام کی مرکز اور کار تبلیغ کی طرف سے بہت تاکید ہوتی ہے، اگر اس کے خلاف کسی کا قول یا فعل ہو تو یہ اس کا ذاتی فعل یا قول ہے۔ میں اس سے پہلی فصل میں جہاں مدارس کے نقصان کا بیان کر چکا ہوں وہاں بہت سے تاجروں اور رئیسوں کا مقلوب جو متعدد علماء بلکہ خود مجھ سے بھی کہا گیا ہے کہ حضرت جی ہم لوگ تو آپ سے بہت خفا اور در در رہتے تھے۔ اس تبلیغ کی بدولت آپ تک پہنچا ہوا۔ یہ مقلوب بلا تفتیش بلا مبالغہ سو آدمیوں سے زائد سے میں نے سنا ہوگا۔ اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ کئی شہر میں علماء و مفتیین تبلیغ سے پہلے جانا کتنا دشوار تھا، اور وعظ کہنے کا تو واہمہ بھی نہیں ہو سکتا تھا، حضرت حکیم الامتہ نور اللہ مرقدہ کو اپنی اہلیہ محترمہ کے حج سے واپسی پر بمبئی تشریف لے جانے پر کس قدر اذیت دی گئی کہ مخالفین نے بجلی کے تار کاٹ دیئے مکان کا محاصرہ کر لیا اور حضرت قدس سرہ پر حملہ کیا۔ میزان کی خوش اسلوبی اور بہترین انتظام کی وجہ سے حضرت قدس سرہ کو اس مکان سے دوسرے مکان میں اندھیرے کے اندر پہنچایا گیا۔ ششہرہ میں جب حضرت سہارنپوری قدس سرہ تین سو خدام کے ساتھ حج میں تشریف لے جا رہے تھے یہ ناکارہ بھی اس میں ہر کا ب تھا تو اہل بمبئی کے شری اور فسادی مخالفین کے خوف سے حضرت کو مع قافلہ کے بمبئی سے دس میل دور ایک قبرستان میں ٹھہرایا گیا تھا اور وہاں نیچے لگائے گئے تھے۔ علماء دیوبند کا بمبئی میں علی الاعلان جانا کس قدر دشوار تھا اس سے ظاہر ہے کہ بمبئی کی کسی مسجد میں کسی معروف دیوبندی کا نماز پڑھ لینا معلوم ہو جاتا تو اس مسجد کو پاک کرایا جاتا تھا، لیکن اب وہی بمبئی ہے کہ جہاں علماء حقہ کی طلب اور بلانے کے تقاضے اتنی کثرت سے ہوتے ہیں کہ ان کا پورا کرنا بھی مشکل ہے، جہاں تک تبلیغی اکابر کے ارشادات کا تعلق ہے ان سے انکار یا چشم پوشی انتہائی موجب تعجب ہے، اگر کسی تبلیغ والے میں سے کسی نالائق نے جو پہلے سے علما کا مخالف ہو علماء کی شان میں خلاف کہہ دیا ہو تو یہ بھی دیکھنا ہے کہ یہ تبلیغ سے پہلے علماء کے ساتھ کیسا تعلق رکھتا تھا، اگر

وہ پہلے سے معتقد تھا اور تبلیغ میں آنے کے بعد یہ حرکت شروع کی تب تو تبلیغ پر یہ الزام سچا ہے اور اگر وہ پہلے سے مخالف تھا تو تم ہی سوچو کہ اس میں تبلیغ پر کیا الزام ہے مجھے اس وقت حضرت حکیم الامتہ نور اللہ مرقدہ کا ایک لطیفہ یاد آیا کہ ایک مدرسے کے طالب علم نے کسی کی چوری کر لی تھی اس نے حضرت قدس سرہ سے شکایت کی کہ حضرت طالب علم بھی چوری کرنے لگے، تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ بالکل نہیں بلکہ چور طالب علمی کرنے لگے حضرت دیوبند کا ارشاد ہے کہ عا ہمارے کان کن جہاں بھی کہیں جاویں وہاں کے حقانی علماء اور صلحاء کی خدمت میں ماضی کی کوشش کریں لیکن یہ ماضی صرف استفادہ کی نیت سے ہو اور ان حضرات کو براہ راست اس کام کی دعوت نہ دیں۔ وہ حضرات جن دینی مشاغل میں لگے ہوئے ہیں ان کو تو وہ خوب جانتے ہیں اور ان کے منافع کا وہ تجربہ رکھتے ہیں، اور تم اپنی یہ بات ان کو اچھی طرح سے سمجھانہ سکو گے یعنی تم ان کو اپنی باتوں سے اس کا یقین نہیں دلا سکو گے کہ یہ کام ان کے دوسرے دینی مشاغل سے زیادہ دین کے لئے مفید اور زیادہ منفعت بخش ہے، نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ تمہاری بات کو مانیں گے نہیں اس لئے ان کی خدمت میں بس استفادہ ہی کے لئے جایا جائے، لیکن ان کے حوالہ میں نہایت محنت سے کام کیا جائے اور مامولوں کی زیادہ سے زیادہ رعایت کی کوشش کی جائے اس طرح یہ ہے کہ تمہارے کام اور اس کے نتائج کی اطلاع میں خود بخود ان کو پہنچیں گی، اور وہ ان کے لئے داعی اور ان کی توجہ کی طالب ہو جائے گی پھر اگر اس کے بعد وہ خود تمہاری طرف اور تمہارے کام کی طرف متوجہ ہوں تو ان سے سربردستی اور خبر گیری کی درخواست کی جائے، اور ان کے دینی ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی بات ان سے کہی جائے۔ (ملفوظات)

عا ارشاد فرمایا کہ اگر کہیں دیکھا جائے کہ وہاں کے علماء اور صلحاء اس کام کی طرف ہمدردانہ طور سے متوجہ نہیں ہوتے تو ان کی طرف سے بدگمانیوں کو دل میں جگہ نہ دی جائے، بلکہ یہ سمجھ لیا جائے کہ ان حضرات پر اس کام کی پوری حقیقت ابھی کھلی نہیں۔ علاوہ اس کے یہ بھی سمجھنے کی بات ہے کہ دنیا جو حقیر و ذلیل چیز ہے جب اس کے گرفتار اپنے دنیوی مشاغل پر اس کام کو ترجیح نہیں دے سکتے اور اپنے مشاغل و انہماک کو چھوڑ کر اس کام میں نہیں لگ سکتے تو اہل دین اپنے اعلیٰ مشاغل کو اس کام کیلئے کیسے آسانی سے چھوڑ سکتے ہیں (ملفوظات) عا فرمایا کہ مسلمانوں کو علماء کی خدمت میں چار میتوں سے جانا چاہئے۔ اول اسلام کی جہت سے یہ کہ ان کے قلوب و اجسام حامل علوم نبوت ہیں۔ اس جہت سے بھی وہ قابلِ تعظیم اور لائقِ خدمت ہیں یہ کہ وہ ہمارے دینی کاموں

کی نگرانی کرنے والے ہیں۔ ان کی ضروریات کے تقدر کے لئے کیونکہ اگر دوسرے مسلمان ان کی دنیوی ضرورتوں کا تقدر کر کے ان ضرورتوں کو پورا کر دیں جن کو اہل اموال پورا کر سکتے ہیں تو علماء اپنی ان ضرورتوں میں وقت صرف کرنے سے بچ جائیں گے اور وہ وقت بھی خدمت علم و دین میں خرچ کریں گے تو اہل اموال کو ان کے ان اعمال کا ثواب ملے گا۔ (ملفوظات)

۳۱ ایک بار فرمایا کہ جو دودھ سہارنپور، دیوبند وغیرہ تبلیغ کے لئے جارہے ہیں ان کے ہمراہ تجارتی کے خطوط کر دیئے جائیں جن میں نیاز مندانہ لہجہ میں حضرات علماء سے عرض کیا جائے کہ یہ دودھ عام میں تبلیغ کے لئے حاضر ہے ہیں، آپ حضرات کے اوقات بہت قیمتی ہیں، اگر ان میں سے کچھ وقت اس قافلہ کی سرپرستی میں دے سکیں جس میں آپ کا اور طلبہ کا حرج نہ ہو تو اس کی سرپرستی فرمائیں اور طلبہ کو اس کام میں اپنی نگرانی میں ساتھ لیں۔ طلبہ کو از خود بددن اساتذہ کی نگرانی کے اس کام میں حصہ نہ لینا چاہیے، اور قافلہ والوں کو یعنی دودھ تبلیغ کو نصیحت کی جائے کہ اگر حضرات علماء توجہ میں کمی کریں تو ان کے دلوں میں علماء پر اعتراض نہ آنے پائے، بلکہ یہ سمجھ لیں کہ علماء ہم سے بھی زیادہ اہم کام میں مشغول ہیں، وہ راتوں کو بھی خدمت علم میں مشغول رہتے ہیں جبکہ دیگر آرام کی نیند سوتے ہیں، اور ان کی عدم توجہ کو اپنی کوتاہی پر محمول کریں کہ ہم نے ان کے پاس آدورفت کم کی ہے اس لئے وہ ہم سے زیادہ ان لوگوں پر متوجہ ہیں جو ساہا سال کے لئے ان کے پاس آئے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ایک عامی مسلمان کی طرف سے بھی بلاوجہ بدگمانی ہلاکت میں ڈالنے والی ہے اور علماء پر اعتراض تو بہت سخت چیز ہے، پھر فرمایا کہ ہمارا طریقہ تبلیغ میں عزت و احترام علماء بنیادی چیز ہیں۔ ہر مسلمان کی وجہ اسلام کے عزت کرنی چاہیے اور علماء کا بوجہ علم دین کے بہت احترام کرنا چاہئے۔ پھر فرمایا کہ علم اور ذکر کا کام ابھی تک ہمارے مبلغین کے قبضہ میں نہیں آیا۔ اس کی مجھے بڑی فکر ہے اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ ان لوگوں کو اہل علم اور اہل ذکر کے پاس بھیجا جائے کہ ان کی سرپرستی میں تبلیغ بھی کریں۔ اور ان کے علم و صحبت سے بھی مستفید ہوں۔ (ملفوظات)

۳۲ ایک مرتبہ مولانا ظفر احمد صاحب زاد مجد ہم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مولانا تھانویؒ کے لوگوں کی مجھے بہت قدر ہے کیونکہ وہ قریب العہد ہیں، اسی وجہ سے تم میری باتیں جلدی سمجھ جاتے ہو کہ مولانا کی باتیں سن چکے ہو اور تازہ سنی ہوئی ہیں، تمہاری وجہ سے میرے کام میں بہت برکت ہوتی ہے میرا بہت جی خوش ہوا، پھر بہت دلائل دیں اور فرمایا،

تم خود بھی رور و کر اس نعمت کا شکر کرو۔ (ملفوظات)

۳۳ فرمایا کہ ہمارے کام کرنے والوں کو تین طبقوں میں تین ہی مقاصد کے لئے خصوصیت کے ساتھ جانا چاہئے علماء اور صلحاء کی خدمت میں دین سیکھنے اور دین کے اچھے اثرات لینے کے لئے الی آخرہ۔ (ملفوظات)

۳۴ فرمایا کہ ہمارے اس کام کا اصول یہ ہے کہ مسلمانوں کے جس طبقہ کا حق اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے اس کو ادا کرتے ہوئے اس دعوت کو اس کے سامنے پیش کیا جائے۔ علماء دین کا حق تعظیم و ارکے ان کو یہ دعوت دی جائے۔ (ملفوظات)

۳۵ ارشاد فرمایا "علمائے کبار" کہ ان تبلیغی جماعتوں کی چلت پھرت اور محنت و کوشش سے عوام میں دین کی طرف صرف طلب اور قدر ہی پیدا کی جاسکتی ہے اور ان کو دین سیکھنے پر آمادہ ہی کیا جاسکتا ہے۔ آگے دین کی تعلیم و تربیت کا کام علماء اور صلحاء کی توجہ فرمائی ہی ہو سکتا ہے اس لئے آپ حضرات کی توجہات کی بڑی ضرورت ہے۔ (ملفوظات)

۳۶ کسی سلسلے سے عہد حاضر کے ایک مشہور صاحب علم اور صاحب قلم خادم دین کا ذکر آگیا جن کی بعض علمی کمزوریوں کی بنا پر خاص دین دار طبقوں کو ان پر اعتراض تھا تو فرمایا کہ میں تو ان کا قدردان ہوں ہوں، اگر ان میں کوئی کمزوری ہو تو میں اس کا علم بھی حاصل کرنا نہیں چاہتا یہ معاملہ اللہ کا ہے شاید ان کے پاس اس کا کوئی عذر ہو، ہم کو تو عام حکم یہ ہے کہ دعائیں کرو وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا الآية (ملفوظات)

۳۷ فرمایا کہ ہماری اس تحریک کا اصل مقصد ہے مسلمانوں کو جمیع مآجاء بہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سکھانا، یعنی اسلام کے پورے علمی و عملی نظام سے امت کو وابستہ کر دینا تو ہے ہمارا اصل مقصد یہی قافلوں کی یہ چلت پھرت اور تبلیغی گفت و گو ہے اس مقصد کیلئے ابتدائی ذریعہ ہے اور اگر انسانی تعلیم کو باہمالیہ پورے نصاب کی اہمیت ہے یہ بھی ظاہر ہے کہ ہمارے قافلہ پورے کام نہیں کر سکتے ان سے تو بس اتنا ہی ہو سکتا ہے کہ ہر جگہ پہنچ کر اپنی جدوجہد سے ایک حرکت اور بیداری پیدا کر دیں اور غافلوں کو متوجہ کر کے وہاں کے مقامی اہل دین سے وابستہ کرنے کی اور اس جگہ کے دین کی فکر کئے والوں علماء و صلحاء کو ہمارے عوام کی اصلاح پر نگاہ دینے کی کوشش کریں، ہر جگہ ہر اصلی کام تو وہیں کے کارکن کر سکیں گے، اور عوام کو زیادہ فائدہ اپنی ہی جگہ کے اہل دین سے استفادہ کرنے میں ہو گا۔ البتہ اس کا طریقہ ہمارے ان آدمیوں سے سیکھا جائے جو ایک عمر

سے افادہ و استفادہ اور تعلیم کے اس طریقہ پر عامل ہیں اور اس پر بڑی حد تک تابو پکے ہیں۔ (ملفوظات)

علا ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ علم کے فروغ اور ترقی کے بعد رادر علم ہی کے فسروغ اور ترقی کے ماتحت دین پاک فروغ اور ترقی پا سکتا ہے، میری تحریک سے علم کو ذرا بھی ٹھیس پہنچے یہ میرے لئے خسران عظیم ہے۔ میرا مطلب تبلیغ سے علم کی طرف ترقی کرنے والوں کو ذرا بھی روکنا یا نقصان پہونچانا نہیں ہے۔ بلکہ اس سے بہت زیادہ ترقیات کی ضرورت ہے اور موجودہ جہاں تک ترقی کر رہے ہیں یہ بہت ناکافی ہے (سوانح حضرت دہلوی) علی میاں سوانح مذکور میں لکھتے ہیں مولانا ایک طرف علماء کو عوام سے اس دعوت کے ذریعہ قریب ہونے کی اور ان کا اندر اپنے دل میں پیدا کرنے کی تاکید فرماتے تھے دوسری طرف عوام کو علماء کی مرتبہ شناسی، قدر دانی اور ان سے استفادہ کی طرف توجہ دلاتے رہتے تھے۔ ان کو بتا کید اصول کے مطابق علماء کی خدمت میں ہنر ہونے کی فہمائش کرتے تھے ان کی ملاقات اور زیارت کا ثواب بیان فرماتے تھے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہونے کے آداب و اصول سمجھاتے تھے۔ ان کو دعوت دینے ان سے فائدہ اٹھانے اور ان کو مشغول کرنے کا طریقہ بتاتے تھے۔ ان کی جو باتیں سمجھ میں نہ آئیں ان کی تاویل اور ان کے ساتھ حسن ظن رکھنے کی عادت ڈالتے۔ ان کو ان کی خدمت میں بھیجتے تھے اور پھر ان سے پوچھتے تھے کہ کس طرح گئے اور کیا باتیں ہوئیں؟ پھر ان کی تنقیدوں اور تاثرات کی اصلاح اور تصحیح فرماتے تھے۔ اس طرح عوام، تجار اور کاروباری لوگوں کو علماء سے اتنا قریب کر دیا کہ پچھلے برسوں میں کبھی اتنے قریب نہیں ہوئے۔ بد قسمتی سے شہروں میں سیاسی تحریکات اور مقامی اختلافات کی وجہ سے عوام میں علماء کی طرف سے ایک عام بیزاری پیدا ہونے لگی تھی، اور بغیر کسی استثناء اور تخصیص کے عام مایلین دین اور علماء کے خلاف ایک عام جذبہ عناد پیدا ہونے لگا تھا۔ مولانا کی ان کوششوں اور حکمت عملی سے کم سے کم اس دعوت کے معلقہ اثر میں یہ بات پیدا ہو گئی کہ سیاسی اختلافات کو عوام دین کے لئے کوارا کرنے لگے، اور سیاسی مسلک کے اختلاف کے باوجود علماء حق کی تعظیم اور قدردانیت کی گنجائش نکل آئی، بڑے بڑے تاجر جو علماء سے برسوں سے متوحش تھے علماء کی خدمت میں مودبانہ حاضر ہونے لگے۔ اور اپنے تبلیغی جلسوں اور تقریروں میں ادب و احسان کے ساتھ بے جا نہ لگے۔ (سوانح حضرت دہلوی)

علا ایک طویل ملفوظ جو اپنی بیماری کی حالت میں ان لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے جو وضو کر رہے تھے فرمایا کہ تم مجھے وضو کراتے وقت بیماری کی خدمت کی نیت کے علاوہ یہ نیت بھی کیا کرو کہ اے اللہ ہم یہ

کہتے ہیں کہ تیرے اس بندہ کی نماز ہم سے اچھی ہوتی ہے تو ہم اس لئے اس کو وضو کراتے ہیں کہ اس کی نماز کے ثواب میں ہمارا حصہ ہو جائے۔ پھر فرمایا یہ میں ان لوگوں کو کہتا ہوں لیکن میں خود گریہ سمجھنے لگوں کہ میری نماز ان لوگوں سے اچھی ہوتی ہے تو مردود ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد دوسری گفتگو کے بعد فرمایا کہ تم لوگ ان علماء کی خدمت کرو جو ابھی تک تمہاری قوم کو دین سکھانے کی طرف متوجہ نہیں ہوئے ہیں، میرا کیا ہے؟ میں تو تمہارے ملک میں جاتا ہی ہوں نہ بلا وجہ بھی جاؤں گا جو علماء ابھی تمہاری طرف متوجہ نہیں ہیں ان کی خدمت کرو کہ تو وہ بھی تمہاری قوم کی دینی خدمت کرنے لگے (ملفوظات)

علا مولانا حاج محمد یوسف صاحب کی سوانح میں لکھا ہے کہ مولانا کی نگاہ میں علماء دین کی سب سے زیادہ قدر تھی۔ آج جس طرح علماء کی ناقدری ان پر بیجا تنقید کا رواج پیدا ہو گیا ہے مولانا اس کو دین کے لئے بڑا مہلک سمجھتے تھے اور ناقدری کرنے والوں کی محرومی کا باعث جانتے تھے، اس نے ایک رفیق کو تحریر کرتے ہوئے دیکھے خوب سمجھ لیجئے ہم اکابر علماء کے ہر وقت محتاج ہیں ان کے بغیر چارہ کار نہیں ان کے دامن کے ساتھ دانشی جاری سعادت ہے یہ حضرات بہت سی خوبوں اور علوم نویس کے افواج کے حامل ہیں انہی قدر دانی علوم نبوت کی قدر دانی جو جس قدر ہم انہی قدر و خدمت کریں گے اور انہی خدمت میں حاضری کو بڑی عبارت سمجھ کر ان کے ارشادات و نصائح سے مستفید ہوتے ہوئے ان سے مفید مشورے حاصل کرتے ہیں گے اسی قدر علوم نبویہ کے انوارات سے منور ہوتے رہیں گے یہ (سوانح یوسفی) علا ایک مرتبہ علماء کو تعلیمی معلقہ کے ختم پر فرمایا ہم یہ نہیں چاہتے کہ بخاری پڑھانے والوں کو التحیات پڑھانے پر لگا دیں مگر یہ ضرور چاہتے ہیں کہ التحیات یاد کرانے کی بخاری پڑھانے والوں کے نزدیک بھی انتہائی اہمیت ہو۔ اس لئے کہ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم میں سے ایک علم ہے اسے غیر اہم سمجھنے والا کہیں کا نہیں رہے گا، اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ تعلیم کا یہ درجہ بھی ماہرین بخاری کی منگوائی میں ہو (سوانح یوسفی)

علا ایک عالم دین کو خطا لکھتے ہوئے حسب ذیل الفاظ تحریر فرماتے: حضرت عالی کو اللہ رب العزت نے ہر طرح کی خوبی سے مالا مال فرمایا ہے، ان نورانی روحانی علوم کا سرچشمہ بھی بنایا اور اس زبردست عظمت والی امانت نبوت کا داعی بھی بنایا، اگر حضرت علی کی توجہات اور دعاؤں سے یہ مبارک قابل رشک اور ہیستریں گروہ علم کی بلند یوں سے اس مبارک عمل کے دوزد صوب کے میدان میں کود پڑے اور اپنی اس علمی اشتغال والی قربانیوں کے ساتھ تھوڑے دنوں اس گھاٹی کو عبور کرے تو یہ امانت مبارکہ انہوں کے ہاتھ میں آکر سرسبز ہو جائے اور نا اہلیت کی بنا پر جو خطرات لاحق ہوتے ہیں ان سے اس امانت عظیم کی حفاظت بھی ہو جائے۔ (سوانح یوسفی)

۱۶ مولانا یوسف صاحب ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: "بزرگان دین سے بظن نہ ہوں بلکہ ان کی خدمت میں محض استفادہ کے طور پر جاتے رہا کریں" ان کے پاس جب جاؤں تو دعیا میں یہ نہ ہو کہ میں ان کو کچھ دینے جا رہا ہوں بلکہ ہمیشہ یہی خیال رہے کہ مجھے کچھ حاصل کرنا ہے اور ان حضرات کو دعوت نہ دیا کریں؟ (سوانح یوسفی عزیزی)

۱۷ مولانا یوسف صاحب الوداعی ہدایت میں فرمایا کرتے تھے "خصوصی گشت میں جب دینی اکابر کی خدمت میں حاضری ہو تو ان سے صرف دعاؤں کی درخواست کی جائے۔ اور ان کی توجہ دینی جائے تو کام کا کچھ ذکر کر دیا جائے (سوانح یوسفی) مفتی عزیز الرحمن صاحب بخوری اپنی ابتدائی آمد کی تفصیل میں مولانا یوسف صاحب کی طرف سے اکرام، اعزاز، خاطر کی تفصیل لکھنے کے بعد جو قابل دید ہیں مگر بہت طویل ہیں لکھتے ہیں کہ یہ صرف میری ہی خصوصیت نہ تھی بلکہ انکو کسی طرح سے یہ معلوم ہو جانا چاہیے تھا کہ فلاں عالم ہے بس پھر کیا تھا ان کے ساتھ بھی یہی برتاؤ ہوتا میری ساتھ ایک رفیق تھے جن میں کوئی ظاہری علامت ایسی نہ تھی جس سے ان کو عالم سمجھا جائے، میں نے ان کو مولانا کہہ کر خطاب کیا۔ جس پر حضرت جی متوجہ ہوئے اور اپنی جگہ سے بلو کر اپنے قریب بٹھایا۔ حضرت جی فرمایا کرتے تھے کہ میں جو دیوبند سہارنپور جاعتیں بھیجتا ہوں اس لئے نہیں کہ تبلیغ کی جائے ان کو دعوت دی جائے میں تو اس غرض سے بھیجتا ہوں کہ آج عوام علماء سے دور ہوتے جا رہے ہیں یہ ان سے قریب ہو جاویں اسی میں ان کا فائدہ ہے (سوانح یوسفی عزیزی)

۱۸ مولانا یوسف صاحب کے سلہٹ کی تشریف آوری کی کارگزاری کا ذکر کرنے کے بعد مفتی عزیز الرحمن صاحب لکھتے ہیں کہ جہاں حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کا برسوں قیام رہا اور حضرت مولانا یوسف صاحب اس قسم کی نسبتوں کا بہت زیادہ خیال رکھتا کرتے تھے جس مقام کو بزرگوں سے نسبت ہوتی وہاں اُسے اجتماع باوجود کام نہ ہونے کے خصوصی توجہ کے ساتھ مقرر فرماتے۔ چنانچہ پہلے کا اجتماع حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی وجہ سے طے فرمایا۔ سلہٹ کے اجتماع میں حضرت مدنی کے کافی خلفاء شریک ہوئے۔ آپ نے ان کا بہت زیادہ اکرام فرمایا اور مشوروں میں شریک رکھا۔ اور احترام ملحوظ رکھتے ہوئے کام کی طرف توجہ دلائی (سوانح یوسفی عزیزی)

۱۹ مولانا محمد ثانی صاحب سوانح یوسفی میں ایک مکتوب مولانا یوسف صاحب کا جناب الحاج فضل عظیم صاحب مراد آبادی غم المکی کے نام طویل مکتوب میں لکھتے ہیں کہ "سب سے اہم جزو علم و

ذکر کا اشتغال ہے۔۔۔ اور اس کے لئے سب سے اہم دو جانبوں کے حقوق کو ادا کرنے پر مداومت پالینا ہے ایک علم و ذکر کی طرف نسبت رکھنے والے بزرگوں کی عظمت کو دل میں محسوس کرنا جو کام کیا جائے اس کی اطلاع کے ذریعے اور مشاورت کے ذریعے ان کی بڑائی کو پہچانا اور ان کے حقوق کو ادا کرنا، اور اسی طرح دنیوی امور میں مادی بڑوں کے حقوق کو ادا کرنا اور اپنے مادی کاموں میں ان کی مشاورت کو بھی شامل کرنا۔

۲۰ ایک دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں جو بہت طویل ہے، علم کے فضائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ علماء کی خدمت میں حاضری دی جائے اس کو بھی عبادت یقین کیا جائے، بہت طویل مکتوب تقریباً ۲۳ صفحے کا ہے جو نصاب سے لبریز ہے (سوانح یوسفی) ایک اور جگہ ایک واقعہ لکھا ہے مولانا یوسف صاحب کے خادم اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابو داؤد شریف کا سبق پڑھنے کے لئے حضرت جی (مولانا محمد یوسف صاحب) کے کتب خانہ میں جا رہے تھے کہ خبر ملی کہ مولانا سیح اللہ خاں صاحب جلال آبادی خلیفہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لارہے ہیں، ہم لوگوں کا پڑھنا ملتوی ہو گیا، اور حضرت مولانا سیح اللہ خاں صاحب تشریف لے آئے۔۔۔۔۔۔ حضرت مولانا نے حجرے سے باہر آ کر استقبال فرمایا اور حجرہ میں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر گفتگو کے بعد حضرت مولانا اپنے کتب خانہ سے اپنی تصانیف امانی الاحبار اور حیاۃ الصحابہ لائے۔ اور خدمت میں پیش فرمائیں۔ موصوف دیکھتے جاتے تھے اور حضرت کی قربانی اور بلند عزتی کا اظہار کرتے جلتے تھے (سوانح یوسفی)

(اشکال ۱) جو بہت ہی شروع سے ہو رہا ہے کہ تبلیغ علماء کا کام ہے جاہلوں کا کام تبلیغ کرنا نہیں، یہ اعتراض بہت ہی مختلف عنوانات میں مختلف عبارات میں مجھ تک پہنچتا رہا۔ اور میں مختصر مفصل سوال کے مطابق جواب بھی لکھواتا رہا، یہ اعتراض دراصل تبلیغ و دعوت میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ و عفا در حقیقت صرف عالموں کا کام ہے جاہلوں کو وعظ کرنا جائز نہیں اس کے لئے عالم ہونا بہت ضروری ہے تاکہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ شریعت کے موافق ہو۔ کوئی چیز اس میں قرآن و حدیث کے خلاف نہ کہی جاسکے، اور تبلیغ جس کے معنی مرث پیام پہنچانے کے ہیں کوئی پیام کسی کے ہاتھ بھیجدینے کے واسطے اس کا عالم ہونا بالکل ضروری نہیں جن اکابر کے کلام میں تبلیغ علماء کے ساتھ مخصوص ذکر کی گئی ہے وہ حقیقت میں تبلیغ کے لفظ کو

عام کچھ کر اس کا اطلاق کر دیا گیا ہے ورنہ نظام الدین کی تبلیغی جماعت پر یہ اشکال بالکل نہیں وارد ہوتا۔ اس لئے کہ ان کی تبلیغ میں صرف چھ نمبر متعین بتائے جاتے ہیں ان ہی کی مشق کرائی جاتی ہے اور ان ہی کو پیام کو طور پر لے جا کر شہر و شہر ملک در ملک بھیجا جاتا ہے ان کے اصول میں یہ بھی ہے کہ چھ نمبروں کے ساتھ ساتواں نمبر یہ ہے کہ ان چھ امور کے علاوہ کسی دوسری چیز میں مشغول نہ ہو، حضرت عظیم الامتہ کا ارشاد ہے کہ جو مسائل منصوص صاف صاف شریعت کے ہیں ان کی تبلیغ صرف علماء کے ساتھ خاص نہیں ہر شخص باور بلند کہہ سکتا ہے امور اجتہاد سے خطاب کرنا البتہ علماء کے ساتھ خاص ہے کہ عوام اس میں غلطی کریں گے۔ (انفاس مبینی) تعجب ہے کہ ایک جانب تو ان پر یہ اعتراف ہے کہ جاہلوں کو تبلیغ کے واسطے بھیجا جاتا ہے اور اس کے بالمقابل دوسرا امر یہ ہے کہ یہ لوگ دین کے دوسرے امور کو نہیں لیتے شریعت اور دین ان چھ نمبروں میں موقوف نہیں، بہت سے ادا، فواہی، منکرات ایسے ہیں جن کی اصلاح بہت ضروری ہے، مگر یہ تبلیغ والے ان کو نہیں چھیڑتے اس کی دراصل وجہ یہ ہے کہ یہ حامی لوگ ہوتے ہیں ان کو وعظ کہنے کی بالکل اجازت نہیں آتی کہ ان ہیں علماء ہوں تو وہ اس سے مستثنیٰ ہیں کہ عالم کا وعظ کہنا حق ہے مگر تبلیغی اسفار میں اور تبلیغی اجتماعات میں وہ بھی اس کے پابند ہیں کہ تبلیغ کے چھ نمبروں کے علاوہ اس اجتماع میں دوسری چیزیں نہ چھیڑیں کہ مسائل میں اختلافات ہوتے ہیں اور اختلافی مسائل میں مناظرہ وغیرہ شروع ہو جاتے ہیں ان کے چھ امور اجتماعی اور متفق علیہ ہیں جن میں کوئی اختلافی چیز نہیں، اور یہ بات کہ تبلیغ کے لئے عالم ہونا ضروری نہیں امارت کثیرہ اور آثار صحابہ سے بہت ہی کثرت سے ثابت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر متعدد اعلانات فرمائے جو کتب حدیث میں کثرت سے موجود ہیں اور ان پر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو حاضر ہیں وہ غائبین کو میرا یہ پیغام پہنچا دیں، حالانکہ حجۃ الوداع میں سو لاکھ کا مجمع تھا کیا سارے ہی عالم تھے۔ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے اس سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی نہیں کی تھی مگر چونکہ صرف ایک خاص پیغام پہنچانا تھا اس کے لئے عالم ہونے کی ضرورت نہیں، اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع میں یہ اعلان فرمایا کہ حاضرین غائبین کو یہ پیغام پہنچا دیں، امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باب رب جہلم ادعی من سامع باب باندھا ہے کہ بہت سے ایسے لوگ جو کم پڑے ہوں ایسوں کو پیغام پہنچانے ہیں جو زیادہ پڑے ہوئے ہوتے ہیں انہیں بخاری نے اس میں حضور اقدس کا یہ پیغام نقل کیا کہ تمہارے خون اور تمہارے احوال اور تمہاری آبرو میں تم پر مشتمل ہے

ایسے ہی حرام ہیں جیسا کہ اس شہر میں اس دن میں اور اس مہینے میں، پھر یہ اعلان فرمایا کہ جو موجود ہیں وہ غائبین کو میرا یہ پیغام پہنچا دیں۔ بہت ممکن ہے کہ جو موجود ہیں وہ ایسے لوگوں تک میرا پیغام پہنچائیں جو سننے والوں سے زیادہ محفوظ رکھنے والے ہوں، اس حدیث پاک سے معترضین کا یہ اعتراف بھی اڑ گیا کہ جاہلوں کو تبلیغ کے لئے علماء کے پاس بھیجا جاتا ہے حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہ کا ایک ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے کو تبلیغ کا اہل نہیں سمجھتا ہے تو اس کو بیٹھا رہنا نہیں چاہئے بلکہ اس کو تو کام میں لگنے اور دوسروں کو اٹھانے کی اولیٰ زیادہ کوشش کرنا چاہئے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بڑا خیر کا کام چند نااہلوں کے سلسلہ سے کسی اہل تک پہنچ جاتا ہے اور پھر وہ پھولتا پھلتا ہے اور پھر اس کا اجر بقاعدہ من دعا الی حسنة الحدیث کی بنا پر ان نااہلوں کو بھی پورا پہنچ جاتا ہے جو اس کام کے اس اہل نکت پہنچے کا ذریعہ بنے۔ پس جو نااہل ہو اس کو تو اس کام میں اور زیادہ زور سے لگنا ضروری ہے میں بھی اپنے کو جو نکتہ نااہل سمجھتا ہوں اس لئے اس میں مہمک ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ میری اس کوشش سے کام کو اس کے کسی اہل تک پہنچا دے اور پھر اس کام کا جو اعلیٰ اجر اللہ پاک کے یہاں ہو وہ مجھے بھی عطا فرمادیا جاوے۔ (ملفوظات حضرت دہلوی) اسی طرح امام بخاری نے مستقل ایک باب اور باندھا ہے باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفد عبد القیس علی ان یحفظوا الایمان والعلم ویخبروا من وراءہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وفد کو چند باتیں بتائیں اور یہ فرمایا کہ ان باتوں کو محفوظ رکھو اور اپنی قوم میں جا کر ان کو پہنچا دو۔ امام بخاری نے باب القراۃ علی المحدث میں ایک صحابی کا واقعہ لکھا ہے جو گاؤں کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس آپ کا قاصد پہنچا اور انھوں نے آپ کی طرف سے نقل کیا کہ اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے قاصد نے سچ کہا ہے انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے قاصد نے یہ بھی بتایا کہ ہمارے اور پانچ نمازیں فرض ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچ کہا، انھوں نے یہ بھی کہا کہ آپ کے قاصد نے کہا کہ ہمارے اور پانچ ماہ کے روزے ہیں، حضور نے فرمایا کہ سچ کہا، انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے میں ان چیزوں میں سے کسی میں کمی یا زیادتی نہیں کروں گا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس نے سچ کہا تو جنت میں داخل ہو گا اس حدیث پاک میں کمی زیادتی نہ کرنے میں مختلف اقوال ہیں جن میں سے ایک قول یہ ہے کہ اپنی قوم کے پاس پہنچانے میں کمی زیادتی نہیں کروں گا۔ انفا

میں حضرت حکیم الامتہ تھانوی نور اللہ مرقدہ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ تبلیغ کی دو قسمیں ہیں غلامی و عام، تبلیغ خاص انفرادی طور سے ہر شخص کے ذمہ ہے اور تبلیغ عام علماء کے ساتھ خاص ہے۔ اسی طرح خطاب بغیر المنصوص علماء کا کام ہے اور خطاب بالمنصوص کے ساتھ ہر مسلمان تبلیغ کا کام کر سکتا ہے فقط یہی وہ فرق ہے جس کو میں نے شروع میں کہا کہ دُعَا صرف علماء کا کام ہے اور مخصوص جہز کا پہنچا دینا علماء کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ ہر شخص کو کرنا چاہئے۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے اپنے دُعَا آداب التبلیغ میں بہت تفصیل سے اس کو بیان فرمایا جو ہمیں بھی تبلیغ عام اور خاص کی تفریق فرمائی ہے اور بیان فرمایا ہے کہ تبلیغ خاص کیلئے توسل کی حقیقت کا معلوم ہونا اور اسکے بیان پر قدرت ہونا شرط ہے۔ اور تبلیغ عام یعنی دُعَا کہنا یہ علماء کا کام ہے۔ خواہ درسیات پڑھ کر عالم ہوا ہو یا کسی عالم سے مسائل سن سن کر عالم ہو گیا ہو اس کو بھی تبلیغ عام کی اجازت ہے بشرطیکہ کسی بڑے نے اس کو اس کام کے لئے تین کیا ہو، چنانچہ صحابہؓ نے کہاں پڑھا تھا وہ بھی تو سن سن کر تبلیغ کرتے تھے، مگر ہر شخص خود نہ سمجھے کہ میں اس کے قابل ہوں جب تک کوئی کامل نہ کہہ دے کہ تم کامل ہو، بیعت افسوس کا ترجمہ جو مولانا ظفر احمد صاحب نے حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے ارشاد سے کیا اور وہ بخاری شریف کی احادیث کا انتخاب ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ نیز تبلیغ کا خاص طور سے اہتمام کرنا چاہئے کہ اہل معرفت اور نبی عن المنکر سے یہی مراد ہے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ خواص نے صرف درس و تدریس پر قناعت کر لی ہے عامہ مسلمین کو امر و نہی کرنے سے پہلو تہی کی جاتی ہے، حالانکہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جن کے یہ حضرات وارث ہیں اصل وظیفہ امر و نہی اور تبلیغ ہی تھا، اصطلاحی درس و تدریس ان کا وظیفہ نہ تھا۔ درس و تدریس دراصل اسی مقصد کا وسیلہ اور ذریعہ ہے تاکہ مبلغ علم صحیح کے ساتھ تبلیغ کر سکے۔ پھر یہ کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ وسیلہ اور ذریعہ کا تو اتنا اہتمام اور اصل مقصد سے اتنی لے پردائی.... اور عامہ مسلمین کو جان لینا چاہئے کہ تبلیغ احکام صرف علماء ہی کے ذمہ نہیں بلکہ ہر مسلمان کے ذمہ ہے۔ جس شخص کو جتنا علم احکام کا حاصل ہے اس کو دوسروں تک پہنچانا اس کے ذمہ فرض ہے مثلاً اب کو معلوم ہو کہ نماز فرض ہے تو جو نماز نہیں پڑھتا اس کو یہ کہہ کر پہنچانا ہر شخص کے ذمہ ضروری ہے۔ اسی طرح جن کاموں کا گناہ ہونا معلوم ہے ان کا گناہ ہونا اس شخص کو بتلایا جائے جو ان میں مبتلا ہے۔ البتہ عام لوگوں کو دُعَا کی صورت سے تبلیغ نہ کرنا چاہیے کہ یہ منصب اہل علم کا ہے، جاہل جب دُعَا کہنا شروع کرتا ہے تو غلط یا صحیح جو زبان پر آتا ہے کہہ جاتا ہے۔ جس سے گمراہی کا اندیشہ ہے۔ اس لئے عام کو دُعَا نہ کہنا چاہئے بلکہ گفت و شنید اور نصیحت کے طور پر ایک دوسرے کو احکام سے مطلع کرنا

چاہئے کیونکہ تبلیغ احکام فرض ہے اور اس کو اصلاح حال میں بھی بڑا دخل ہے فقط اشکال کے مدارس اور خانقاہوں کے ساتھ تبلیغ کو حریف قرار دیا جاتا ہے یہ بھی غلط ہے جیسا مدارس کا فائدہ عظیم ہے ایسا ہی خانقاہوں کا فائدہ عظیم وہی طرح تبلیغ کا فائدہ بھی مستقل ہے بلکہ اس حیثیت کہ تبلیغ کا فائدہ عمومی ہے اور مدارس اور خانقاہوں کا فائدہ خصوصی ہے کہ مدارس اور خانقاہوں سے وہی لوگ جمع جامل کر سکے ہیں جو مدارس اور خانقاہوں میں جائیں اور تبلیغ کا فائدہ عمومی ہے اس حیثیت سے اس کا فائدہ ان دونوں سے زیادہ آہم اور تمیز آمیز ناقدر وں میں جابلو وین کا واقعہ لوگوں کو دین کی طرف کھینچ کر لانا ہی حضرت حکیم الامتہ تھانوی نور اللہ مرقدہ کا ارشاد و افادات میں لکھا ہے کہ مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ درس و تدریس مقارن مقصود کا مقدمہ ہے اور اصل مقصود تبلیغ ہے۔ آجکل بڑی کوتاہی ہو رہی ہے کہ درس و تدریس کو اصل سمجھ لیا ہے اور اس کوتاہی اور غلطی کی بدولت اکثر علماء کو جو تبلیغ نہیں کرتے ایک بہت بڑی فضیلت سے محروم ہو گئی ہے حضرات انبیاء کا درس یہی تبلیغ تھا۔ ابتداء میں درس و تدریس اور بعد فراغ علوم تحصیل اور تبلیغ دونوں کے حقوق ادا کرنے چاہئیں ایک طرف متوجہ ہو کر دوسری طرف سے غفلت کرنا یہ عظیم کوتاہی ہے علماء کو اس طرف ضرور توجہ کرنی چاہئے کہ وہ اپنا وقت تبلیغ میں بھی بٹ کیا کریں... آجکل مدارس میں اس کی بڑی کمی ہے، پڑھنے پڑھانے میں جس قدر مشغولی ہے تبلیغ کی طرف مطلق توجہ نہیں جس قدر وقت اس میں صرف کرتے ہیں تبلیغ میں اس کا نفع حصہ بھی خراج نہیں کرتے۔ اسی طرح ایک دوسری جگہ تحریر ہے "ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ دین میں تبلیغ اصل ہے اور درس و تدریس اس کے مقدمات مگر یہ شرط ہے کہ بلا ضرورت کسی مفید میں مبتلا ہو جائے ورنہ سکوت ہی بہتر ہے۔ چنانچہ... میں ایک مرتبہ ریل میں سفر کر رہا تھا موقع پر خیال رہتا تھا کہ لوگوں کو تبلیغ کرنا چاہئے۔ ایک شخص ریل میں تھا، اس کا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ بھائی یہ شریعت کے خلاف ہے اس کو درست کر لینا۔ اس نے چھپتے ہی شریعت کو ماں کی گالی دی، اسی روز سے میں نے بلا ضرورت لوگوں کو کہنا چھوڑ دیا۔ کہ ابھی تک تو گناہ ہی تھا اور اس صورت میں کفر تک کی نوبت آگئی؟ (افادات یومیہ حصہ اول)۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ اصل کام دعوت الی اللہ ہے۔ اور اس کے محفوظ اور قائم رکھنے کے لئے مدارس کی ضرورت ہے۔ اب یہ چاہئے کہ جب مدارس سے علم ضروری ماحصل کر لیں تو دعوت الی اللہ بھی کیا کریں جس کا آسان ذریعہ دُعَا ہے اور پڑھنا پڑھانا اس کا مقدمہ ہے اس لئے

یہ شغل بھی مزدور رکھیں جیسے نماز کے لئے و مناد و منو کے لئے پانی اور لوٹوں کا جمع کرنا ضروری ہے ایسے ہی تبلیغ کے لئے بھی پڑھنا پڑھنا ضروری ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص... و مناد اور لوٹوں ہی کے انتہام میں رہے اور پانی ہی بھر کرے اور نماز کا وقت گزر جائے تو کیا یہ شخص قابلِ مدح ہے؟ پس اسی طرح پڑھنا پڑھنا دعوت الہی الٰہی کے صرف مقدمات ہیں۔ مگر اب ان مقدمات میں ایسی مشغولی ہوئی کہ اصل کام کو بھی بھول گئے افسوس جو لوگ اس کے اہل تھے وہ بھی اس کو بھولے ہوئے ہیں کہ وہ مقدمات ہی میں مشغول ہیں مقصود میں وقت صرف نہیں کرتے (التبلیغ منہ و عطا دعوت الی اللہ) گذشتہ مضامین میں کثرت سے یہ مضمون لکھا جا چکا کہ حضرت دہلوی اور مولانا یوسف صاحب رحمہما اللہ کے مکاتیب تقاریر ملفوظات میں مدارس اور خانقاہوں کی اہمیت جتنی کثرت سے بیان کی گئی ہے وہ ظاہر ہے اور وہ دونوں حضرات اپنی تبلیغ کو مدارس اور خانقاہوں کے لئے بمنزلہ زمین ہموار کرنے کے فرماتے اور لکھتے رہے ہیں، اور ظاہر ہے کہ مدارس اور خانقاہوں میں وہی شخص جائے گا جس میں طلب ہوگی اور لوگوں میں طلب پیدا کرنے کا واحد ذریعہ یہ عمومی تبلیغ ہی ہے جس کی وجہ سے لوگوں میں دین کی طلب پیدا ہو اور جب تک دین کی طلب اور تہذیب پیدا نہ ہوگی نہ مدارس کو کوئی پوچھے گا نہ خانقاہوں کو، اگر تبلیغی کارگزاروں کو معلوم کیا جائے اور ان کی احوال سے تفصیلی علم حاصل ہو تو صرف ایک میوات ہی اس کے لئے شاہد عدل ہے کہ جہاں اسلام سے بھی لوگ واقف نہیں تھے وہاں ان چالیس سال میں کتنے علماء پیدا ہوئے جن کی تعداد ہزار سے بھی متجاوز ہو گئی۔ کتنے سالکین حضرت اقدس تھانوی —

حضرت شیخ الاسلام مدنی، حضرت اقدس رائے پوری کے خلفاء بن چکے ہیں، علی میاں حضرت دہلوی کی سوانح میں لکھتے ہیں کہ آپ نے یہ اچھی طرح محسوس کر لیا کہ ایسی حالت میں مسلمانوں میں ایمان و یقین روز بروز کم ہونے لگا اور عظمت دلوں سے اٹھتی جا رہی ہے، علم مسلمان دین کی ابتدائی اور بنیادی چیزوں سے محروم ہوتے جا رہے ہیں، لہذا ان یکمیلی شعبوں کا قیام جو دین کی جڑ پکڑ جانے کے بعد کی چیزیں ہیں ذرا قبل از وقت باتیں ہیں، طلباء اور جماعات کے سیلاب کے رخ کو خدا داد فراست و بصیرت سے پہچان کر آپ نے اچھی طرح محسوس کر لیا کہ نئے دینی اداروں کا قیام تو آگے رہا پرانے اداروں اور دینی مرکزوں کی زندگی بھی ایسی حالت میں خطرے سے بھرپور ہے۔

اس لئے کہ وہ رگیں اور شرانیں جن سے ان میں خون زندگی آتا تھا مسلمانوں کے جسم میں برابر خشک ہوتی جا رہی ہیں، ان کی طلب اور ان کی ضرورت کا احساس اور ان کے قائم ہوجانے

کے بعد ان کی قدر اور ان کے خدمت گزاروں کی خدمات کا اعتراف ختم ہو رہا ہے، اس سلسلے میں حضرت کا ایک بہت طویل مکتوب جناب الحاج شیخ رشید احمد صاحب نور اللہ رحمہ اللہ تاجرا سلمو الہی بخش اینڈ کو دہلی کے نام مدارس کی اہمیت اور ان کے بقا و تحفظ کیلئے تبلیغ کی ضرورت پر تحریر فرمایا جو بہت اہم ہے، اس کے بعد اس خط کی شرح میں علی میاں لکھتے ہیں کہ "مولانا سمجھتے تھے کہ ان مدارس کا وجود مسلمانوں کے لئے نہایت ضروری ہے اور اس سائے رحمت کے مسلمانوں کے سروں سے اٹھ جانے کو موجب وبال اور قہر سمجھتے تھے... لیکن مولانا سمجھتے تھے کہ ان مدارس کا وجود و قیام ہنرین پر ہے جو ہمارے اسلاف تیار کر گئے تھے۔ اصل دین کی تبلیغ اور جدوجہد کی بدولت مسلمانوں میں دین کی جو طلب اور قدر پیدا ہو گئی تھی اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اس دین کو اپنی نئی نسل میں پیدا کرنے کے لئے اور اس کو دنیا میں قائم و باقی رکھنے کے لئے دیندار مسلمانوں نے جا بجا مکاتب و مدارس قائم کئے اور ان کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھا اس کی کبھی طلب اور قدر کا نتیجہ ہے کہ ابھی تک مدارس چل رہے ہیں اور ان کو طالب علم مل رہے ہیں، لیکن اس سرمایہ طلب میں برا بکری آ رہی ہے اور اضافہ نہیں ہو رہا ہے یہ صورت حال دین کے مستقبل اور دینی اداروں کے وجود و بقا کے لئے سخت تشویشناک ہے (دینی دعوت)

(اشکال ۱۵) یہ بھی بعض مرتبہ خطوں میں آیا اور سننے میں بھی آیا کہ عالموں کے ہوتے ہوئے جاہل کو امیر بنایا جاتا ہے۔ بظاہر تو یہ اعتراف یقیناً اہم ہے، مگر درحقیقت امارت کے مناسبات آگے ہوتے ہیں جس کے درمیان میں صرف علم کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ انتظامی صلاحیتیں غور و فکر وغیرہ امور بھی ضروری ہیں۔ افضل کے ہونے ہوئے مفضل کو امیر بنانا عید نبوت سے چلتا آ رہا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو متعدد مراہب میں امیر بنا کر بھیجا ہے۔ طعن کرنے والوں سے تو کوئی زمانہ خالی ہوتا نہیں بعض لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ فرمایا، اور حمد و صلوة کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر تم لوگ اسامہ کی امارت پر اعتراض کرتے ہو تو اس سے پہلے ان کے والد زید کی امارت میں اعتراض کر چکے ہو اور خدا کی قسم کہ وہ امارت کا زیادہ مستحق تھا اور مجھے محبوب (بخاری)۔

اعترافات کی وجہ میں یہ بھی تھا کہ اس نوعمر لڑکے کو مہاجرین اولین پر امیر بنادیا (حیاء الصالحین) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو اپنے مرض وصال میں امیر بنایا جس کی تعفید حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد

کی کتب حدیث و سیر میں مفصل اس کی احادیث موجود ہیں۔ کہ اول تو اس لشکر کو اس حالت میں بھیجے ہی پر لوگوں کو اشکال تھا۔ لیکن جب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر امر کیا کہ جس لشکر کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نافذ فرمایا ہے میں اس کو روک نہیں سکتا تو پھر اہل نے حضرت عمرؓ کو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس قاصد بنا کر بھیجا کہ اگر اس کا بھیجا ضروری ہو تو پھر ہمارے اوپر کسی ایسے شخص کو امیر بنا دیں جو سن رسیدہ ہو جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ پیام لے کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت عمرؓ کی ڈاڑھی مبارک کو پکڑ کر یہ کہا کہ تو مر جاوے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو امیر بنایا اور تو مجھے یہ کہا کہ کہیں اس کو اس کی امارت سے ہٹا دوں۔ حضرت عمرؓ نے جا کر کہا کہ تمہیں تمہاری مائیں نہیں مجھے تمہاری وجہ سے آج خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پیش آیا، بہت طویل قصہ ہے۔

حیۃ الصحابہؓ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا جب کہ ان کے ماتحت حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی موجود تھے۔ مفصل حدیث حیات الصحابہؓ میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حبیبہ پر جو وفد بھیجا اس میں عبداللہ بن حبش کو امیر بنایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ تم میں زیادہ افضل نہیں ہے، لیکن بھوک اور پیاس پر زیادہ صبر کرنے والے ہیں۔ (حیۃ الصحابہؓ ج ۲)

اس سے معلوم ہوا کہ امارت کے سلسلہ کے درمیان میں صرف افضلیت کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ اور بھی بہت سی چیزیں اس میں قابل لحاظ ہوتی ہیں۔ حضرت قیس بن سعد کو ایک لشکر کے اوپر امیر بنایا۔ جن میں حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت ابو عبیدہ بھی موجود تھے (حیۃ الصحابہؓ ج ۲)۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں یزید بن ابی سفیان کو امیر بنایا اور ماتحتی میں امین ذوالاثر حضرت ابو عبیدہ اور امام العلماء حضرت معاذ بن جبلؓ تھے اور یہ دونوں لقب ان دونوں حضرات کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ ہیں مفصل قصہ حیات الصحابہؓ میں ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر بن العاص کو مہاجرین اور انصاریوں کی بڑی جماعت پر امیر بنا کر بھیجا۔ اور ان سے فرمایا کہ تم نے دیکھ لیا کہ میں نے تمہیں ایسے لوگوں پر امیر بنایا ہے جو اسلام میں تم سے مقدم ہیں اور وہ اسلام کے بارے میں تم سے زیادہ غنی ہیں۔ آخرت کے حاکموں میں سے بننے کی کوشش کیجو، اور ہر بات کے درمیان میں اللہ کی رضا کا اہتمام رکھو (حیۃ الصحابہؓ) حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کا ارشاد افاضات یومیہ میں منقول ہے کہ محمد بن قاسم

مہاج بن یوسف کے داماد تھے۔ جس وقت ہندوستان پر چڑھائی کی اس وقت سترہ سال کی عمر میں لشکر میں بڑے بڑے پرانے تجربہ کار ہمراہ تھے مگر سب ان کی اطاعت کرتے تھے۔ یہ سب بکرت ایمان اور فہم صحیح کی تھی، سترہ سال کی عمر اور دوسرے ممالک پر چڑھائی، زمانہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھا اس وقت فہم عام تھا۔ اب جس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے بعد ہوتا جا رہا ہے اسی قدر اس میں کمی ہوتی جا رہی ہے فقط درحقیقت امارت کے واسطے صرف شیخت یا افضلیت کافی نہیں اس میں ان چیزوں سے زیادہ ضرورت بالخصوص سفار کے موقع پر ایسے شخص کی ہوتی ہے جو ہمت، قوت، مشقتوں کے برداشت میں زیادہ تحمل کرنے والا ہو، تبلیغ والے امارت کے لئے خاص طور پر اس کی رعایت ضرور رکھتے ہیں کہ پہلے سے کسی دورہ وغیرہ میں نکل چکا ہو کہ وہ فی الجملہ تجربہ کار ہوتا ہے واقعہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض جماعتوں میں کسی پرانے کارکن کو ایسے اکابر پر بھی امیر بنا دیا جاتا ہے اور بنا ضروری ہے جو پہلے کسی گشت میں نہ گئے ہوں کہ وہ اصول طریق کار سے اپنی علوشان کے باوجود واقف ہوتے ہیں۔ منقول مشہور ہے "سل الملجوب ولا تسئل الحکیمہ" کہ بات تجربہ کار سے لوجہنی چاہئے۔ بہت طیب و ڈاکٹر جن کی ڈگریاں اونچی ہوتی ہیں لیکن علاج ان سے کم ڈگریوں والوں کا بوجہ ان کے جوابات کے زیادہ موثر ہوتا ہے۔ پہلے سفر ج یعنی مشاعرہ میں شریف کے اخیر زمانہ میں مدینہ کا راستہ نہایت مخدوش تھا۔ جس کی وجہ سے مدینہ پاک قافلے بہت کم گئے۔ ہم لوگوں کا پہلا سفر ج تھا۔ اس لئے حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ میں تو مدینہ پاک کئی دفعہ حاضر ہو چکا ہوں۔ قیام کی نیت سے جا رہا تھا مگر قیام کی تو حضرت مولانا محب الدین صاحب اجازت نہیں دیتے۔ تم لوگوں کا پہلا ج ہے معلوم نہیں پھر حاضری ہو نہ ہو۔ اس لئے تم ہواؤ، مدینہ پاک کے اس سفر میں اس سیدہ کار کو حضرت نے امیر بنا دیا، حالانکہ اس قافلہ میں مجھ سے زیادہ علم والے فضل والے بڑے بڑے بھی موجود تھے۔ اس کی تفصیل میرے رسالہ آپ بیتی میں ججوں کی تفصیل میں گذر چکی۔ اس سلسلہ میں یزید بھی دہرایا گیا کہ تبلیغ والوں کا یہ غدر کہ کوئی اہل نہیں تھا اس واسطے نااہل ہی کو امیر بنایا۔ اور اس پر بہت فقرے کسے گئے کہ جب کوئی اہل نہیں تھا تو کیا ضرورت تھی کہ جماعت نکالی جاتی یہ بھی نادانیت پر مبنی ہے۔ جب تبلیغ کی اہمیت اس کی ضرورت اور احتیاج کثرت سے معلوم ہو چکی تو پھر یہ اشکال کہ نااہل کو کیوں امیر بنا دیا مسئلوں سے

لے ترجمہ:- تجربہ کاروں سے دریافت کرو اور اہل حکمت سے نہ پوچھو

... ناواقفیت ہے، علماء کے نزدیک بالاتفاق امتوں کی نماز اہل امام کے پیچھے جائز ہے اس وجہ سے کہ جماعت میں کوئی قاری یا عالم نہیں جماعت کا چھوڑنا جائز نہیں، امارت تو معمولی چیزیں ہیں اور عارضی، حضرت حکیم الامتہ نور اللہ مرقدہ نے تو اپنے ملفوظات میں کثرت سے تحریر فرمایا ہے کہ مشائخ بعض اوقات نااہل کو بھی اجازت دیدیتے ہیں، میرے رسالہ آپ بیتی ۷ میں یہ مضمون بہت تفصیل سے گزر چکا ہے۔ حضرت حکیم الامتہ نور اللہ مرقدہ ایک طویل گفتگو میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر امامت کے لئے کوئی وجہ کافی نہ ہو تو یہی وجہ کافی ہے کہ امام کو باوجود نااہل ہونے کے جب لوگ اہل کجکار امام بناتے ہیں تو ممکن ہے کہ حق تعالیٰ اس کو لوگوں کے گمان کے موافق اہل ہی کر دیں۔ اکثر مواقع ہوا ہے کہ مشائخ نے کسی ایسے شخص کو اجازت دیدی جس میں اہلیت نہ تھی مگر حق تعالیٰ نے ان کے فعل کی برکت سے اس کو اہل کر دیا۔ (محاسن الحکمت) حضرت دہلوی کا نکاح سلسلہ میں ہوا جبکہ ان کی عمر ۲۷ سال کی تھی، اور نکاح میں اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب راہمدری حضرت اقدس مولانا الحاج خلیل احمد صاحب حضرت حکیم الامتہ تھانوی نور اللہ مرقدہ ہم وغیرہ اکابر موجود تھے۔ حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہ کو امامت کے لئے بڑا صا دیا تو مولانا بابر الحسن نور اللہ مرقدہ نے جو خاندان کے بڑے تھے مزا ماکہا کہ انجن تو اتنا چھوٹا اور اتنے بھاری بھاری ڈبے تو حضرت حکیم الامتہ نے فرمایا تھا کہ یہ تو انجن کی طاقت پر منحصر ہے فقط نو عمر امیر بھی بسا اوقات قافلہ کو زیادہ قابو میں رکھ سکتا ہے۔

(۱) شکال ۹) ایک اعتراف کثرت سے کانوں میں پڑا کہ حضرت حکیم الامتہ حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ ہا اس موجودہ تبلیغ کے خلاف تھے۔ حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کے متعلق تو آئندہ مستقل نمبر آ رہا ہے کہ حضرت نور اللہ مرقدہ نے تو کثرت سے ان تبلیغی جماعت میں شرکت فرمائی۔ حضرت حکیم الامتہ قدس سرہ کی خدمت اقدس میں سلسلہ میں تو اس ناکارہ کی طباعت بدل کے سلسلہ میں بہت کثرت حاضری ہوئی اس وقت تک تو تبلیغ شروع نہیں ہوئی تھی اس کے بعد سلسلہ سے مجاز سے داسی کے بعد حضرت حکیم الامتہ نور اللہ مرقدہ کے وصال ۱۲۰۷ھ تک بہت ہی کثرت سے حضرت قدس سرہ کی خدمت میں حاضری کی نوبت آئی بہت توشاید ہی کوئی گیا ہو مگر دو مہینے مسلسل کسی ایسے نہیں گذرے ہوں گے کہ تھانہ بھون کی منادی نہ ہوئی ہو، میں نے اس دوران میں حضرت کی مجلس میں کوئی مخالفت نہیں سنی البتہ لوگوں سے میرے کان میں پڑا، مگر حضرت قدس سرہ کے اہل خلفاء کی تحریرات مستقل نمبر میں آگے آرہی ہیں جن سے ان حضرات کا اس تبلیغ کے ساتھ شغف و انہماک معلوم ہوگا، اس کے بالمقابل یہ مقولہ

حضرت حکیم الامتہ کا متعدد لوگوں سے میسر کان میں پڑا کہ "مولوی ایسا صاحب نے تو یاس کو آس سے بدل دیا حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہ کی سوانح میں علی میاں نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا ایسا صاحب نے جب حضرت حکیم الامتہ سے اس سلسلہ میں کچھ گفتگو کرنی چاہی تو مولانا نے فرمایا کہ دلائل کی ضرورت نہیں دلائل تو کسی چیز کے ثبوت اور صداقت کے لئے پیش کئے جاتے ہیں میرا تو اطمینان عمل سے ہو چکا ہے۔ اب کسی دلیل کی ضرورت نہیں آپ نے تو ماشاء اللہ یاس کو آس سے بدل دیا مولانا کو ایک بے اطمینانی یہ بھی کہ علم کے بغیر یہ لوگ فریضہ تبلیغ کیسے انجام دے سکیں گے۔ لیکن جب مولانا ظفر احمد صاحب نے بتلایا کہ یہ مبلغین ان چیزوں کے سوا جن کا ان کو حکم ہے کسی اور چیز کا ذکر نہیں کرتے۔ اور کچھ اور نہیں چھڑتے تو مولانا کو مزید اطمینان ہوا اور یہ مضمون تو گذشتہ مضامین حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے مختلف ملفوظات میں گزر چکا ہے کہ وعظ عالموں کا کام ہے تبلیغ ہر شخص کر سکتا ہے، تبلیغ اور تذکیر کے فرق کے بیان میں حضرت تھانوی کے مختلف مضامین اس سلسلے میں گزر چکے ہیں، اگر کسی موقع پر حضرت حکیم الامتہ نے کوئی تذکیر فرمائی ہوگی تو یقیناً اس روایت پر کہ جاہلوں کا وعظ نقل کیا گیا ہوگا، یا کسی مبلغ یا خاص جماعت کی بے عنوانی نقل کی گئی ہوگی اس پر حضرت کا تذکیر فرما کر محل ہے۔ تقریباً آٹھ سال ہوئے ایک صاحب کا خط میرے پاس آیا تھا جس میں یہی استفسار کیا گیا تھا کہ حضرت حکیم الامتہ قدس سرہ کیا اس تحریک کے مخالف تھے۔ اور یہ کہ میسر شیخ مجھے اس میں شرکت کی اجازت نہیں دیتے اور میں اس کو بہت ضروری سمجھتا ہوں ایسی حالت میں مجھے کیا کرنا چاہئے۔ میرا وہ خط اسی زمانہ میں چند سال ہوئے ایک رسالہ "چشمہ آفتاب" میں طبع بھی ہو گیا تھا، جس کو اس رسالہ سے یہاں نقل کر رہا ہوں،

"عنایت فرمایم سلسلہ بعد سلام مسنون۔ عنایت نامہ پہونچا حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے متعلق مخالفت میرے علم میں نہیں۔ بلکہ میرے علم میں یہ ہے کہ حضرت قدس سرہ متعدد مرتبہ نظام الدین تشریف لے گئے بلکہ میرات بھی تشریف لگے اور چچا جان یعنی مولانا محمد ایسا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی کثرت سے تھانہ بھون حاضر ہوتے تھے، تھانہ بھون کی حاضری میں یہ ناکارہ بھی اکثر ساتھ ہوتا تھا اور چچا جان ہر حاضری پر اپنی مسامحہ کا تذکرہ کرتے تھے اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ اخبار مسرت بھی فرماتے تھے اور دعائیں بھی دیتے تھے یہ تو اس ناکارہ کا شاہدہ ہے۔ البتہ یہ تو میں بھی سن رہا ہوں کہ حضرت قدس سرہ کے بعض خلفاء اور خواص اس کو پسند نہیں فرماتے اس

کے متعلق میرا یہ خیال ہے کہ ان حضرات کو قریب سے دیکھنے کی نوبت نہیں آئی روایات پر قائم فرماتے ہیں۔ نیز چونکہ اس کی کوئی منظم جماعت نہیں، بلکہ خود آپ نے بھی دیکھا ہوگا کہ ان حضرات کی کوشش رہتی ہے کہ ہر جگہ سے آدمی نکلیں نئے آدمی اصول سے واقف نہیں ہوتے ان سے بے اصولیاں بھی ہوتی ہیں، اس ناکارہ کو شروع ہی سے بہت قریب سے دیکھنے کی نوبت آئی ہے اب ان جماعتوں کے کارنامے بہت کثرت سے دیکھنے اور سننے کے مواقع پیش آتے ہیں ہر نزدیک یہ تحریک موجودہ حالت کے لحاظ سے نہایت ہی مفید اور بے انتہا ثمرات کا موجب ہے، ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بے نمازی بے دین دار بن گئے جو لوگ علماء اور مدارس کے بہت خلاف تھے وہ سیکڑوں کی تعداد میں اہل علم سے متعلق اور مدارس کے معین بن گئے۔ نہ صرف ہندوستان و پاکستان بلکہ عرب ممالک اور دوسرے یورپ کے بہت سے شہروں میں ہزاروں آدمی دین کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں جن ممالک میں مساجد ویران پڑی تھیں ان میں باقاعدہ نماز بلکہ تراویح کا اہتمام ہو گیا۔ کوتاہیوں سے انکار نہیں لیکن کوتاہیوں سے کون سا مجمع یا ادارہ خالی ہے، نفع نقصان کی مجموعی حالت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے ہمارے مدرسے کے ناظم الحاج مولانا اسد اللہ صاحب مظلہ مولانا تھانوی قدس سرہ کے خلیفہ ہیں وہ تو بیعت کے وقت بھی ہر مرید کو اس کی تاکید فرماتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے بہت سے شاخ بھی اپنے مریدین کو اس کی تاکید کرتے ہیں، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب پاکستانی بھی حضرت تھانوی قدس سرہ کے خلفاء میں سے ہیں۔ اس مرتبہ سفر حج سے واپسی پر خود اس ناکارہ کی موجودگی میں انھوں نے مولانا محمد یوسف صاحب کو اپنے مدرسہ میں بلا کر اس کی تاکید اور تحریک پر تقریر کروائی۔ ابھی مولانا عبید اللہ صاحب بھی مدینہ منورہ سے پاکستان کے راستے سے واپس آئے انھوں نے بھی بتایا کہ مفتی صاحب نے بہت اصرار سے اپنے مدرسہ کے لوگوں کو اس بات کی طرف متوجہ فرمایا اور خود انھوں نے بھی ان کی تقریر کے بعد دروازہ تائید فرمائی اس کے باوجود آپ کے متعلق میرا مشورہ یہ ہے کہ اگر آپ کو شیخ اس کی اجازت نہ دیں تو آپ کو ان کی منشا کے خلاف شرکت

نہیں کرنی چاہئے۔ البتہ اگر آپ کو شیخ خوشی سے اجازت دیں تو ضرور شرکت فرمائیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر آپ اپنے شیخ کی رضا کے تحت شرکت نہ فرمادیں تو مخالفت بھی نہ فرمادیں، اس لئے کہ میری رائے یہ ہے کہ عنایت الہی اس تحریک کی طرف متوجہ ہے کہ مبشرات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے اس جماعت کے متعلق تو اتار سے نقل کئے جا رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لوگوں کو اس میں شرکت کے واسطے ترغیبات و تاکیدات خواہوں میں کثرت سے کی جا رہی ہیں جس کی نظیر لیلۃ القدر کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے اِنَّمَا رُؤْيَا كَمَقْدَرٍ طَوَّأْتُ فِي السَّبْعِ اَوَّلِهَا وَآخِرِهَا الْحَدِيثُ جس کو شیخین نے تخریج کیا ہے کی روشنی میں کثرت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں حمایت کرنا جو اتنی کثرت سے سننے میں آ رہا ہے کہ اس کا احصاء دشوار ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے امور ایسے ہیں کہ جن کی بنا پر یہ ناکارہ مخالفت کو خطرناک سمجھ رہا ہے، عدم شرکت دوسری چیز ہے کوئی شخص اپنے اعذار کی وجہ سے یا اپنے شرح صدر نہ ہونے کی وجہ سے شرکت نہ کرے، اس میں بندہ کے نزدیک کوئی خطرہ نہیں، لیکن مخالفت دوسری چیز ہے یہ اس ناکارہ کا ناقص خیال ہے واللہ اعلم بالصواب، البتہ کوئی منکر مرتد دیکھی جائے تو اس پر یکدم دوسری چیز ہے۔ یہ ناکارہ اپنے نجوم مشاغل اور کثرت امراض کی وجہ سے طویل تحریات سے معذور ہے اس لئے آپ کو اس خصوصی تعلق پر جو مدرسہ کی وجہ سے اس ناکارہ سے کبھی بے مختصر آپنی رائے لکھ دی ہے۔ ان کان صوابا فافعل اللہ وان کان خطا فمستحی ومن الشیطان۔ فقط والسلام

(حضرت مولانا زکریا صاحب) مظاہر علوم سہارنپور۔

بقلم محمد اسماعیل سورتی ۱۳ رجب ۱۳۵۳ھ

اگر حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ نے کبھی کسی مبلغ یا جماعت کے متعلق کوئی تنقید فرمائی ہو تو مجھے اس سے انکار نہیں، حضرت قدس سرہ کی تنبیہات اور اصلاحات سے کون ناواقف ہے اور اس سے طلبہ علماء بالخصوص حضرت کے خدام اور مجازین میں کون سانشکی ہے، خود حضرت قدس سرہ کا ارشاد مبارک ہے فرمایا کہ مشکل سے کوئی

شخص ہوگا جو میری لڑائی سے مراد روک ٹوک ہے، بچا ہوگا، در نہ قریب قریب سب ہی سے لڑائی ہو چکی ہے۔ (افاضات) خوان خلیل کے غمیبہ پر جامِ بے کے عاشق یہ میں حضرت تھانوی قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ باوجود درجہ مجازیت کے بھی انسان سے لغزش ہو سکتی ہے۔۔۔ اس وقت ایک موقع نظر کے سامنے بھی ہے، الامداد بابت محمد مسلمانہ میں ایک صاحب پر جن کے مجاز ہونے کی عبارت میں بھی تصریح ہے کس قدر لڑا پڑی ہے۔۔۔ ایک صاحب نے جو مولوی اور مجاز تھے ایک عریفہ لکھ کر خدمت والا میں پیش کیا جس میں یہ مضمون تھا کہ میں اپنے وطن جاتا ہوں اور وہاں قتلے بہت ہیں آپ کچھ فرما دیجئے تاکہ مجھے اطمینان ہو جائے؟ فرمایا کہ میں کیا کہوں۔ ان صاحب نے اس کا جواب دینے میں گنگل (ٹال ٹال) کی آپ نے فرمایا کہ عات جواب دو اس تحریر کا کیا مقصود ہے۔ اس کے بعد انھوں نے عرض کیا کہ کوئی ایسا لفظ کہہ دیجئے کہ حق تعالیٰ مدگار ہیں۔ فرمایا کہ یہ تو ایسا امر ہے کہ میں اس کے دریافت کرنے میں آپ کا حاجت مند ہوں اور آپ میرے کہنے سے پہلے اس کو جانتے ہیں پھر مجھ سے یہ لفظ کیوں کہلایا جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ میرے سامنے سے دور ہو جاؤ، تم کو بات کرنے کا سلیقہ بھی نہیں آیا۔ اگر دعا کرانی تھی تو صاف لفظوں میں کہا ہوتا کہ دعا کر دیجئے۔ اس کے بعد ایک صاحب نے ان صاحب کی سفارش کرنی شروع کی تو ان پر بھی لڑ پڑی الامداد میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ فقط اس سے بھی بڑھ کر جناب الحاج حکیم محمد مصطفیٰ صاحب نور اللہ مرقدہ حضرت قدس سرہ کے کتنے آخر انھوں مقرب اور معالج جن کے متعلق حضرت حکیم الامتہ نے لکھا ہے ”دیکھئے حکیم مصطفیٰ صاحب کتنے محبوب، ہمت مند کتنے مقرب کتنے مخصوص اس کے باوجود حکیم مصطفیٰ صاحب نے جب کہ حکیم الامتہ کعبہ شفاء الملک صاحب کے زیر علاج تھے تو حکیم صاحب نے اپنے کسی دوست کے ذریعہ سے شفاء الملک سے حضرت حکیم الامتہ قدس سرہ کے مرض کی تشخیص کے متعلق استفسار کیا تھا کہ کیا مرض ہے اس پر حضرت حکیم الامتہ نے اس دخل در معقولات پر جتنا سخت خط حکیم مصطفیٰ صاحب کو لٹا کر لکھا ہے وہ میری تو نقل کی ہمت نہیں پڑتی افاضات یومیہ جلد نہم حصہ دوم ملفوظات ۳۲ میں نقل کیا ہے کیا اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ حضرت قدس سرہ حکیم محمد مصطفیٰ صاحب سے ناراض ہو گئے تھے یا وہ متوہ بن گئے تھے۔ حضرت حکیم الامتہ نور اللہ مرقدہ اپنے بڑے بھانجے مولانا سعید احمد صاحب کے متعلق فرماتے تھے کہ مجھے ان کے ساتھ سب سے زیادہ محبت تھی جس کو عشق کہہ سکتے ہیں۔ لیکن میں نے ان ہی کے ساتھ سب سے زیادہ سختی کا برتاؤ کیا۔۔۔

سہارنپور کے ایک جلسہ میں مولانا کا نہایت اعلیٰ درجہ کا وعظ ہوا جس سے سامعین بے حد متاثر ہوئے حضرت نے بعد وعظ مولانا کو کسی معمولی سی بات پر برسرِ مجمع نہایت سختی کے ساتھ زبرد و توبخ فرمائی تاکہ ان میں عجب و پندار پیدا نہ ہو، بعد میں حضرت والا نے خود بھی یہی مصلحت بتائی (اشرف السراج) کیا ان تین واقعوں سے یا اس قسم کے دوسرے واقعات سے کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت قدس سرہ اپنے سارے مجازین اور سارے اعزہ سے خفا تھے یا سب کو نکال دیا تھا اسی طرح اگر کسی مبلغ یا کسی جماعت کے متعلق کسی لغزش پر جو حضرت قدس سرہ ایک مجمع یا غلط طریقہ پر پہنچی اور حضرت نے لٹاڑا ہو تو بر محل ہے۔ لیکن اس کی وجہ سے یہ کہہ دینا کہ حضرت اس جماعت سے خفا تھے۔ کوئی بھی عقل سلیم ان سکتی ہے، بالخصوص جبکہ لوگوں کی عادت اکابر کی خدمت میں غلط واقعات پہنچانے کی مشہور و معروف ہے خوان خلیل کے قصبہ کے سلسلہ میں حضرت قدس سرہ سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کا یہ قول بھی درج ہے کہ معلوم نہیں لوگوں کو کیا مزہ آتا ہے کہ غلط روایتیں پہنچا کر اہل خیر کے قلوب کو دکھاتے ہیں۔ فقط حضرت حکیم الامتہ کی افاضات یومیہ میں بیسیوں قسم کے اس نوع کے واقعات ہیں اس لئے اکابر کی طرف سے اگر کسی آدمی پر یا کسی جماعت پر کوئی ڈانٹ پڑے تو وہ وقتی چیز ہوتی ہے۔ اس کو اس شخص یا جماعت کی طرف سے کلیہ پر حمل کرنا یا اجالت سے ہو سکتا ہے یا عناد سے، خود حضرت حکیم الامتہ نے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جن لوگوں پر ڈانٹ ڈپٹ روک ٹوک زیادہ کرتا ہوں یہ واقعہ ہے کہ ان کے متعلق یہ جی چاہتا ہے کہ یہ مجھ سے اچھے ہو جائیں۔ گو عام لوگ اس کو عدم مناسبت اور بے تعلقی کی دلیل سمجھتے ہیں (افاضات یومیہ)۔ ابو داؤد شریف میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دامن (شہر کا نام) میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے کچھ احادیث نقل کیا کرتے تھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کے متعلق غصہ میں فرمایا جو لوگ یہ حدیثیں سنتے تھے اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر نقل کرتے تو حضرت سلمان کہتے تھے کہ حذیفہ کو اپنی احادیث کا زیادہ علم ہے لوگ حضرت حذیفہ کے پاس جا کر کہتے کہ ہم نے حضرت سلمان سے تمہاری حدیثیں نقل کیں، انھوں نے دو تو تصدیق کی نہ تکذیب کی تو حضرت حذیفہ حضرت سلمان کے پاس گئے اور ان سے دریافت کیا آپ میری ان احادیث کی تصدیق کیوں نہیں کرتے جو خود آپ نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں حضرت سلمان نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناراضی کے درمیان میں بعض لوگوں کے

متعلق کچھ فرمادیتے تھے۔ اور بعض اوقات بعض لوگوں کی کسی مسرت کی بات پر مسرت کا اظہار فرمادیتے تھے۔ تم اس قسم کی روایات نقل کرنے سے یا تو رک جاؤ کہ جن کی وجہ سے بعض لوگوں کی محبت اور بعض لوگوں کی طرف سے لوگوں کے دل میں ناراضی پیدا ہوا اور آپس میں اختلاف پیدا ہو۔ تم کو معلوم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ میں فرمایا کہ میں ایک آدمی ہوں دوسرے آدمیوں کی طرح سے مجھے بھی غصہ آ جاتا ہے پس جس آدمی کو میں نے غصہ میں کچھ کہا ہو یا اللہ تو اس کہنے کو لوگوں کے لئے رحمت اور قیامت کے دن برکات کا سبب بنا، یا تو تم ایسی حدیثیں نقل کرنے سے رک جاؤ، ورنہ میں امیر المومنین کے پاس تمہاری شکایت لکھوں گا (بذل مع ۵)

خود حضرت اقدس حکیم الامتہ نور اللہ مرقدہ سے افادات یومیہ میں نقل کیا گیا ہے کہ مشائخ کے یہاں جو مقرین بے غنا اسم مفعول ہوتے ہیں ان میں ایک دو مکر بن بے غنا اسم فاعل بھی ہوتے ہیں، ہر وقت شیخ کو اور دوسرے متعلقین کو کرب میں رکھتے ہیں، جھوٹ سج لگاتے رہیں۔ جس سے چاہا شیخ کو ناراض کر دیا جس سے چاہا راضی کر دیا، بحمد اللہ ہمارے بزرگ اس سے صاف ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو کسی کی شکایت سنتے ہی نہ تھے نہ کسی نے کسی کی شکایت شروع کی فوراً منع فرما دیا کرتے تھے کہ خاموش رہو میں سنا نہیں چاہتا، اس کے بعد کسی کی ہمت ہی شکایت کی نہ ہوتی تھی، اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سب سے کہ فرمادیتے تھے کہ تم نے جو کچھ بیان کیا اور فلاں شخص کی شکایت کی سب غلط ہیں۔ میں جانتا ہوں اس شخص کو وہ ایسا نہیں، ایک صاحب نے عرض کیا، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا اس بارے میں کیا معمول تھا۔ فرمایا کہ ایک صاحب نے حضرت سے سوال کیا تھا کہ آپ سے لوگ دوسروں کی شکایت بیان کرتے ہیں آپ پر کوئی اثر ہوتا ہے فرمایا کہ ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ میں سمجھ لیتا ہوں کہ دونوں میں رنجش ہے مگر سن لیتے تھے سب افادات یومیہ میں لکھا ہے کہ میں تو واقعات میں علماء، تک کی روایات کا بھی اعتبار نہیں کرتا۔ میرا عقائد یہ ہے کہ یہ فتویٰ تو صحیح دیں گے مگر واقعات میں اکثر ان کا بھی معمول احتیاط کا نہیں، اس پر چاہے کوئی برائے یا جہلا جو بات تھی صاف عرض کر دی

ایک مرتبہ حضرت حکیم الامتہ نور اللہ مرقدہ نے ارشاد فرمایا کہ آج کل بزرگوں کے پاس مقرین یہ سو فائیں لے کر جاتے ہیں کہیں اس کی شکایت کہیں اس کی شکایت کسی نے دحض کر

سے جا کر یہ کہہ دیا کہ دیکھئے آپ کے سفر حجاز کے بعد ہی اس نے (یعنی حضرت تھانوی) حدیث کا دورہ شروع کر دیا۔ احقر نے عرض کیا کہ شاید مشنوی شریف کے درس کو کسی نے حدیث کا دورہ سمجھ لیا ہو فرمایا یہ بھی عجیب بات ہے کہ خرگوش کو اونٹ سمجھ لے پھر فرمایا کہ اگر شروع ہی کر دیتا تو کیا گناہ تھا۔ مگر لوگوں میں یہ سخت عیب ہے کہ بزرگوں کے بھی کان بھرتے ہیں۔ بزرگوں کے پاس یہ سو فائیں لے کر جاتے ہیں۔ (حسن العزیز)

میرا مقصد ان چیزوں کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ مشائخ کے یہاں روایات غلط اور صحیح پہنچتی ہی رہتی ہیں۔ اور اس بنا پر اگر کسی شخص کی کوئی تعریف یا کسی کی کوئی مذمت کی ہو تو ان کو کلیہ بنالینا ہرگز مناسب نہیں، حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو جلیل القدر صحابی حضرت حذیفہ صاحب سرالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اس پر ڈانٹ دیا کہ ایسی روایات نقل نہ کیا کریں، یہ میں لکھ چکا ہوں کہ حضرت تھانوی قدس سرہ کے اجل خلفاء جن کی تفصیل آگے آ رہی ہے اس کام میں بہت شرکت فرما رہے ہیں۔ اور حضرت مولانا دومی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے مختصر لفظوں میں بہت ہی اچھی بات لکھی کہ آپ لوگوں سے اس قسم کے استغاثات تعجب خیز ہیں تبلیغ آج سے نہیں، ایک زمانہ دراز اس پر گزر چکا ہے اور اب یہ عروج پر ہے جب علماء اس میں شریک ہیں، انھوں نے اس کی ضرورت کو اور اس کی شرعی حیثیت کو مد نظر رکھ کر اس کام کو عمل میں لایا ہوگا۔ اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح و لا راجح ہے اس کے بعد اب سوال کی کیا حاجت باقی رہ جاتی ہے۔ مفصل خط اپنی جگہ پر آ رہا ہے۔

(اشکال منہ) حضرت شیخ الاسلام حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کے متعلق میرے کان میں کبھی کبھی پڑا کہ حضرت بھی اس کے مخالف تھے۔ اس روایت پر تو میری حیرت کی انتہاء رہی اس لئے کہ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کی اس تبلیغ کے ساتھ دل چسپی، شغف، تربیبات، تحریر و تقریر اتنی شان ہو چکی تھی کہ اسکے بعد اس قسم کی روایات حضرت کی طرف منسوب کرنا عناد کے سوا کچھ نہیں، اس جماعت کے جلسوں میں کثرت سے حضرت قدس سرہ کی شرکتیں بھی ہیں تقریریں بھی ہیں اور شرکت کیلئے تاکیدیں بھی ہیں ان سب کا احاطہ اس مختصر رسالہ میں بہت دشوار ہے حضرت شیخ الاسلام کی تبلیغی تقریروں کے نام سے بھی ایک مستقل رسالہ شائع ہو چکا، اور مختلف اخبارات و رسائل میں بھی کثرت سے ان کے اقتباسات شائع کئے گئے، نمونہ کے طور پر صرف ایک درخطوط نقل کرانا ہوں، ان میں سب سے اہم بندہ کے نزدیک وہ خط ہے جو حضرت الحامد حکیم محمد اسحق صاحب کٹھوری ممبر شوری

دارالعلوم کے نام لکھا اور حضرت شیخ الاسلام کی تقریروں کے رسالہ میں چھپا ہوا ہے، وہ یہ ہے:

”محترم المقام زید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج مبارک، یہ بات معلوم کر کے تعجب ہوا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی تبلیغی جماعتیں شہر میرٹھ اور اس کے گرد و نواح میں تبلیغی سرگرمیوں کے لئے آتی ہیں مگر آپ حضرات اور آپ کے اصحاب و اعزہ ان کی ہمدردی، رہنمائی، ہمت افزائی میں کوئی حصہ نہیں لیتے برخلاف اس کے وہ اشخاص جن کو اپنے بزرگوں سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور ان کو قوی اور وطنی تحریکات سے کوئی دل چسپی ہے وہ ان جماعتوں سے ہمدردی کرتے ہیں، میں نہیں سمجھ سکا کہ اس کا راز کیا ہے۔

میرے محترم بزرگ! یہ جماعت تبلیغہ نہ صرف ایک ضروری اور اہم فریضہ کی حسب استطاعت انجام دہی کرتی ہے بلکہ اس کی بھی سخت محتاج ہے کہ ان کی ہمت افزائی کی جائے۔ اور ان کو خود بھی مسلمانوں سے رابطہ قوی پیدا ہوا اور مسلمانوں میں اتحاد و یگانگت کا قوی جذبہ پیدا ہوا اور ان کو مذہبی احساسات کی سرگرمی کی طرف چلایا جائے جس سے مستقبل میں نہایت اعلیٰ درجہ کے نتائج اور ثمرات کی قوی امیدیں پیدا ہوتی ہیں، بنا بریں میں امیدوار ہوں کہ آئندہ اس میں پوری جدوجہد کو کام میں لایا جائے اور ان کی ہمت افزائی کی صورتیں عمل میں لائی جاویں۔ والسلام

نگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۱۶ مہر ۱۳۸۵ھ

دوسرا مکتوب پروفیسر سید احمد شاہ صاحب مراد آبادی کے نام۔

”محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تبلیغی خدمات کے انجام دینے اور اس کے مولانا الیاس صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر ہدایات حاصل کرنا مقصد مبارک مقصد ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ہم قوتیں عطا فرمائے کہ آپ اس مبارک مقصد کو بلکہ اپنی خاندانی وراثت کو بخیر و خوبی انجام دیں، مولانا محمد الیاس صاحب کو علیحدہ خط لکھنے کی ضرورت نہیں ہے وہ بلا سفاویش اس کا کوئی مکمل طریقہ انجام دینگے اور ان کے اپنے ہاتھ ہی لکھیں گے اور ان کو اپنی خدمت میں لیں اور میرا سلام اور دعا، وکالت صالحہ انجام دیں۔ فقط والسلام علیہ السلام

تیسرا مکتوب علماء افغانستان کے نام۔ جس کے متعلق سوانح یوسفی میں لکھا ہے یہ تو معلوم ہو چکا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ تبلیغی جماعت کی حمایت میں ہمیشہ سیدہ رہے ہیں، اور جہاں جہاں بھی ان کی مدد و اعانت کی ضرورت پڑی مدد اور سرپرستی فرمائی، افغانستان میں حضرت مدنی کے تلامذہ اور تعلق رکھنے والے مشائخ بکثرت تھے۔ جب یہ تبلیغی جماعت افغانستان جانے لگی تو حضرت مدنی نے بعض ذی اثر علماء کو خطوط تحریر فرمائے تاکہ جماعت کو کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

”مال شوقی الی تقانکم ایہا النابتون من نظری، بخدمت عالی جناب ذوالجہاد والا کرام مولانا فضل ربی و حضرات علماء کرام کا بل لازالت شوق فیہ و درماتیک لامتناہی بعد اوائے مراسم اسلامیہ و سنن نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحمید عرض آنکہ مالین عریضہ ہمارے چند احباب خدات عالیہ میں حاضر ہو رہے ہیں، ان کا مقصد کوئی سیاسی اور ملکی نہیں ہے فقط خدات دنیویہ اور فرائض تبلیغیہ ادا کرنا ہے اور مسلمانان افغانستان کو وہ مقصد یاد دلانا جس کو عام مسلمانوں نے بھلا دیا ہے مقصود ہے۔ امید آنکہ آپ حضرات ان کی امداد و اعانت میں کوتاہی روا نہ رکھیں گے اور ان پر اعتماد کرتے ہوئے ممکن تہیلات سے درگزر فرمائیں گے۔ والسلام

خیر اندیش نگ اسلاف حسین احمد غفرلہ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند صدر جمعیۃ علمائہند ۱۳ مہر ۱۳۸۵ھ

افغانستان کی یہ پہلی جماعت تھی جو اگست ۱۳۸۵ھ میں گئی تھی۔ اور اس کے امیر مولانا عبید اللہ صاحب بیادوی تھے گیارہ افراد پر مشتمل تھی جن کے اسما و سوانح یوسفی میں درج ہیں، اور اسی میں اس جماعت کے کارناموں کی تفصیل ہے۔

بنگلور میں ایک زمانہ میں تبلیغ کے خلاف بہت زور باندھے گئے اور کہا گیا کہ یہ بد مذہبوں کو فضول بتاتے ہیں اور بعض اہل مدارس کی طرف سے تبلیغ کے خلاف اشتہارات لکھے گئے جو حضرت مدنی قدس سرہ کی خدمت میں فیصلہ کے لئے بھیجے گئے۔ جس پر حضرت قدس سرہ نے یہ مضمون تحریر فرما کر بھیجا تھا جو اخبار روشنی بنگلور مورخہ ۱۷ مارچ ۱۳۸۵ھ میں شائع ہوا۔

”اہل مدارس کی مختلف تحریروں اور پوسٹر دربارہ حمایت تبلیغ و مخالفت ان دنوں نظر سے گذریں۔ جن میں حد اعتدال اور توسط سے تجاوز کرتے ہوئے افراد و گروہوں سے کام لیا گیا ہے تبلیغ دین اور تعلیم دینی ہر دو امور ضروریات اور فرائض اسلامیہ سے ہیں ان کے کارکنوں کو ہمیشہ حدود شرعیہ کے اندر کام انجام دینا چاہئے، کوئی کام خواہ کتنا ہی اہم اور ضروری کیوں نہ ہو اگر حدود شرعیہ سے بالاتر ہو کر عمل میں لایا جائے گا تو ضرور بالضرور اس میں خرابیاں اور مفاسد پیدا ہوں گے۔ اس لیے میں ہر دو فریق سے نہایت ادب اور محبت سے التماس کرتا ہوں کہ وہ اعتدال اور توسط کو اختیار فرمائیں اور بے جا الزامات لٹا دیں اور بے اعتدالیوں سے درگزر فرما کر اپنے اپنے فرائض و واجبات میں منہمک ہو جائیں

لے سوانح یوسفی از مولانا محمد ثانی حسنی

زمانہ سعادت صحابہ کرام سے لے کر آج تک ہمیشہ کارکن اشخاص اور جماعتوں سے غلطیاں بھی ہوتی ہیں، عموماً ان کی غلطیوں کی وجہ سے وہ ضروری چیزیں ممنوع نہیں قرار دی گئیں بلکہ اصلاح کی گئی اور ان غلطیوں کو چھانٹ دیا گیا۔ اہل تبلیغ بھی ہماری طرح انسان ہیں ان میں تاثر بہ کار اور نو آموز افراط و تفریط کرنے والے اشخاص بھی ہیں۔ ان کی کسی کوتاہی پر نفس تبلیغ پر تکیہ کرنا غلطی سے خالی ہوگا اور یہی حال تعلیم کا بھی ہے اس لئے میں تمام بھائیوں سے امید دار ہوں کہ ہر ایک دوسرے کی عزت افزائی کی کوشش کرے، اور گندگی اچھال کر مسلمانوں میں مزید تفریق پیدا نہ ہونے دے واللہ یرہدی السبیل وهو المستعان۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

مفتی عزیز الرحمن صاحب بخوری سونچ یوسفی میں لکھتے ہیں ۱۳ اور حضرات کے بارے میں تو مجھے معلوم نہیں ہاں حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب جب بھی سہارنپور تشریف لے جاتے تو دیوبند ضرور جاتے اور بہت دیر تک ان کا ادب و احترام سے بیٹھے رہتے تھے، حضرت مدنی کو بھی ان سے اسی قدر تعلق تھا جب اجتماعات میں شرکت فرماتے تھے تو پھر ہر مصافحہ کرنے والے سے پوچھا کرتے تھے کہ آپ نے جلد دیا یا نہیں؟ اگر وہ انکار کرتا تو آپ اس سے جلد کھواتے۔

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کی تبلیغی اجتماعات میں تقریریں نہایت کثرت سے ہوتی ہیں ان میں سے چند مطبوعہ بھی ہو گئیں جو بڑی طویل ہیں ان کو اس رسالہ کا جرنیلانہ میں تو یہ مختصر سا بہت ہی طویل ہو جائے گا، اگر کوئی صاحب خیر ان کو ایک جگہ طبع کرادے تو علاوہ اس کے نہایت افادہ اور لوگوں کی ہدایت کا سبب بنے اس کا بھی اندازہ ہو جائے گا کہ حضرت شیخ الاسلام کو تبلیغی جماعت سے کتنا تعلق تھا۔ ایک مختصر رسالہ حضرت شیخ الاسلام کی اہم تقریروں کے نام سے چھپا ہے۔ اس میں دو تقریریں مفصل طبع کی گئی ہیں۔ دوسری تقریر کا آخری حصہ نقل کرنا ہوا، یہ تقریر ۲۶ جولائی ۱۹۵۹ء بعد نماز جمعہ بمقام انور منار ضلع شمالی آرا کاٹھ مدراس میں ایک تبلیغی اجتماع میں فرمائی، تاثر کا یہ عالم تھا کہ سارا مجمع رو رہا تھا۔ اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ یہ حضرت کا سب سے آخری سفر تھا اور آخری ہی تقریر تھی اس کے آخری حصہ کے الفاظ یہ ہیں، ”بھائیو! آپ کی یہ مجلس تبلیغ کی ہے یہ تبلیغ اصل میں ذلیفہ آقا سے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے۔ وہ کام جو تم کرتے ہو معمولی نہیں میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ خدا نے تم کو کسی خدمت سپرد کی ہے۔ حقیقت میں کام لینے والا اللہ

ہے، اگر وہ نہ چاہے تو تم کیا کرتے؟ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ارشاد ہے، يَمْوَنُ عَلَيْكَ أَنْ اسْلُمُوا كُلُّكُمْ تَوَافِقُ اسْلَامُكُمْ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَذَا بِلَا ضَيْفَانِ إِنَّ كُنْتُمْ مُصَادِقِينَ۔ خدا کا فضل ہے کہ اس نے تمہارے دلوں میں اس چیز کو ڈالا ہے اسی ہندوستان میں ہمارے باپ دادا اور بہت سے لوگ گذر گئے جو آپس میں لڑتے رہے اور دنیا کے پیچھے پڑے رہے لیکن ان کو تبلیغ کا کبھی خیال نہیں آیا۔ خدا تعالیٰ نے ہمارے زمانے کے علما اور اہل خیر کو اس کی توفیق دی۔ تم بہت سے بندگان خدا کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر رہے ہو، جو کہ اور نماز نہیں جانتے تھے کیا وہ سختی دوزخ نہیں تھے؟ تم ان کو سمجھا کر اللہ کے راستے پر چلا تے ہو تو کیا دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل نہیں کر رہے ہو؟ اللہ جس کو چاہتا ہے اٹھاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گرتا ہے۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمسکنی منت شناس ازو کہ بخدمت بلاشت

خدا کا شکر کرو کہ اس نے تمہیں اس کی توفیق دی یہ بات ضرور ہے کہ بہت سے لوگ تمہاری بات نہیں مانتے گے کیا ہو؟ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات دانی اور آپ کے ساتھ کیا کیا نہیں کیا تم گھراؤ نہیں پریشان نہ ہو اگر ہو قوت اور جاہل برا بھلا کہیں طعنہ دیں تو سن لو یہ تو منت ہے آنحضرت کی اور اس کے انبیاء سابقین کی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لَقَدْ اَوْذَيْتُ فِي اللَّهِ وَمَا اَوْذَى اَحَدٌ مَثَلِي وَلَقَدْ اُخِفْتُ فِي اللَّهِ وَمَا اُخِفْتُ اَحَدٌ مَثَلِي اَلْحَدِيثُ اگر تمہیں کامیابی نہیں ہوئی اور کوئی بھی سیدھا نہیں ہوا تو اس کے باوجود تمہارا درجہ بڑا ہے اور تمہیں پورا اجر ملے گا تم اطمینان رکھو تمہارا کام اللہ کے دربار میں مقبول ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیر سچ کرنے کے لئے بھیجتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جلتے ہی قتال شروع کر دوں؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جا کر ٹھہرو، اور لوگوں کو لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ کی طرف بلاؤ اگر وہ مانتے تو دوسرا معاملہ کرنا اس لئے کہ لان یرہدی اللہ، بلکہ رجلا فیہ من الدنیا وما فیہا ایک آدمی کو بھی تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ ہدایت کر دے تو وہ تمہارے لئے دنیا وما فیہا سے بہتر ہے دوسری روایت میں ہے کہ تم کو جوان آدمیوں کے ملنے سے بھی یہ بہتر ہے۔

بھائیو! تم نے جو قدم اٹھایا ہے وہ مبارک ہے اللہ پاک تمہاری جدوجہد سے لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔ اور تم سے اسلام کی خدمت لے۔ تم ہرگز ٹنگل مت ہو، تکلیفیں اٹھائی

پڑیں گی جیسے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو اٹھانی پڑیں، کیا تم کو خبر ہے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عرب سے کیوں نکلے؟ وہ عراق میں پہنچے، شام، ایران، افغانستان، سندھ، یوپی، بہار اور جنوب میں دکن تک پہنچے؟ یہاں تک کیوں پہنچے ان کا مقصد کیا تھا؟ کیا ملک فتح کرنا تھا؟ یا دولت لوٹنی تھی؟ ہرگز نہیں ان کا اصلی مقصد صرف لا الہ الا اللہ کی دعوت دینا تھا، دنیا کو سچے دین پر لانا تھا اللہ کے بچے ہوئے بندوں کو اللہ سے ملانا تھا اور دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کرنا تھا، بعد والوں نے بیوقوفی کی کہ دنیا کے پیچھے بڑ گئے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ہند میں باہر سے آنے والے مسلمانوں کی تعداد صرف چار یا پانچ لاکھ تھی، مگر تقسیم ہند کے وقت دس کروڑ پچیس لاکھ مسلمان تھے۔ ہمارے بزرگ اسلاف نے اور اولیاء کرام نے تبلیغ دین کے لیے بہت ہی کوششیں کیں، ایک اگر نیا سمتہ لکھتا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر نوے لاکھ مسلمان ہوئے۔ ان کے پاس کیا تھا؟ کوئی فوج تھی؟ فقط اللہ کی معرفت کا خزانہ تھا۔ ہر جگہ اللہ کے سچے بندے گذرے ہیں جنہوں نے دین کی تبلیغ کی، میں نے تاریخ ترکی میں دیکھا کہ ترک قوم کے تین لاکھ خاندان ایک دن میں مسلمان ہوئے۔ اللہ کا کرم کہ تبلیغ کی کوشش وہ پھل لائی کہ ایک زمانہ میں بعض حکام کو یہ تدبیر کرنی پڑی کہ وہ اپنی رعایا کو مسلمان ہونے سے روکیں۔ سترہ میں خلافت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں خراساں کے حاکم کو یہ خطرہ ہوا کہ جزیہ بند ہونے سے خزانہ خالی ہو جائے گا اس لئے ... اعلان کرنا پڑا کہ کسی کا اسلام اس وقت تک قبول نہ کیا جائے گا جب تک کہ وہ فتنہ نہ کرائے، بوڑھوں کے لئے تکلیف دہ بات تھی اس لئے اس حکم کے جاری ہونے سے اسلام کی ترقی رک گئی، اب غلیف کو اطلاع ملی کہ والی خراساں نے اسلام پر پابندی لگا دی ہے تو آپ نے اس کو معزول کر کے دوسرے کو مقرر کر دیا اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس لئے آئے تھے کہ ان پر اسلام کو موقوف رکھا جائے؟ میرے بھائیو؟ ہمارے اسلاف کی کوششوں سے اہل اللہ علماء کرام اور عام مسلمانوں کی کوششوں سے دس کروڑ پچیس لاکھ مسلمان ہو گئے، اگر غلط کاری نہ ہوتی ہوتی تو یقیناً ہندوستان کا اکثر حصہ مسلمان ہو جاتا، میرے بزرگو! اللہ نے آپ کے دلوں میں تبلیغ کی محبت ڈالی یہ مبارک کام ہے اور آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اللہ آپ کو اس سے زیادہ خدمت کی توفیق عطا کرے اپنی بھی اصلاح کر دے اور اپنے بھائیوں کی بھی، اللہ آپ کو مزید ہمت عطا فرمائے۔ بھائیو! تنگ دل

نہو، اللہ کی رحمت کے امیدوار رہو، سب کو اللہ کی رضا و خوشنودی اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کی طرف بلاؤ خود بھی عمل کرو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت بناؤ، سیرت اختیار کرو، داخود عوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کی تبلیغی اجتماعات میں بہت کثرت سے شرکت ہوتی ہے، جن کو متبع اور تلامش کیا جائے تو بہت ہی وقت لگے گا، میرے روزناموں میں بھی بہت سے اجتماعات ایسے ملیں گے جن میں حضرت شیخ الاسلام کی شرکت ملے گی، سوانح یوسفی میں اس کے اجتماع میں جو ۳۰ جمادی الاخری ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۷ جنوری ۱۳۷۳ھ منگل کی دوپہر کو حضرت شیخ الاسلام نے شرکت فرمائی۔ اس کے متعلق سوانح کے حاشیہ میں لکھ دیا گیا غالباً حضرت مدنی کی شرکت تبلیغی اجتماعات میں اپنی زندگی کی آخری شرکت تھی یہ اندازہ سے لکھا گیا۔ اس لئے کہ ایک ہی سال بعد حضرت شیخ الاسلام کا وصال ہو گیا لیکن آرکائیو کے جس اجتماع کی شرکت کا ذکر اوپر گزرا وہ اس کے بعد کی ہے حضرت مدنی قدس سرہ نے شکستہ کے ہنگاموں کے بعد جبکہ نظام الدین کے حضرات کو جلے کرنے شکل ہو رہے تھے بہت کثرت سے اجتماعات میں شرکت فرمائی، سوانح یوسفی میں لکھا ہے کہ شکستہ کے ہنگامے میں ایسے پرخطر دور میں ادھر سے ادھر جانا دشوار تھا، ذرا قدم نکالا موت نے آدھو جاتا۔ بڑے سے بڑے ہمدرد تعلق والے آنکھیں پھیر لیتے تھے کہ بعض ایسے اہم ترین اور مخلص ترین اور پرانے تعلق رکھنے والے اصحاب جو اس وقت صاحب اختیار تھے جن کا حکومت میں اثر و رسوخ تھا انہوں نے بھی ایسے پرخطر دنوں میں خاموش رہنے کا مشورہ دیا۔ لیکن اس اندھیری رات میں روشنی کی ایک ایسی شمع بھی جلی جس نے روشنی دی۔ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا کہ وہ برابر مرکز اور مرکز والوں کی سرپرستی فرماتے رہے، اور ان کی ہمت کو شکستہ ہونے سے بچائے رکھا لیکن مولانا حفظ الرحمن صاحب نے بھی اپنی مجاہدانہ زندگی اور دیرینہ تعلق و احساس فرض کی صفت کا پوری طرح مظاہرہ کیا۔ (مولانا کے متعلق مضمون ان کے بیان میں آ رہا ہے) حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب بھی ان خطرناک ایام میں جماعت کی بہت زیادہ معاونت فرماتے رہے۔

دیگر اکابر کی نظام الدین کی تبلیغ کے متعلق آراء و ارشادات

(الف) حضرت اقدس قدوة الاتقیاء راس الامصیاء شاہ عبدالقادر صاحب رانی پوری نور اللہ مرقہ کے متعلق تو شاید ہی کسی کو اس سے انکار کی جرأت ہو کہ حضرت قدس سرہ کا نظام الدین کثرت سے تشریف لے جانا، اور تبلیغی اسفار اور اہم امور میں مشوروں میں شرکت بہت کثرت سے ہوتی تھی، خود اس ناکارہ کے ذریعہ سے حضرت اقدس رانی پوری قدس سرہ نے حضرت دہلوی نور اللہ مرقہ کے دور میں اور اس کے بعد مولانا الحلج محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں کئی بار ان اکابر کو رانی پور میں اجتماعات کرانے کے لئے بلایا، اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں بار بار رانی پور میں تبلیغی اجتماعات حضرت کے ارشادات پر ہوئے۔ حضرت رانی پوری قدس سرہ کی دہلی میں تشریف بری بھی بہت کثرت سے ہوتی تھی۔ جس کے دوران میں تبلیغی مشورے حضرت دہلوی کے دور میں بھی اور مولانا محمد یوسف صاحب کے دور میں بھی حضرت رانی پوری قدس سرہ سے ہوا کرتے تھے، باوجود اس کے حضرت دہلوی کی یہ تمنا رہی تھی کہ حضرت رائے پوری کی تشریف بری اس سے بھی زائد ہو جس کے متعلق آپ بیٹی نمبر ۴ میں ایک طویل قصہ بھی لکھا اچکا ہوں کہ حضرت دہلوی کی اس تمنا اور خواہش پر کہ حضرت کی تشریف آوری میں اسانہ ہو جائے حضرت کا یہ ارشاد کہ میری آمد تو ان (اس ناکارہ کی طرف اشارہ فرما کر) پر وقت ہے، اس پر چچا جان نور اللہ مرقہ کو بہت غصہ آیا اور فرمایا کہ جب حضرت کی تشریف آوری اتنی آسان ہے تو پھر اتنی تاخیر کیوں ہوتی ہے۔ سوانح حضرت دہلوی میں لکھا ہے کہ مولانا کے نزدیک ملک کی جہالت و غفلت دینی بے حمیتی اور جذبات کی خرابی تمام فتنوں کی جڑ اور ساری خرابیوں کا سرچشمہ تھی۔ اور اس کا علاج صرف یہ تھا کہ میوات کے لوگوں اپنی اصلاح و تعلیم اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے اور اس کے لئے جدوجہد کرنے کی طاقت اور جذبات پیدا کرنے کے لئے باہر اور خصوصاً یوپی کے شہروں میں جاتیں۔ اور اس کے لئے سب سے پہلا سفر اپنے وطن کا مذہب کا رمضان میں تجویز ہوا، جس کی تفصیل سوانح حضرت دہلوی میں موجود ہے۔ اس کے بعد دوسرا سفر رانی پور کا تجویز ہوا، اور شوال میں ۱۰-۱۱ آدمیوں کو اپنے ساتھ لے کر رانی پور تشریف لے گئے۔ رائے پور بھی اطمینان کی جگہ تھی اور دینی و روحانی مرکز تھا۔ نیز مولانا عبدالقادر صاحب جانشین حضرت مولانا الحلج شاہ عبدالرحیم صاحب نور اللہ مرقہ رانی پوری

سے کچھ جیتی اور یگانگت کی بنا پر وہاں سے بھی کوئی تکلف اور اجنبیت نہیں تھی (سوانح حضرت دہلوی ایہ میوات کی جماعتوں کے یوپی میں آنے کی ابتداء ہیں۔ اس کے بعد متعدد مرتبہ رانی پور میں اجتماعات ہوتے رہے اور حضرت اقدس رانی پوری قدس سرہ باغ کے اپنے تلم لگوں کو اجتماع میں شرکت کے لئے اہتمام سے بھیجتے تھے۔ یہ ناکارہ بھی رانی پور کے متعدد اجتماعات میں شریک ہوا سوانح یوسفی میں لکھا ہے کہ مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تقسیم ہند کی لائی ہوئی مصیبت اور وحشت پیدا کرنے والے دور میں اجتماعات کی ابتداء ایسے مقام سے کی جہاں پر ذکر کی فضا قائم تھی۔ اور برسوں سے اللہ اللہ کرنے والے وہاں پر موجود تھے۔ اور ایک ایسے مرد خدا اور بزرگ شخصیت کا سایہ تھا جس نے برسوں ایمان و یقین اور یاد الہی کا سبق دیا۔ تقسیم ہند کے بعد سب سے پہلا اجتماع رانی پور میں ہوا۔ ۳ ربیع الثانی ۱۳۵۷ مطابق ۱۳ فروری ۱۳۵۷ء کی شب میں مولانا محمد یوسف صاحب نظام الدین سے سہارنپور تشریف لے گئے، اور لکھنؤ سے مولانا ابوالحسن علی ندوی اور مولانا محمد منظور صاحب نعمانی پنجاب میل سے سہارنپور پہنچے۔ دوسرے دن صبح ان سارے حضرات کی رانی پور روانگی ہوئی۔ رانی پور میں ایک طویل اجتماع تھا۔ جس کے سلسلے میں یکشنبہ کی شب میں جامع مسجد میں ایک جلسہ ہوا۔ یہ جلسہ اپنی نوعیت کا ایک کامیاب بنیادی جلسہ تھا۔ اس سے آئندہ اجتماعات اور جلسوں کی راہ ہموار ہوئی بشرقی پنجاب کے بہت سے پناہ گزین جنہوں نے رانی پور میں آکر قیام کر لیا تھا وہ بھی اس میں شریک ہوئے یہی وہ سفر ہے جس میں حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رانی پوری نے مولانا محمد یوسف صاحب سے پاکستان کے سفر اور دورہ پر اصرار فرمایا۔

دوسرا اجتماع رانی پور کا پہلے سے طے شدہ نہ تھا نہ پہلے سے کسی کو خبر تھی، اور نہ کوئی اس کے لئے انتظام ہی کیا گیا تھا، مولانا محمد یوسف صاحب حضرت رانی پوری نور اللہ مرقہ سے ملنے کی خاطر رائے پور تشریف لے گئے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اہل فیض آباد ضلع سہارنپور بہت دنوں سے حضرت شیخ الحدیث سے فیض آباد آنے کی درخواست اور اصرار کر رہے تھے مگر حضرت رانی پوری نے حضرت شیخ الحدیث کو سفر کی مشقت کی خاطر فیض آباد جانے کی رائے نہ دی اور جوہڑا فیض آباد لجانے پر مصر تھے ان سے یہ فرمایا کہ تم لوگ رانی پور میں رہو اور حضرت شیخ سے یہیں نیاز حاصل کرو ۱۶ محرم ۱۳۵۷ ہر روز شبہ مولانا محمد یوسف صاحب سہارنپور تشریف لے گئے مع دوسرے رفقاء کے انہوں نے جب حضرت شیخ کو سہارنپور میں نہ پایا تو اسی وقت رانی پور تشریف لے گئے اس طرح پراسوت رانی پور میں

اہل تعلق کا ایک اجتماع ہو گیا، حضرت اقدس رانی پوری نور اللہ مرقدہ نے اہل رانی پور کو حکم دیا کہ وہ قرب و جوار میں آدمیوں کو بھیج کر لوگوں کو جمع کریں، اور بدھ کی حج کو جامع مسجد رانی پور میں ایک تبلیغی اجتماع کریں، مولانا محمد یوسف صاحب نے عرض کیا کہ اس وقت میں حضرت کی صفت زیارت کی نیت سے آیا ہوں، مگر حضرت رانی پوری نے حکم فرمایا، امر فرمایا مولانا اس پر آمادہ ہو گئے اور بدھ کی حج کو تقریباً چھ گھنٹے جامع مسجد رانی پور میں اجتماع ہوا قرب و جوار کا یہ کامیاب اجتماع تھا حضرت شیخ اور مولانا کی تشریف بری کو سن کر بڑی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے مولانا نے اس اجتماع میں چار گھنٹہ تقریر فرمائی۔ اور تقریر کے بعد درگھنٹے تشکیل ہوئی۔ (سوانح یوسفی)

حضرت رانی پوری نور اللہ مرقدہ اور حضرت دہلوی اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہ ہاکی سوانح عمریوں میں بہت کثرت سے ان دونوں حضرات کی رانی پور میں حاضری اور اجتماعات کے تذکرے ہیں، اور حضرت اقدس رانی پوری نور اللہ مرقدہ کی بھی دہلی حضرت دہلوی کے زمانے میں اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے زمانے میں نظام الدین کی تشریف بری الہ کسی کئی دن قیام اور اہم امور میں مشورہ کا ذکر ہے، چونکہ غلات کا اجتماع حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہ کو الہ کے بعد اہم اجتماع تھا جس میں شرکت کے لئے حضرت اقدس رانی پوری نور اللہ مرقدہ راسے پور سے اہتمام سے تشریف لے گئے۔ سوانح یوسفی میں اس اجتماع کی تفصیل بہت ہی طویل لکھی ہے لکھا ہے کہ مراد آباد کے ستر نفر پیدل چل کر اس جلسہ میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ لیکن ذوق و شوق اور کیف و سرور اتنا تھا کہ مکان کا پتہ بھی نہ چلا، سہارن پور سے شیخ احمد میث صاحب اور رانی پور سے حضرت رانی پوری ۲۹ شوال کو نظام الدین پہونچے اور ہر دو حضرات کیشنب کی صبح کو نظام الدین کے غلات تشریف لے گئے۔ اسی دن اجتماع تھا۔ اور جو الا پور ضلع سہارن پور کا اجتماع تو حضرت اقدس رانی پوری ہی کی سفارش پر تجویز ہوا تھا جس کی تفصیل سوانح یوسفی میں ہے۔

(ب) حضرت مولانا وحی اللہ صاحب خلیفہ اہل حضرت حکیم الامتہ نور اللہ مرقدہ کے مکتوب کا مختصر حصہ حضرت حکیم الامتہ کے بیان میں گذر چکا۔ پورا مکتوب یہ ہے۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم ایسے استفسارات پہلے یہاں آئے ہیں ان کا جواب دیا گیا ہے، اب آپ نے بھی کیا ہے۔ آپ جیسے حضرات سے یہ امر تعجب نہیں ہے۔ یہ تبلیغ آج سے نہیں ایک زمانہ دلاز اس پر گذر چکا ہے اور اب یہ عروج پر ہے۔ جب علماء اس میں شریک ہیں انھوں نے اس کی ضرورت کو اور اس کی شرعی حیثیت کو مد نظر رکھ کر اس کام کو عمل میں لایا ہو گا۔ اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح دلائل سے ہے۔ اس کے بعد اب سوال کی اور پھر ہم جیسے لوگوں سے کیا حاجت باقی بچاتی ہے۔ کام مقصود ہے اور اس کو شرعی طریقہ سے کرنا ہے اور علماء دونوں کو جانتے ہیں پھر ان کی

تقلید کو جو ضروری سمجھ رہا ہے اس پر ان کی تقلید ضروری ہے، جو کام کرتا ہے اس کی اہمیت کو وہ عمل سے پہلے اور شرعی نقطہ نظر سے اس کو سمجھ لیتا ہے۔ بس یہ دونوں پہلو پیش نظر ہیں پھر اب سوال کی حاجت نہیں۔ سوال عمل سے پہلے پیدا ہوتا ہے اور اب سوال سے کیا فائدہ؟ تبلیغ اپنے عروج پر ہے وہ روز بروز بڑھتی ہی رہے گی۔ جو اس کے موافق ہو غلوں سے اس کو عمل میں لانے۔ سوال سے تردد کا پتہ چلتا ہے کہ ابھی عمل کے جواز ہی میں تردد ہے یا سب کو اس میں شریک کرنا چاہتا ہے۔ بہت سے کام ہیں اور ضروری ہیں سب کو کرنا ہے۔ ایک جماعت اس کے ہونا بھی ضروری ہے اور بس اور حدود شرع کا پاس دلچاظہر جماعت کے لئے ضروری ہے والسلام وحی اللہ عنہ (چشمہ آفتاب)

حضرت مولانا وحی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ خاص مولانا ڈاکٹر صلاح احمد صاحب مدنی جو رسالہ معرفت حق جو حضرت مولانا شاہ وحی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ سے نکلتا ہے اس کے مدیر بھی ہیں ان کے داماد جناب شمس الرحمن صاحب کا خط میرے پاس آیا۔ جنھوں نے اپنی تبلیغی مساعی جمیلہ ہر ہفتہ دو گشتوں میں شرکت، مرکز میں شب گذاری اور روزانہ بعد فجر کی تعلیم کے اپنے متعلق ہونا، اور ہفتہ واری تقریر اپنے ذمہ ہونا وغیرہ امور کی تفصیل لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ ڈاکٹر صاحب میری جماعت کی آمد و رفت پر کبھی کبھی نہیں فرماتے، بلکہ کبھی کبھی بہت ہی فراخ دلی سے کہتے ہیں کہ یہ بھی بہت بڑا اور ضروری کام ہے اور ہمارا ہی کام ہے فقط۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو ان کی سربستی کا دونوں جہان میں بہترین بدلہ عطا فرمائے اور ان کے داماد صاحب کی مساعی جمیلہ کا اجر ڈاکٹر صاحب کو بھی عطا فرمائے، اور ان سب احوال کا مجموعہ حضرت شاہ وحی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کو عطا فرمائے کہ یہ سب حضرت شاہ صاحب ہی کی توجہ کا نتیجہ ہے۔

(ج) مکتوب مولانا اسعد اللہ صاحب خلیفہ حضرت حکیم الامتہ تھا نووی نور اللہ مرقدہ و ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

محترمی و محرمی مولانا صاحب۔ وعلیکم السلام در رحمتہ اللہ وبرکاتہ کئی روز ہوئے آپ کے جوابی گرامی نامے نے عزت بخشی۔ حضرت مولانا ایاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک اور حضرت تھا نووی رحمۃ اللہ علیہ کے اختلاف کے متعلق میں نے آپ کے استفسار پر کافی غور کیا اور اس سلسلے میں اپنی معلومات کو ذہن میں یکجا کرتا رہا۔ پھر میں نے آپ کے گرامی نامہ کا جواب

کہنے کے لئے خدا اللہ سے کہا اے جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے حضرت نے کسی کو میسر
 سلئے تبلیغ نہیں روکا اور نہ منع کیا۔ چند ہی دنوں کی بات ہے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے
 اپنے یہاں مولانا عبد اللہ صاحب سرگرم کارکن تبلیغ سے تبلیغی تقریر کرائی اور حضرت مفتی صاحب
 موصوف اپنے یہاں کام کرتے رہتے ہیں علاوہ ازیں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے
 متوسلین اور معتقدین تبلیغ میں غلی حصہ لیتے رہتے ہیں۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں
 تبلیغ میں شرکت کو اپنی سعادت سمجھتا ہوں، میسر عوارض مجھے اجازت نہیں دیتے کہ میں غلی
 شرکت کروں، پھر بھی گا ہے گا ہے تبلیغی اجتماعات میں شرکت کرتا رہتا ہوں۔ ادرا ب سے چار
 پانچ سال قبل سہارنپور کی جامع مسجد میں جمعرات کے ہفتہ واری اجتماع میں پابندی سے شریک
 ہوتا تھا۔ نیز میں اپنے تمام احباب ظاہر و باطن کو ادھر متوجہ کرتا رہتا ہوں، اور وہ لوگ جو مجھ سے
 بیعت ہوتے ہیں انھیں تو میں بنا کید تبلیغ میں شرکت کے لیے کہتا رہتا ہوں۔ ادھر یہ ایک
 حقیقت ہے کہ ہمارے حضرت کے یہاں برابر تبلیغ کا کام ہوتا رہا ہے۔ ممکن ہے کہ کبھی حضرت
 نے کسی مبلغ کے متعلق کچھ فرمایا ہو نفس تبلیغ پر حضرت نے میسر علم کے مطابق کبھی بکیر نہیں
 فرمائی اور جب آپ خود تحریر فرما رہے ہیں، دوسری طرف جو احقر نے اس دعوت تبلیغ کو دیکھا
 تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق زندگی گزارنے
 کا واحد ذریعہ یہی تبلیغ ہے۔ اب اس کے بعد مزید استفسار کی کیا گنجائش رہی؟ واقعہ یہ ہے
 کہ موجودہ آزمائشی حالات نے تبلیغ کی ضرورت کو ہمیشہ سے زائد ثابت کر دیا۔ نیز اس کا نفع
 ظاہر و باہر ہے۔ اللہ کے حکم سے رسولوں نے تبلیغ کی ان کے بعد براہران کے صحابہ تابعین تبع
 تابعین، علماء اور اولیاء و صوفیاء ہمیشہ تبلیغ کرتے رہے۔ مجھے امید ہے بلکہ یقین ہے کہ اب
 آپ کو اطمینان ہو جائے گا، اور کوئی غلط باقی نہیں رہے گی۔ تبلیغ نے تمام دنیا کے مسلمانوں
 میں بیداری پیدا کر دی ایسی صورت میں اس کا تعاون ضروری ہے مجھے حضرت شیخ مدظلہ
 سے معلوم ہوا کہ حضرت پھولپوری قدس سرہ تبلیغ کے بڑے زبردست حامی تھے حضرت شیخ
 الحدیث صاحب مدظلہ تو انتہائی شد و مد کے ساتھ تحریک تبلیغ کے حامی تھے ہی نیز دورہ کے
 اساتذہ حضرت مولانا امیر احمد صاحب، مفتی مظفر حسین صاحب اور دوسرے مدرسین علمائے شرکت
 کرتے رہتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ ایک حقیقت ہے کہ دراصل تبلیغ کا سرچشمہ اور منبع مظاہر علوم
 بذات خود ہے اس تحریک کے بوسس مؤید اور سرپرست سب ہی مظاہر علوم کے سرپرست رہے۔

حضرت شیخ براہ کافی روپیہ مبلغین کے دعوت طعام وغیرہ میں خرچ فرماتے ہیں۔ فقط۔

(حضرت مولانا، محمد اسعد اللہ صاحب) بقلم محمد اللہ

(۱) حضرت مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب غلیفہ حضرت حکیم الامتہ تھانوی مدر متہم دارالعلوم
 دیوبند کی شرکت ان تبلیغی اجتماعات میں اتنی کثرت سے ہوتی رہتی ہے کہ ان کی تفصیل کا
 احصاء مشکل ہے، حضرت قاری صاحب کی کئی تقاریر مستقل طور پر ایک رسالہ میں جس کا نام کیا
 تبلیغی کام ضروری ہے، میں شائع ہو چکی ہیں۔ اگر حضرت قاری صاحب کے تبلیغی اسفار کی تفصیل
 کوئی جمع کرنا چاہے تو رسالہ دارالعلوم سے معلوم ہو جائے گا کہ کہاں کہاں کے اجتماعات میں حضرت
 قاری صاحب کی شرکت ہوتی ہے۔ میوات کے متعدد اجتماعات میں تو یہ ناکارہ بھی حضرت قاری صاحب
 کے ساتھ شریک ہوا، اور سہارنپور کے سالانہ اجتماع میں ہمیشہ قاری صاحب کی تشریف آوری اور
 کئی کئی گھنٹے اس تبلیغی جماعت کی حمایت اور اس میں شرکت کی تائیدی تقریروں میں تو یہ ناکارہ
 خود بھی شریک ہوا۔ قاری صاحب کی بھوپال کے اجتماع کی ایک تقریر جس کو مولوی محمد احسن ندوی
 نے ضبط کیا تھا اور اس کو نشان منزل نے طبع کیا تھا جس کی نقل "حقیقت تبلیغ" مرتبہ جناب
 الحاج ابراہیم یوسف باوا صاحب رنگونی میں ہے کہ ہندوستان میں اس وقت دعوت و تبلیغ
 کے کام کو چند سال قبل حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شروع کیا خدا تعالیٰ نے اس کے کمال
 مبارک پر اس کا اتمام کیا انھوں نے تبلیغ کیلئے جامعوں کا طریقہ اختیار کیا مولانا محمد یوسف صاحب نے جماعتی طریقہ اختیار کیا
 میں نے شاید کہیں لکھا ہے کہ تبلیغ کو اللہ تعالیٰ نے مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دل پر
 بطور فن کے اکتفا کیا۔ اس میں تعلیم و تربیت سیر و سیاحت روح کی دلچسپی بدن کی ورزش ہر
 ایک چیز موجود ہے۔ آج کے دور میں یہ کام بڑا ہی مفید اور لازمی ہے۔ اسی وجہ سے یہ کام قری
 سے پھیل رہا ہے اور اس خاموش تبلیغ سے ایک عظیم انقلاب آرہا ہے، ہندوستان کے ہر خطہ
 میں اور ہندوستان سے باہر جہاں بھی میں گیا وہاں میں نے تبلیغی جماعتیں اور تبلیغی مراکز
 دیکھے، رسمی انداز میں اس عالمگیر طریقہ پر کام نہیں ہو سکا اور اس کے ساتھ ساتھ ذہن و فہم
 ہے اور نہ داد دیا و شور آپ نے کہیں نہیں سنا ہو گا کہ ان جماعتی لوگوں نے کہیں غدار کیا، کہیں فساد
 برپا کیا یہ خاموش تبلیغ ہے جو عالمگیر طریقہ سے ساری دنیا میں پھیلی جا رہی ہے اور اس کی مقبولیت
 روز بروز بڑھتی چلی آرہی ہے۔ تبلیغ کے کام میں آدمی کو اس کے گھر سے نکالا جاتا ہے وہ گھر کے
 ماحول سے نکل کر خدا کے گھر میں پہنچتا ہے وہاں اسے دوسرا ماحول ملتا ہے۔ گھر کے ماحول

اور اس ماحول میں بڑا فسق ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔ یہاں سے داعی اور عامل دونوں بننا پڑتا ہے۔۔۔۔۔۔ وہ داعی بن کر آتا ہے اور عامل بن کر جاتا ہے۔ آج کے دور میں بہت سی تحریکیں چل رہی ہیں لیکن یہ تحریک اپنی مثال آپ ہے۔ اس میں نہ عہدے ہیں نہ منصب ہیں نہ کرسیاں ہیں اور نہ سیٹیں ہیں بلکہ اپنے ہی مال کا خرچ ہے اپنی جیب پر بار ہے، یہ تحریک موجودہ دور میں دین کے تحفظ کے لئے ایک بڑی پناہ گاہ ہے۔۔۔ آج جس دور سے ہم گزر رہے ہیں اس دور میں مسلمانوں کے لئے صرف دو پناہ گاہیں ہیں ایک دینی مدرسے دوسرے یہ تبلیغی کام۔

قاری صاحب کا ایک بہت طویل وعظ ہم صفحہ کا ”کیا تبلیغی کام ضروری ہے؟“ کے نام سے بلفظہ شائع کیا گیا ہے جس میں قاری صاحب نے ان سب اعترافات کا جواب دیا ہے جو اس وقت ان کے کان میں پڑے تھے اور ان کو یاد رہے تھے اس کے بعد فرمایا خلاصہ وعظ کا یہ ہے کہ اصلاح نفس کے چار طریقے ہیں جو میں نے اوپر بیان کئے۔ اور اس کام میں اصلاح نفس کے تقریباً چاروں طریقے موجود ہیں۔ جو جتنی محنت کرے گا اتنی ہی ترقی حاصل کرے گا۔ اس لئے کہ جب آپ عمل کریں گے تو اس پر اس کام کے ثمرات بھی ضرور مرتب ہوں گے۔ اب ہم معترضین کے متعلق جو کچھ ہم نے کہا ہے وہ ان کے اعتراف کو مان کر کے اور اگر غور کیا جائے تو سرے سے ان کے اعترافات ہی قابل تسلیم نہیں اس لئے کہ اس میں بڑے اور پرلے لوگ بھی تو موجود ہوتے ہیں جن سے کام کے اصول معلوم ہو سکتے ہیں اور اصول سے کام کرنے میں ترقی ہوگی، بعض ارباب درس و تدریس ہوتے ہیں اور بعض اہل فتویٰ ان سے آپ کو روکتے بھی نہیں ہیں۔ اگر کسی کو ظلم حاصل کرنا ہو تو ان سے حاصل کر سکتا ہے، مسائل معلوم کرنا ہوں تو ان سے معلوم کیا جاسکتا ہے کام کرنے والوں کے لئے یہ سب باتیں ہیں اور مختبین ہیں اور نہ کام کرنے والوں کے لئے یہ سارے اعترافات ہیں۔ بہر حال نسخہ ہے مکمل، ہاں دل ہی اگر نہ چاہے تو اور بات ہے کسی نے صحیح کہا ہے کہ ”اگر تو ہی نہ پناہ ہے تو پناہ ہزار میں“ تو بات بتلانے والوں نے بتلادی اعلان کرنے والوں نے آواز بھی لگا دی، منزلی بھی بتلادی ثمرہ بھی بتلادیا کہ یہ سامنے آئے گا، اب ان حضرات کی ذمہ داری نہیں کہ وہ آپ کی طرف۔۔۔ چلیں بھی، آپ چلیں گے اور کام کریں گے تو اس کا پھل پائیں گے۔ ظاہر ہے کہ نفع عام ہے اس لئے اس میں ضرورت ہے کہ سب چلیں، اگر آپ تعلیم میں شرکت کر سکتے ہوں تو تعلیم میں شریک ہوں، گشت میں شرکت کر سکتے ہوں تو گشت میں شریک ہوں، اور اگر کچھ

اوقات لگا سکتے ہوں تو اوقات بھی لگائیں، اور بھائی اس سے کنارے رہنا بڑی ہی محرومی کی بات ہے۔ فکری طور پر ہو، عملی طور پر ہو جس درجہ میں بھی ہو اس میں شریک رہنا چاہیے (۱۸) حضرت مولانا الحاج سید سلیمان ندوی خلیفہ حضرت تھانوی نور اللہ رحمہ اللہ کی شرکت لکھنؤ کے قیام میں پھر بھوپال کے قیام میں پھر پاکستان کے قیام میں ان تبلیغی اجتماعات میں بہت کثرت سے ہوتی ہے حجاز کے تبلیغی اجتماعات میں بھی حضرت سید صاحب کی شرکت ہوتی ہے اور تقریریں بھی فرماتی ہیں، مولانا الحاج ابوالحسن علی میاں صاحب نے جو حضرت دہلوی کی سوانح لکھی ہے اس پر حضرت سید صاحب کا مبسوط مقدمہ ہے جس کے متعلق سید صاحب کی سوانح ”تذکرہ سلیمان“ میں لکھا ہے کہ یہ بلند پایہ مقدمہ بھی اپنی جامعیت علمیت اور فوائد کے اعتبار سے اپنی نظر آپ ہے۔ میں صفحات میں اتنے اہم مضامین کی دستوں کو سمیٹ لینا یہ حضرت ہی کا حصہ تھا، صرف عنوانات کی شمار ہی سے اس کی گونا گونی کا اندازہ لگائیے جو یہ ہیں۔ امت مسلمہ کا فریضہ، دولت و سلطنت مقصود اول نہیں، امت مسلمہ جا نشین ہے، تعلیم و تزکیہ میں تفریق، تقسیم و تزکیہ کی یکجائی، خلائق دونوں کی یکجائی میں ہے۔ مزاج نبوت تمام ملت ہے، ماتحت سوانح اس معیار سے، سلسلہ ولی الہی، صاحب سوانح کا سلسلہ نسب، اس عہد میں تبلیغی ناکامی کے وجوہ، انبیاء کے اصول دعوت (تذکرہ سلیمان) یہ تو جمالی عنوانات ہیں۔ ان میں سے عنوان ”صاحب سوانح اس معیار سے“ کے ذیل میں مقدمہ میں لکھا ہے کہ ”آئندہ اوراق میں جس دعائی حق اور دعوت حق کی تصویر کھینچی گئی ہے میری آنکھوں نے اس کے چہرے کے خدو خال کا مشاہدہ کیا تھا، اس کے ظاہر و غائب کے حالات دیکھا اور سننا سنا، اور جن کو یہ سعادت حاصل نہیں ہوتی ان کو ان اوراق کے پڑھنے سے اس کی پوری کیفیت معلوم ہو جائے گی۔ اور اسی ضمن میں اس کے اصول و طریق دعوت اور خود حقیقت دعوت کے سارے حالات واضح ہو جائیں گے۔

اسی مقدمہ کے عنوان ”انبیاء کے اصول دعوت کے ذیل میں تحریر فرمایا۔“ تبلیغ دعوت کے ان اصولوں میں سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں نمایاں معلوم ہوتے ہیں۔ ایک عرض ہے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا انتظار نہیں فرماتے تھے کہ لوگ آپ کی خدمت میں خود حاضر ہوں بلکہ آپ اور آپ کے داعی لوگوں تک خود پہنچتے تھے اور حق کی دعوت دیتے تھے یہاں تک کہ کبھی کبھی لوگوں کے گھروں تک خود پہنچ جاتے تھے۔ اور کلام حق کی دعوت پیش

فرماتے تھے۔ مکہ معظمہ سے سفر کر کے طائف تشریف لے گئے اور وہاں عبدیلیل وغیرہ رئیسوں کے گھروں پر جا کر تبلیغ کا فرض ادا فرمایا۔ حج کے موسم میں ایک ایک قبیلہ کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کو حق کا پیغام پہنچاتے۔ اور ان کی ترشی و تند جوابوں کی پرواہ نہ فرماتے تھے۔ آخری سال میں یثرب کے وہ سعادت مند ملے جن کے ہاتھوں سے ایمان و اسلام کی دولت مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو منتقل ہوئی، صلح حدیبیہ کے بعد جب ملک میں امن و امان و اطمینان ہوا تو اسلام کے سفیر مصر و ایران و حبش کے بادشاہوں اور عمان و بحرین اور یمن اور حدود شام کے رئیسوں کے پاس اسلام کا پیغام لے کر پہنچے۔ اور مختلف صحابہ نے عرب کے مختلف صوبوں اور قبیلوں میں جا کر اسلام کی تبلیغ کی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ گئے، حضرت علی اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یمن کا رخ کیا، یہی حال ہر دور کے علماء حق اور ان کے دین کا رہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ داعی اور مبلغ کا خود فرض ہے کہ وہ لوگوں تک پہنچے اور حق کا پیغام پہنچائے، بعض صاحبوں کو خانقاہ نشینوں کے موجودہ طرز سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ان خالص حق کا ہمیشہ سے یہی طریقہ رہا ہے حالانکہ یہ سراسر غلط ہے، ان بزرگوں کی سیرتوں اور تذکروں کو کھول کر پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ یہ کہاں کے رہنے والے تھے فیض کہاں پایا اور جو پایا اس کو کہاں کہاں بانٹا اور کہاں جا کر زیر زمین آرام کیا اور یہ اس وقت کیا جب دنیا ریلوں، لاریوں، موٹروں اور سفروں کے دوسرے سامان راحت سے محروم تھی۔ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ میستان میں پیدا ہوئے، چشت واقع افغانستان میں دولت پانی اور اچھا تاد کے کفرستان میں اگر حق کی روشنی پھیلائی، فرید شکر گنج علیہ الرحمۃ سند کے کناروں سے چلی تیک اور دہلی سے پنجاب تک آئے گئے۔ اور ان کے مریدوں کے مریدوں میں حضرت نظام الدین سلطان الاولیاء علیہ الرحمۃ اور پھر ان کے خلفاء کے احوال اور ان کے سفر کے مقامات اور ان کے حارات کی جائے وقوع کو دیکھئے کہ وہ کہاں کہاں ہیں کوئی دکن میں ہے کوئی مالوہ میں ہے کوئی جنگال میں ہے کوئی صوبہ کات محمدہ میں ہے (مقدمہ سوانح) سید صاحب اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

• از بھوپال یکم ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ۔ عزیزم مکرم حیاکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ
مکی زندگی سے مدنی زندگی بمشکل کامیاب ہو سکتی ہے، اور پچھلے فرسودہ نظام زندگی کی بنیاد
بد تجدید کی دیواریں کھڑی نہیں ہو سکتی ہیں، خود مسلمان بننا دوسرے مسلمانوں کو مسلمان بننے

کی دعوت دینا وقت کی اہم پکار ہے۔ اور اس فرض کو نفرت کے بجائے محبت کے جذبہ سے انجام دینا سب سے اہم ہے۔ (تذکرہ سلیمان) اسی سوانح میں دوسری جگہ لکھا ہے کہ حضرت مولانا ایک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی جماعت کا ایک بڑا مرکز بھوپال بھی تھا اور تبلیغی حضرات کئی وجوہ سے حضرت والا سے خاص تعلق رکھتے تھے اس لئے جب تک حضرت بھوپال میں مقیم رہے تبلیغی کاموں کی گویا سرپرستی فرماتے رہے اور غالباً حضرت ہی کے ایمان سے مولانا اشفاق الرحمن گاندھوی بڑی گرجوشتی سے تبلیغی وفد میں حصہ لینے رہے اور اپنے موافقہ حسنہ کے ذریعہ ریاست کے چپہ چپہ تک اسلام خالص کی دعوت پہنچائی۔

صاحب سوانح ایک جگہ لکھتے ہیں کہ وصال سے مرن چار یوم قبل مغرب کے بعد جب حضرت والا صاحب معمول نماز سے فارغ ہو کر چار پائی پر بیٹے تھے کہ سفیر شام مع چند رفقاء کے تشریف لائے۔۔۔ اس کے بعد سفیر صاحب نے جماعت تبلیغ کے متعلق حضرت والا کی شخصی رائے دریافت فرمائی، ارشاد ہوا کہ تبلیغی جماعت دین خالص کی داعی ہے۔ (تذکرہ سلیمان)

مولانا الحاج علی میاں صاحب حضرت دہلوی کے کھنڈو کے سفر کی تفصیل لکھتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ سید سلیمان صاحب ایک روز پہلے کھنڈو تشریف لائے تھے اور مولانا کے ساتھ ہی مقیم تھے سید صاحب کو اس سے چند گھنٹے پہلے کے لئے تھکا بھون کے اسٹیشن اور تھکا بھون سے کاندھل تک ریل میں مولانا سے گفتگو کا اتفاق ہوا تھا، اور اپنے اگلے روز چھانک حبش خاں کے جلسہ میں مولانا کی دعوت کی ترجمانی اور اپنے خیالات کا اظہار فرمایا تھا، اس موقع پر آٹھ نو دن شب دروز ساتھ رہا۔۔۔ آخری روز جمعہ کے دن جو خاص مصروفیت کا تھا امیرالدولہ اسلامیہ کالج تشریف لے گئے جہاں ایک بڑا اجتماع آپ کے انتظار میں تھا وہاں پہلے مولانا سید سلیمان صاحب نے ایک پراثر تقریر کی آپ کے بعد مولانا نے ارشاد فرمایا سوانح حضرت دہلوی (یا ناکارہ بھی حضرت دہلوی کی معیت میں ندوۃ العلماء میں مقیم رہا۔ سید صاحب بہت اہتمام سے حضرت دہلوی کی نجی تقاریر میں اور اجتماعات میں نہایت ہی سکون و وقار کے ساتھ شریک رہتے اور بہت غور سے تقاریر خاص طور سے نجی مجالس کی سنتے۔ ایک دفعہ میرے سامنے حضرت دہلوی سے فرمایا تھا کہ آپ کے ارشادات میں مجھے حضرت حکیم الامت کے ارشادات کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

سوانح یونی میں لکھا ہے کہ مولانا سید سلیمان ندوی ج کونٹرین لکھے مولانا سید سلیمان ندوی کے علاوہ

سے واقعہ تھے ان کے جاز پہنچنے سے تبلیغی جماعت کے افراد نے بڑا فائدہ اٹھایا اور کئی ایسے جماع کئے جن میں عرب کے علماء، کبشت شریک ہوئے اور حجاز دین اور شام و عراق کے علاوہ سوڈان، مصر، مراکش، ٹیونس کے علماء بھی شریک ہوئے۔ اس سلسلے کا پہلا اجتماع حضرت ابوالوہاب نصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں ہوا تھا، اور سید صاحب نے ایک ایسے اجتماع کو خطاب کیا جس میں مصر، سوڈان، مراکش، ٹیونس کے فاضل علماء اور خواص جمع تھے مولانا سید سلیمان ندوی نے نہایت اچھے پیرائے اور علمی اسلوب میں بڑے سلیحے ہوئے انداز سے دعوت و تبلیغ پر روشنی ڈالی اجتماع کے اختتام پر سب ہی علماء اور خواص نے اپنے اپنے پتے دینے علماء نے کام کو خوب سراہا اور اس کام سے اپنے تعلق کا اظہار کیا۔ (سوانح)

مفتی زین العابدین صاحب مفتی اعظم لاکھپور نے اس سفر حج کا قصہ اپنے گرامی نامہ میں تفصیل سے لکھا ہے وہ لکھتے ہیں کہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ جب ۱۹۲۷ء میں ہند سے حجاز تشریف لے گئے ہم مکہ معظمہ تین دن مسلسل حاضر ہوتے رہے، تیسرے دن حضرت نے بوجھا آپ کہاں کے ہیں تو بندہ نے عرض کیا کہ پنجاب کا ہوں، حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے ڈابھیل میں دورہ پڑھا پھر امرتسر میں پڑھا تا رہا، اس کے بعد سات چلے تبلیغ میں لگائے، پھر ایک سال نظام الدین گندارا، پھر ان حضرات نے یہاں ۱۹۲۷ء میں بھیج دیا، اب یہاں اس طرح حجاج میں اور بقیہ وقت یہاں کے علموں میں کام کرتے رہتے ہیں۔ اس پر فرمایا کہ تیرا نام بھی میں معلوم ہوا تھا۔ اور یہ بھی کہ یہاں کے امیر جماعت تم ہو۔ میں نے عرض کیا مجھے ہی امیر بنا رکھا ہے تو فرمایا کہ میرا یہاں کا پورا وقت آپ کے حوالہ ہے میں خود کوئی پروگرام نہیں بناؤں گا، چنانچہ اس پر اس شدت سے عمل فرمایا کہ ایک دن میں مدرسہ مولتیہ میں لیٹا ہوا تھا، ایک ساتھی نے آکر اٹھایا کہ شیخ عمر بن حسن امیر المعروف نجد شیخ عبداللہ بن حسن الاسلام حجاز کے بھائی تشریف لاتے ہیں، میں حیران ہو کر اٹھا ان سے باہر آکر ملا پھر اندر لے گیا تو انھوں نے ارشاد فرمایا میں شیخ سید سلیمان ندوی کی خدمت میں حاضر ہوا افراد ان کو اپنے یہاں کھانے کی دعوت دی تو انھوں نے ارشاد فرمایا کہ میں یہاں کا وقت تبلیغ میں دے چکا ہوں، میرے میرے پوچھیں اگر وہ قبول کریں تو مجھے قبول ہے، چنانچہ میں اسی وقت شیخ عمر بن حسن کی کار میں ان کے ساتھ بیٹھ کر سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور حضرت سے استفسار کر کے ان کی دعوت قبول کی۔ اور ان کے چلے جانے کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت ان بڑے لوگوں سے تو براہ کرم آپ خود ملے فرمایا کریں تو فرمایا

بالکل نہیں جو ملے کرنا ہوگا تجھے کرنا ہوگا۔ فقط۔ جناب الحاج عبدالوہاب صاحب روح رواں تبلیغ پاکستان اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں "سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ تو ہمارے ساتھ ہر انوار کو تشریف لے جاتے تھے، اور بندہ کی باتوں کو سنتے تھے، اور بندہ کا نام "بلبل ہزار داستان" رکھا ہوا تھا فرماتے تھے کہ جب تم لوگ آجاتے ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں خبری خیر ہے، اور جب تم چلے جاتے ہو تو سمجھتا ہوں کہ دنیا میں خبری شری ہے (و) حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب سابق صدر مدرس مدرسہ علوم خلیفہ حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہا جب تک سہارنپور مقیم رہے میوات کے جلسوں میں کثرت سے تشریف لے جاتے رہے۔ حضرت مولانا کی ایک دفعہ طبیعت ناساز تھی حکیم کو دکھانے دہلی تشریف لے گئے چونکہ نظام الدین ہی قیام رہا کرتا تھا اس وقت حضرت دہلی میوات کے ایک سخت ترین سفر پر جا رہے تھے جو پہاڑ پر تھا، حضرت دہلی نے مولانا کو بھی ساتھ چلنے کی دعوت دی، باوجودیکہ مولانا بیمار بھی تھے اور حکیم کے پاس علاج کے لئے تشریف لے گئے تھے مگر ساتھ ہوئے، جمعہ کا دن نہایت گرمی کا وقت پہاڑ تک سواری مل گئی، مگر پہاڑ پر پاؤں چڑھنا پڑا چاچا جان تو مشاق تھے ہمیشہ کے عادی تھے مولانا مرحوم کو اس قسم کے سفر کا کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا دونوں اکابر نہایت مشقت کے ساتھ جمعہ کی عجلت کی وجہ سے تیزی سے پہاڑ پر چڑھ رہے تھے پسینہ پسینہ ہو رہے تھے بیک نوا واقعہ میوات نے دوسرے کو آواز دے کر کہا کہ ارے فلا نے دیکھ تو یہ بولبی گنجی کھانے کے شوق میں کیسا بھاگ رہے ہیں، گنجی میوات کا ایک خاص کھانا ہے، جو ان کے یہاں بہت پسندیدہ ہے اور بولی والوں کو اس کا کھانا مشکل ہے۔ تجلیات رحمانی یعنی حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب نور اللہ مرقدہ کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ تبلیغی جماعت کے کام سے آپ کو بڑی دلچسپی تھی، تبلیغ کو آپ اس بڑے میں جہاد اکبر سمجھتے تھے۔ امیر جماعت تبلیغ حضرت مولانا محمد ایاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت مولانا کے ساتھ بڑے گہرے تعلقات تھے۔ حضرت مولانا محمد ایاس صاحب کے خلوص اور لیس کے میر تقی میر قابل تحریف تھے کیونکہ حرکت ہو رہی ہے حضرت مولانا محمد ایاس صاحب کے خلوص اور لیس کی برکت مولانا محمد یوسف صاحب حضرت مولانا کے خاص تلامذہ میں سے تھے انھوں نے دوروں کی اکثر کتابیں مولانا مرحوم سے پڑی تھیں تبلیغی جماعت کے بعض دوسرے سرکردہ حضرات حضرت مولانا کے تربیت یافتہ اور تلامذہ تھے مولانا صاحب مولانا حمید اللہ صاحب حضرت مولانا سے بڑے بڑے میں مولانا سید احمد رضا صاحب امیر جماعت مدنی عربی حضرت کے تلامذہ میں اور بڑے تعلق والے تھے مولانا اپنے تلامذہ و متعلقین کو تبلیغی سلسلے میں شرکت کا حکم اور شور دیتے، مولانا منظور صاحب جینوٹی نے تحریر کیا کہ میں مدرسہ سے رخصت لے کر تین چلوں پر مشرقی پاکستان چلا گیا تھا۔

اور اب جماعت تبلیغی کے ہمراہ مکہ مکرمہ جا رہا ہوں، اس کے جواب میں حضرت مولانا نے تحریر فرمایا جو کام آپ کر رہے ہیں اس میں شک نہیں کہ موجودہ زمانے میں جہاد اکبر ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ایک صاحب نے کراچی سے مولانا کو لکھا کہ میں تبلیغی جماعت کے ساتھ جو دعوت الی اللہ کے لئے جاتی ہے شرکت برابر کرتا رہتا ہوں مگر پچھلی اتوار کی شام کو تبلیغی جماعت کے ایک صاحب جو عالم معلوم نہیں ہوتے تھے انھوں نے اپنے بیان میں فرمایا کہ گشت میں جانے والوں کو سات لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے، حالانکہ مسجد الحرام خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے والوں کو صرف ایک لاکھ کا ثواب، یہ بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی، حالانکہ حضرت تھانوی کے وعظ آداب تبلیغ میں پڑھا تھا کہ یہ تبلیغ فرض کفایہ ہے تو جب فرض عین نہیں تو انھوں نے یہ کیسے بیان کر دیا، جس پر حضرت مولانا نے مختصر تحریر فرمایا کہ ایسے جزوی امور کو ترک کر دیجئے جو بات شریعت کے موافق نظر آئے اس پر عمل کرتے رہیں (تجلیات رحمانی) ایک شخص نے تبلیغ میں مسلسل چلوں کا ذکر کیا تو فرمایا کہ موجودہ زمانہ میں یہ بہت بڑا فریضہ ہے۔ مگر اس کے ساتھ پیمانہ گان کے حقوق کا بھی خیال فرمانا ضروری ہے (تجلیات رحمانی)

(نہ) حضرت مولانا الحاج مفتی محمد شفیع صاحب سابق مفتی دارالعلوم دیوبند حال ناظم جامعہ اسلامیہ کراچی خلیفہ حضرت تھانوی قدس سرہ کے متعلق حضرت ناظم صاحب مظاہر علوم اوداس ناکارہ کے خطوط میں گزرجکا ہے کہ حضرات دہلی کی آمد پر حضرت مفتی صاحب ان لوگوں کو اپنے مدرسے میں بلاتے ہیں اور مدرسین و طلبہ کو جمع فرما کر ان حضرات سے تبلیغی تقریریں اہتمام سے کراتے ہیں اور بعد میں خود بھی اس کی تائید میں تقریر فرماتے ہیں، واقعات بالا تو خود میسر مشاہد ہیں وہاں کے طلبہ کے خطوط سے بھی اکثر حضرت مفتی صاحب کی مستقل تقریر اس جماعت کی تائید و نصرت و شرکت میں ہونی معلوم ہوتی رہتی ہے۔

یہ چند نمونے میں نے حضرت حکیم الامتہ نور اللہ مرقدہ کے اجل خلفاء کے نقل کرائے ہیں میری سمجھ میں تو نہیں آتا کہ اگر حضرت حکیم الامتہ اس جماعت سے خفا تھے تو حضرت کے اجل خلفاء میں سے کسی کو بھی ناراضی کی خبر نہ ہوتی اور یہ سب حضرات نہایت جوش و خروش کے ساتھ اس میں شرکت بھی فرماتے رہے شرکت کے تھکے بھی کرتے رہے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب حضرت حکیم الامتہ نور اللہ مرقدہ کے بھانجنے ایک مستقل چلہ اس میں دینے کا وعدہ فرما رکھا تھا جو مشاغل کے جوم کی وجہ سے پورا نہ ہو سکا اور وہ جب چچا جان کی بیماری میں ایک دن کو تشریف لے گئے اور چچا جان

نور اللہ مرقدہ نے ان کو ان کا وعدہ یاد دلایا تو اپنی سخت مجبوری اور ضرورت کے باوجود مستقل قیام فرمایا اور وصال تک وہیں موجود رہے، اور اس زمانہ میں تبلیغی اجتماعات میں کثرت سے شرکت بھی فرماتے رہے اور ملفوظات بھی جمع کرتے رہے۔ اور اس کا اطمینان بھی دلاتے رہے کہ آپ کے بعد یہ کام انشاء اللہ اسی طرح چلتا رہے گا۔ جیسا کہ ملفوظات حضرت دہلوی میں تفصیل سے موجود ہے، میں نے حضرت حکیم الامتہ قدس سرہ کے خلفاء کے آراء اور ارشادات اسی وجہ سے لکھوائے کہ لوگ حضرت قدس سرہ کی طرف سے اس چیز کو پھیلاتے ہیں کہ حضرت حکیم الامتہ ناراض تھے۔ تعجب ہے کہ اس مجہول روایت کی اطلاع حضرت کے اجل خلفاء کو نہ ہوئی بالخصوص مولانا ظفر احمد صاحب کو جو ہر وقت کے تھانہ بھون کے حاضر باش خاتما کے مفتی اعظم اور حضرت قدس سرہ کے مسودات اور ارشادات کو لکھنے والے اور حضرت ہی کی خدمت میں رہ کر اعلاء السنن وغیرہ کی تصانیف کرتے رہے۔ ان کو حضرت تھانوی کی ناراضی کا شائبہ بھی ہو جاتا تو حضرت دہلوی کے اخیر زمانہ میں اس طرح موجودہ تبلیغ کے اندر سرگرمی سے مہمک نہ ہوتے۔ ان کے علاوہ آراء دیگر مشائخ اور علماء کی نمونہ لکھواتا ہوں۔

(الف) حضرت مولانا الحاج شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی نقشبندی، بھوپالی، مولانا الحاج عمران خاں صاحب کی وجہ سے کہ وہ بھوپال کی مرکزی جماعت کے روح رواں ہیں اور حضرت شاہ صاحب کے اخس الخواص مریدین میں ہیں) تبلیغ کی سرپرستی فرماتے رہے، خاص طور سے بھوپال کے اجتماع میں کثرت سے دعائیں اور شورش بھی فرماتے رہے، حضرت مولانا الحاج ابوالحسن علی میاں نے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں چند روز قیام کے دوران میں حضرت شاہ صاحب کے ملفوظات حضرت پیران پیر کے مواعظ کی طرح سے تاریخوار مجالس کے ساتھ جمع کئے ہیں، جن کا نام ”مجھتے با اہل دل“ ہے۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں، ”اٹھارویں مجلس ۳۲ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ آج حضرت کی طبیعت کچھ متعطل تھی، کمر میں کئی دن سے درد تھا آج اس میں غالباً زیادتی ہو گئی اشراف پڑھ کر خلافت معمول لیٹ گئے اور آٹھ لگ گئی۔ مولانا انعام الحسن صاحب چند رفتار و خدام کے ساتھ ملنے آئے، یہ معلوم کر کے کہ حضرت آرام فرما رہے ہیں راقم مسطور کے پاس اندر مہمان خانہ میں آگئے، کچھ دیر کے بعد جلسہ (اجتماع بھوپال) میں شرکت کرنے والے مہانوں اور خاتما میں آنے والوں کا ہجوم ہو گیا، اندر کا دالان بالکل بھر گیا۔ حضرت بیدار ہو گئے مولانا کے میرے پاس تشریف رکھنے کا علم ہوا تو بجائے باہر خاتما میں جانے کے اندر

ہی تشریف لے آئے اور دالان کے کنارے جہاں جوتے اتارے جاتے ہیں اس کے پاس ہی بیٹھ گئے ماضی نے صدر مجلس میں تشریف رکھنے کے لئے عرض کیا تو فرمایا مجھے یہیں راحت ہے، بے تکلفی بڑی راحت کی چیز ہے۔۔۔ مولانا انعام الحسن صاحب اور ان کے بعض رفقاء نے یورپ میں تبلیغی اثرات جماعتوں کی نقل و حرکت اور مساجد کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہونے کا ذکر کیا یہ بھی تذکرہ فرمایا کہ جماعت کے لوگوں نے پیرس میں ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کی اس مرتبہ رمضان مبارک میں وہاں تراویح ہوئی، ۹۰-۷۰ آدمی تراویح میں شریک ہوتے تھے، اخیر عشرہ میں ایک صاحب نے اعکاف بھی کیا، خطا میں تھا کہ پیرس کی تاریخ میں شاید یہ پہلا اعکاف ہے، حضرت نے ان واقعات پر بڑی مسرت کا اظہار کیا اور فرمایا کہ خدا کی شان ہے کفر و ظلمت کے مرکز میں یہ تبدیلیاں ہو رہی ہیں اور اسلام دایمان کے مرکزوں میں اور بزرگوں کے خاندانوں میں جہاں پشتوں سے دینداری اور بزرگی چلی آ رہی تھی مغرب کی نقالی دین سے بے رغبتی بلکہ دین کی تحقیر اور شکار اسلام سے وحشت اور ان کے ساتھ تمسخر کے مناظر دیکھنے میں آتے ہیں عجب کفر اور کعبہ بر خیسر و کجما اند سلطانی، فرمایا کہ ہم تو اسی وقت سے معتقد ہیں کہ جب نظام الدین کی یہ مسجد بہت مختصر اور کچی تھی۔ اور کچھ معذور اپنی بیویاں وہاں پڑے رہتے تھے، ہمیں تو یہ بلغ اسی وقت لہلہاتا نظر آتا تھا، میں ایک مرتبہ نظام الدین زیارت کے لئے گیا، زیارت سے فارغ ہو کر جانے لگا تو کسی نے کہا کہ ایک چھوٹی سی مسجد اور ہے وہاں ایک چھوٹا سا مدرسہ اور ایک بزرگ رہتے ہیں۔ وہاں بھی چلے میں حاضر ہوا اور ان بزرگ (مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کو دریافت کیا، کہا گیا کہ وہ اس وقت مسجد کے باہر گئے ہوئے ہیں ظہر کے نماز کے وقت ملیں گے، میں ٹھہر گیا، ظہر کی نماز کا وقت آیا وہ تشریف لائے میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی یا تو اپنے والد صاحب کے پیچھے (ایسے اطمینان کی) نماز پڑھی تھی یا ان کے پیچھے پھر میں نے مولانا یوسف صاحب کا در بھی دیکھا، ایک دن میں نے ان سے کہا میں نے آپ کو اس وقت دیکھا تھا جب معفوۃ المصادر پڑھتے تھے۔ بڑی سادگی سے بولے اب بھی تو وہی پڑھ رہا ہوں (مجھے بالکل دل)

بھوپال کا رسالہ نشان منزل میں وقتاً فوقتاً حضرت شاہ صاحب کے ارشادات اس جماعت تبلیغ کی حمایت میں شائع ہوتے رہے ہیں جو میری نگاہ سے بھی وقتاً فوقتاً گذرتے رہے ہیں۔ اس وقت یہ خیال بھی نہیں تھا کہ ان بیرون کو کسی وقت نمایاں کرنا پڑے گا، لیکن اگر کوئی دیکھنا چاہے تو نشان منزل کے رسالہ میں بہت کثرت سے ملے گا بھوپال کا رسالہ اجتماع بہت مشہور ہے

(ب) جناب الحاج مفتی کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم دہلی کی شرکت میوات کے مجلسوں میں کثرت سے ہوئی، اور بعض اجتماعات میں یہ ناکارہ بھی شریک تھا مفتی محمود صاحب گنگوہی فرماتے ہیں کہ مفتی صاحب کے ساتھ میوات کے بعض اجتماعات میں میں بھی شریک ہوا ہوں۔ مفتی صاحب اور مولانا الحاج احمد سعید صاحب سابق ناظم جمعیت علماء کی تقریریں میوات کے بعض مجلسوں میں بندہ نے خود سنی ہیں۔ بہت ہی شہرہ مند سے لوگوں کو اس کام میں شرکت کے لئے تقاضا اور دعوت دیا کرتے تھے۔ سوانح یوسفی میں ایک جلسہ کا مختصر ذکر ہے اس میں لکھا ہے کہ قصبہ نوح ضلع گورگانواں میں ایک تبلیغی اجتماع ۱۲۷۴ھ رذی الحجہ ۱۳۵۳ھ بروز یکشنبہ ہوا۔ اس جلسہ میں مرکز کے اکابر کے علاوہ مفتی کفایت اللہ صاحب، مولانا احمد سعید صاحب دہلوی مولانا حافظ الرحمن صاحب سیواری مولانا حبیب الرحمن صاحب لدھیانوی شریک ہوئے۔ اس تبلیغی اجتماع میں مولانا احمد سعید صاحب دہلوی نے تبلیغ کی ضرورت اور افادیت پر کئی گھنٹے تقریر فرمائی۔ اس اجتماع میں میوات کے اہل تعلق اور کثیر تعداد میں میواتی شریک ہوئے، دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ مولانا عبدالرشید صاحب مسکین بھوپال کے مشہور عالم اور ملی کارکن نے مولانا محمد الیاس صاحب کی زندگی میں مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کی وساطت سے بھوپال میں تبلیغی کام کی دعوت دی تھی، (سوانح یوسفی) حضرت دہلوی اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں آج یہ بندہ اس دعوت کو لے کر مدرسہ امینیہ گیا تھا جس میں اللہ کے فضل اور رحمت نے بہت امید افزا صورت پیدا فرمادی، حضرت مفتی صاحب نے تمام مدرسین اور طلباء کو جمع فرمایا اور میری تحریض کے بعد مولوی فخر الحسن صاحب نے تمہیں فرمائی ان کے بعد حضرت مفتی صاحب نے باوجود وقت کے تنگ ہونے کے اس کی ضرورت ثابت فرمائی۔ عنوان بہت ہی اچھا اختیار فرمایا حضرت دہلوی نور اللہ مرحومہ اپنے ایک اہم مکتوب میں علی میاں کو تحریر کرتے ہیں کہ اس وقت ایک اہم ضرورت جو پیش ہے وہ یہ کہ مبلغین کی معتد بہ جماعت کراچی پہنچی ہوئی ہے۔ وہاں سے ایک تار جناب کی دعوت کا آیا ہوا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ حیدر آباد سندھ میں ایک جلسہ ہونے والا ہے اس میں اکابر مثلاً مفتی کفایت اللہ صاحب مولانا طیب صاحب وغیرہما اکابر علماء امت شرکت فرما رہے ہیں اس میں آپ کی شرکت کی شدید ضرورت ہے، آپ اللہ سے مانگتے ہو تو اور اسی پر بھروسہ فرماتے ہوئے اور استقلال اور دل جمعی کے ساتھ دعوت دینے کے عزم سے حیدر آباد سندھ تشریف لے جاویں (مکاتیب)۔

۳۶ سالہ میں قصبہ نوح میں ایک بڑا تبلیغی اجتماع ہوا۔ میوات کی سرزمین میں اس سے پہلے اتنا بڑا اجتماع نہیں ہوا تھا۔ شرکا، جلسہ کا اندازہ پچیس ہزار کا کیا جاتا ہے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب جو اس اجتماع میں شریک تھے فرماتے تھے کہ میں ۳۵ سال سے ہرقم کے مذہبی اور ایسی جلسوں میں شریک ہو رہا ہوں، لیکن میں نے اس شان کا ایسا بابرکت اجتماع آج تک نہیں دیکھا۔ (سوانح یوسفی)

مراوا آباد کے ایک اجتماع میں حضرت دہلوی نور اللہ مقدمہ تشریف لائے ان کی جگہ نیابت میں جناب الحاج مفتی کفایت اللہ صاحب نے شرکت فرمائی۔ (سوانح یوسفی)

(۵) جناب الحاج مفتی محمود حسن صاحب مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند کی شرکت موجودہ تبلیغ کے اجتماعات میں اور مخالفین کے اعترافات کے جوابات میں بہت کثرت سے رسائل اور اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں، اہل بہت سے مضامین "کیا تبلیغی کام ضروری ہے" میں شائع ہو چکے، ایک تحریر ان کی کسی شاکی کی شکایات کے جواب میں رسالہ "حقیقت تبلیغ" مؤلفہ الحاج ابراہیم یوسف باوا رنگونی کے رسالہ میں ہے وہ کسی معترض کے خط کے جواب میں جس کا نام مجھے معلوم نہیں، خط بہت طویل ہے جو حقیقت تبلیغ میں بھی چھپا ہوا ہے اور اس سے رسالہ "کیا تبلیغی کام ضروری ہے" میں بھی نقل کیا گیا ہے اس نے لکھا تھا کہ تبلیغی جماعت کی سرگرمیاں ماشاء اللہ ترقی پذیر ہیں جماعتیں یوں بھی تمام مال قریہ بقرہ گشت کرتی رہتی ہیں۔ خصوصاً یہاں بھوپال میں کثرت سے سالانہ اجتماع اور ہفتہ واری اجتماع کو دیکھنے کا موقع ملتا رہا۔ لیکن اس ضمن میں چند امور ہمیشہ کھینکتے رہے اور دل کلینہ جماعت کے طریق کار سے متفق نہ ہوا لیکن گزشتہ ماہ نومبر ۱۹۳۳ء میں کھنٹو کے سالانہ اجتماع میں آپ کو دیکھ کر یہ خیال ہوا کہ یہ عاجز کسی غلطی یا دوسرے شیطانی میں مبتلا ہے اس بنا پر اسی وقت سے یہ غلطی تھی کہ حضرت محترم سے اپنے رفیع خلوک و دفع دوسواں کے لئے اس باب میں استفسار کر کے اصلاح حاصل کروں گا۔ آگے اشکالات کی فہرست ہے جو مفتی صاحب کے جواب سے خود سمجھ میں آتی ہے۔

محرم و محترم زیدت مکارم، السلام علیکم درجۃ اللہ وبرکاتہ، گرامی نامہ صادر ہوا مگر مضل المبارک میں اتنی طویل تحریر کا پڑھنا مشکل، پھر جواب اس سے زیادہ مشکل، تاہم پڑھا معلوم ہوا کہ وقتی اور کوئی فوری چیز جواب طلب نہیں مگر! تبلیغ کا جو نقشہ آپ نے کھینچا ہے میں نے اس سے قبل کبھی نہیں سنا اور دیکھنے کی تو آج تک نوبت نہیں آئی۔ میں نے خود طویل طویل سفر کئے ہیں یہاں بھی ہمیشہ ہفتہ وارا اجتماع میں شرکت کرتا ہوں ۳۵ برس سے شرکت کا موقع

ملتا رہتا ہے، سہارنپور، دیوبند، رانپور، کھنٹو وغیرہ کے اکابر اور باب مدارس و ارباب خانقاہ کا جو کچھ اس کام سے تعلق ہے وہ بھی براہ راست معلوم ہے، مشائخ کرام اپنے زیر تربیت سالکین کو کس طرح اس کام کی ترغیب دے کر کام میں لگاتے ہیں وہ بھی معلوم ہے اس کی بھی کوئی وجہ نہیں کہ آپ کے بیان کو غلط کہا جائے ہو سکتا ہے کہ بعض کم فہم کم علم ناخبر بہ کار لوگوں کے ذاتی اعمال و کردار سے کوئی صورت رد نہا ہو جائے یا کچھ اصحاب اغراض لوگ ان ناخبر بہ کار لوگوں کو اپنے مقاصد پورے کرنے کے لئے غلط طور پر استعمال کر لیں جس سے اس قسم کے فتنے پیدا ہوں، آپ کی تحریر کردہ صورت حال یقیناً بہت دکھ اور اذیت کی چیز ہے یہ بھی یقینی امر ہے کہ اس قسم کی تیز دل (تغریہ داری وغیرہ) اور مدارس و خانقاہوں کی مخالفت یا توہین کی ذمہ دار حضرات کی طرف سے ہرگز اجازت نہیں، ایسی چیزیں تبلیغ کے کام اور دین کو سخت نقصان پہنچانے والی ہیں، تبلیغی نمبروں میں ایک نمبر کرام مسلم بھی ہے اصولی حیثیت سے وہ بہت قابل اہتمام ہے۔ حضرت مولانا محمد ایاز کی طرف سے سخت ہدایت ہے کہ جس بستی میں جماعت جائے وہاں کے علماء اور مشائخ کی خدمت میں ضرور حاضر ہو۔ اور ان کے اصولوں کی پوری پابندی کرنے ان کو ہرگز دعوت نہ دے ان سے صرف دعا کی درخواست کرے، علماء اور طلباء کو ہدایت ہے کہ اس کام کی وجہ سے درس مطالعہ نمکراز کا حرج ہرگز نہ کریں۔ سالکین کو ہدایت ہے کہ اپنے اواراد و وظائف اور نیسات کو ہرگز ترک نہ کریں بلکہ زماذ خروج میں شدت کے ساتھ پابندی کرے، راتوں میں تہجد اور ذکر و گریہ کی عام فضا از کار و مراقبات کا اہتمام مواظبات و مواصلات، ایثار و ہمدردی، تواضع و انکسار، احتساب و انضباط اوقات، حقوق اللہ و حقوق العباد کی نگہداشت وغیرہ یہ وہ دینی امور ہیں جو خانقاہوں کا ملکہ امتیاز ہیں، اور حق تعالیٰ نے مشائخ پر ان کا انعام فرمایا ہے تبلیغی جماعت کے ذمہ دار حضرات کی پوری کوشش ہے کہ اللہ پاک ان امور کی طرف تمام مسلمانوں کو متوجہ فرمائے اور ب کے نفوس میں ان کو راسخ فرمادے تو پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ یہ جماعت خانقاہوں کے کام کو قدر کی نظر سے نہیں دیکھتی، علم و ذکر کا نمبر اغلاص نیت کا نمبر آخر کس لئے ہے؟ جگہ جگہ جماعت نے مدارس دینیہ قائم کئے اور کراچی ہے، خود مرکز نظام الدین دہلی میں عربی مدرسہ ہے، جہاں چوتنی بڑی سب کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، میں نے خود تبلیغ کے لئے جن اکابر علماء و مشائخ کو نکلتے اور ترغیب دیتے ہوئے دیکھا ہے چند کے نام یہ ہیں، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر جمعیت علماء ہند و صدر مدرسہ امینیہ دہلی میں غومیات کے علاقہ میں ان کے ساتھ تھا اور ان

کو بہت نزدیک سے دیکھا کہ ان کو تبلیغی کام سے کس قدر گہرا تعلق تھا مفتی اشفاق الرحمن صاحب مفتی مدرسہ فقہوری دہلی مفتی جمیل احمد صاحب مفتی تھانہ جھون، مولانا اسد اللہ صاحب مجاز حضرت تھانوی، مولانا عبدالرحمن صاحب مدرسہ علوم سہارنپور مجاز حضرت تھانوی حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث منظر علوم سہارنپور مجاز حضرت مولانا خلیل احمد صاحب، حضرت مولانا حسین احمد صاحب، ہمدرد مولانا اعلیٰ دیوبند حضرت مولانا شہید محمد گنگوئی حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی وغیرہم جب ایک کام اس قدر عالمگیر ہوا اور مسلمانوں کے گروہ دین سیکھنے کے لئے نکلیں تو ان سے بے اصولی اور غلطی ہونا بھی مستبعد نہیں خاص کر ایسی حالت میں کہ ہر جماعت کو امیر عالم بھی میسر نہ آئے نہ ان کی غلطی کو سراہا جائے گا نہ ان کی غلطی کی وجہ سے تبلیغ سے بدل ہو کر کام کو چھوڑا جائے نہ تبلیغ کے فوائد اور ضرورت سے صرف نظر کیا جائے گا۔ بلکہ خود غلطی سے بچتے ہوئے دوسروں کو غلطی سے بچانے کی کوشش کی جائے گی۔ اور اس کی بڑی ذمہ داری ان علماء حضرات پر ہے جو غلطیوں کو دیکھ کر دلوں میں اعتراضات کا پہاڑ قائم کر لیں۔ اور اس کام سے دور ہی دور رہیں۔ ان کی دزداری یہ ہے کہ وہ اس کام کو اپنا کام تصور کرتے ہوئے پوری قوت کے ساتھ شرکت کریں اور کم علم کم سمجھ بھائیوں سے جو غلطی ہو اس کو شفقت و محبت کے ساتھ ان پر ترس کھاتے ہوئے الدین النبیۃ کے پیش نظر بلا طائف الجہل اصلاح فرمائیں وقت ملاقات اگر آپ زبانی تذکرہ فرماتے تو کچھ مزید عرض کرواؤ اسلام کوئی بات ناگوار خاطر گذرے تو معاف فرمائیں اس تحریر میں جو غلطی دیکھیں اصلاح فرمائیں اور مطلع فرمائیں شکر گزار ہوں گا۔ والسلام

احقر محمود عینی عنہ مدرسہ جامع العلوم کانپور

مفتی صاحب کے نو خطوط بہت مفصل مکاتیب محمودیہ کے نام سے مستقل رسالہ کی شکل میں بھی طبع ہو چکے ہیں جو رسالہ ”کیا تبلیغی کام ضروری ہے“ میں بھی طبع ہوئے ہیں، مکتوب ہذا ان نو مکاتیب میں سے اٹھواں ہے۔ اس کی تمہید میں ناشر نے لکھا ہے کہ مفتی صاحب کی شخصیت ان خدہ برگزیدہ ہستیوں میں سے ایک ہے جو ایام طالب علمی اور تبلیغ کے ابتدائی دور سے ہی کام میں دل چسپی اور حسد لیتے رہے اور جہاں بھی رہے اپنے تعلیم و تدریس اور افتاء جیسے مشاغل کے ساتھ مرکزے وابستہ رہے اور اسی کے زیر سایہ کام کرتے رہے اور اب بھی دارالعلوم دیوبند میں وقتاً فوقتاً طلبہ میں خطاب فرمایا کرتے ہیں، اور اس حیثیت سے بھی اور اس حیثیت سے کہ وہ ملک کے سب سے بڑے دینی ادارے کے صدر مفتی ہیں اور ان کے پاس تبلیغی جماعت سے متعلق بھی سوالات آتے رہتے

ہیں جن کے جوابات ان کو دینے پڑتے ہیں ان خطوط کی جوابیت ہو سکتی ہے وہ اہل فکر و نظر سے مخفی نہیں رہ سکتی ہم حضرت مفتی صاحب سے ان خطوط کی صورت میں اس گرانقدر عطیہ پر بہت ہی مشکور و ممنون ہیں، فخر ادا اللہ فیہ الخیراء، اس مجموعہ کے علاوہ مفتی صاحب کے دوسرے خطوط بھی متعدد رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔

(۴) مولانا حفظ الرحمن صاحب ناظم عمومی جمعیت علماء تبلیغی اسفار میں بہت کثرت سے شرکت کرتے تھے، مجھے بھی مولانا مرحوم کے ساتھ میوات کے بعض جلسوں میں شرکت کی نوبت آئی، لیکن سڑک کے ہنگامے میں جتنی کثرت سے مولانا نے اجتماعات میں شرکت کی اس کا بیان سوانح یوسفی میں اس طرح لکھا ہے کہ ”سڑک میں مولانا حفظ الرحمن صاحب نے اپنی مجاہدانہ زندگی اور دیرینہ تعلق احاسن فرض کی صفت کا پوری طرح مظاہرہ کیا.... مولانا محمد یوسف صاحب اور ان کے ہمراہیوں کی خبر گیری شب در در رکھی۔ مولانا محمد یوسف صاحب ہمیشہ ان کے اس احسان کا ذکر کرتے رہے جب کہ سب کی ہمتیں جھوٹ چکی تھیں اور اپنے بھی پرانے ہو رہے تھے مولانا حفظ الرحمن صاحب نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اپنی جماعت بتا بتا کر جہاں یہ جماعت جانا چاہتی بھیجتے اور اس کی حفاظت کا سامان کرتے۔ جماعت جب بھی کسی جگہ کے لئے پروا ڈرا ہداری مانگتی تو باوجودیکہ مولانا انتہائی مشغول ہوتے لیکن پروا ڈرا ہداری فوراً کھ دیتے کہ یہ جماعت ہماری جماعت ہے، اس پر چڑھ کوئے کہ جماعت جہاں بھی جانا چاہتی چلی جاتی کہیں بھی پولیس مزاحم نہ ہوتی اس کے علاوہ خود مولانا اپنا وقت نکال کر گشت کرتے ہوئے نظام الدین کثرت سے جاتے.... بعض اوقات جماعت کی طرف سے ایسے امور پیش آتے جو مولانا کو الجھن میں ڈال دیتے لیکن کسی وقت بھی ہمدردی اور شفقت کا ہاتھ نہ اٹھاتے اپنے رویہ میں ادنیٰ سافرق نہ آنے دیتے۔ مولانا یوسف صاحب کا ایک خاص مزاج تھا۔ وہ کسی ایسے اجتماع یا جلسے میں شریک نہ ہوتے جو صرف سیاسی ہو یا جس میں شرکت کرنے سے تبلیغی کام پر اثر پڑے۔ اس نازک موقع پر ایسے کئی حالات پیش آئے۔ ایک مرتبہ میوات میں گھامیڑ کے مقام پر ہندو مسلمانوں کا حکومتی پیمانہ پر ایک جلسہ کیا گیا، جس میں گاندھی جی سردار ٹیل اور پنڈت نہرو بھی شریک تھے۔ چونکہ یہ میولت کا علاقہ تھا اور مولانا محمد یوسف صاحب سے تعلق رکھنے والے اس کے باشندے تھے، اور وہی لوگ فساد سے زیادہ متاثر تھے۔ لیکن یہ جلسہ خالص سیاسی طرز کا تھا.... اس لئے اس جلسہ میں شرکت نہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ مولانا حفظ الرحمن صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب.... بسنی نظام الدین شریک لے گئے اور مولانا سے فرمایا کہ آپ بھی اس جلسہ میں شریک ہوں، لیکن مولانا نے ان حضرات کے

احترام کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے اپنی عدم شرکت کا اظہار فرما دیا۔ مولانا حافظ الرحمن صاحب نے مولانا کے صریح انکار اور اپنی پوزیشن کی نزاکت کے باوجود کسی قسم کی ناراضگی یا بیزاری کا اظہار نہیں کیا اور آئندہ بھی کبھی اس ناگواری کو زبان پر نہ لائے۔ اور دینی زبان سے بھی کبھی ذکر نہ کیا بلکہ ہر آڑے وقت برابر جماعتوں کی ہر طرح مدد کی، اور جو بھی رکاوٹیں پیش آئیں ان کو دور کیا، یہی وہ مولانا کا طرز عمل تھا جس نے مولانا محمد یوسف صاحب کے دل کو تشکر اور ممنونیت سے بھر دیا تھا۔ مولانا حافظ الرحمن صاحب کا بھی وہ احسان ہے جس کو ہمیشہ یاد کیا گیا اور مرکز کے ہر بڑے چھوٹے نے اس کا کھلے دل سے اعتراف کیا۔ (سوانح یوسفی)

مولانا حافظ الرحمن صاحب کی طرف سے ابتدا میں تو اپنی جماعت کے اندر بھی لیکن اب اپنی جماعت میں تو علی الاعلان یہ الزام نہیں رہا، لیکن مخالفین مکالمۃ الصدور میں کی ایک عبارت کو بہت جلی غلوں سے شائع کرتے ہیں کہ اہل تبلیغ کو حکومت (انگریزوں) کی طرف سے روپے ملتے ہیں، اب تو وہ حکومت بھی نہیں رہی وہ دور بھی ختم ہو گیا۔ لیکن چونکہ اس عبارت سے اب بھی غلط فہمی پھیلاتے ہیں۔ اس لئے مجھے مستقل نمبر پر جو سٹاپس آ رہا ہے لکھنا پڑا، لوگ مولانا کی طعن نسبت کئے ہوئے جھوٹے الفاظ کو بہت کثرت سے شائع کرتے ہیں اور مولانا مرحوم کی موثر تردید کو جو مولانا نے وکفی بالہ، شہیدان کے ساتھ کی ہے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ مولانا مرحوم نے تو ہمیشہ اس جماعت کو اپنی جماعت بیان کیا اور شکوک کے ہنگامہ میں جہاں کہیں پروانہ راہ داری کی ضرورت پیش آئی یہی الفاظ کہ یہ ہماری جماعت ہے لکھ کر دیا۔

(۱) مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری نے تو مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مستقل سوانح لکھی ہے جس میں اس کام کی اہمیت اس کے دینی منافع اور مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علماء کے ساتھ احترام کا معاملہ اور ان کے واقعات بہت کثرت سے لکھے ہیں، وہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ”حضرت جی فرمایا کرتے ہیں کہ موجودہ مغربیت کا توڑ تبلیغی جماعتوں کی بھرپور حساب نقل و حرکت اور ان چھ نمبروں کی اشاعت پر ہے۔ اس پر عاجز نے بہت سوچا باآخر شرح صدر ہو گیا اور اب میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ دنیا و آخرت کی کامیابیاں ادھر ہیں۔ مجھے جملہ اکابر کی آراء نہ مقصود ہیں اور نہ تتبع و تماش کی فرصت ہے، جن حضرات کی تبلیغ کے ساتھ کی اہمیت حافظہ میں محفوظ تھی وہ لکھوا دیا ورنہ اگر تتبع کیا جائے تو علماء کرام اور اہل الرائے سینکڑوں نہیں ہزاروں ملیں گے جنہوں نے اس مبارک کام کو سمجھا دیکھا اس کی اہمیت کو محسوس

کیا۔ اس کے خلاف اگر چند کلمہ علماء اس کی مخالفت نہ کریں تو کوئی اشکال کی بات نہیں، دین کا کونسا کام ایسا ہے جس میں اختلاف نہیں ہے۔ البتہ میرے ذہن میں پختہ ہے کہ جن حضرات نے مخالفت فرمائی ہے وہ صرف غیر محقق روایات پر مبنی ہے۔ خود نظام الدین جاگیر کا اجتماع میں شرکت کر کے ملاحظہ کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ اسی لیے جب مجھ سے کوئی شخص کوئی اعتراض کیا کرتا ہے تو میرا پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ آپ نے نظام الدین میں کتنا قیام کیا اور اس مبارک کام میں کتنے چلے دیئے تاکہ میں اندازہ کر سکوں کہ یہ آپ کی اپنی رائے ہے یا محض روایات پر مبنی ہے۔

(۲) ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم صدر جمہوریہ ہونے سے پہلے بلکہ شکوک کے ہنگامہ سے پہلے بہت کثرت سے نظام الدین تشریف لاتے تھے اور لندن میں جو سب سے پہلا تبلیغی گشت ہوا اس کی سرکردگی بھی ڈاکٹر صاحب نے ہی کی تھی، اگر ڈاکٹر صاحب اپنی کسی ضرورت سے لندن گئے ہوئے تھے وہاں تبلیغی جماعت سب سے پہلے پہنچی ڈاکٹر صاحب چونکہ بہت پہلے سے اس جماعت سے واقف تھے، جامعہ ملیہ میں یہ جماعت کثرت سے جاتی رہتی تھی اس لئے ڈاکٹر صاحب نے لندن میں سب سے پہلا گشت اس جماعت کو کرایا۔ ایک کتاب ہے ”بیس بڑے مسلمان“ اس میں ڈاکٹر صاحب کا ایک خط نقل کیا ہے جس کا مضمون یہ ہے ”اس اہم کام (تبلیغ دین) کی انجام دہی کا جو نظم حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے قائم فرمایا ہے اس کو دیکھنے اور سمجھنے کا موقع مجھے پچھلے دنوں نصیب ہوا، اس کام کی سچی روح مجھے اس نظم میں کار فرما دکھائی دیتی ہے۔ ایمان اور یقین بحث اور دلیل سے پیدا نہیں ہوتے کسی کو یہ دولت نصیب ہو تو دوسروں تک بھی اسے منتقل کر دیتا ہے، اپنے دل کی آگ سے دوسروں کے سینے بھی گرماتا ہے اور اپنے عمل کی بے چینی سے بے عملوں کی عروق مردہ میں بھی خون زندگی دوڑا دیتا ہے فقط ڈاکٹر ذاکر حسین کے متعلق میں نے اپنے حافظہ سے لکھا تھا کہ لندن کا سب سے پہلا اجتماع ان کی سرکردگی میں ہوا، ایک دوست نے بتایا کہ سوانح یوسفی میں اس واقعہ کو بہت تفصیل سے لکھا ہے، اس میں لکھا ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھنے والوں میں کئی ایسے اہل علم اور مغربی علوم سے واقف اور یورپ کے تمدن سے گہری واقفیت رکھنے والے حضرات تھے۔ ان میں مہر فرست ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب شیخ جامعہ ملیہ اور حال صدر جمہوریہ ہند ہیں۔ مدتوں سے یہ حضرات مولانا محمد الیاس صاحب کی خدمت میں آتے جاتے تھے۔ اور حضرت مرحوم سے گہرا تعلق ہو گیا تھا۔ اور اس تحریک کے مؤیدین میں سے تھے۔۔۔ ۲۰ جنوری ۱۳۱۵ء میں ان ہی دو ڈاکٹر ذاکر صاحب اور جناب راحت رضوی صاحب کے ذریعہ لندن میں تبلیغ کا ابتدائی گشت

شروع ہوا، جو لوگ لندن کی بھائی سے واقف ہیں وہ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس ملک میں خاص دینی اور تبلیغی کام جبکہ اس میں گشت جیسے عمل کو ایک ضروری جزو قرار دیا گیا ہے کتنا مشکل اور ناناوس ہو گا۔ اس زمانہ میں ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب ایک تعلیمی کانفرنس میں لندن گئے ہوئے تھے، انھوں نے لندن میں اس گشت کا افتتاح کیا۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب علمی دنیا میں ایک ممتاز درجہ رکھتے ہیں اور عالمگیر شہرت کے مالک ہیں اس لئے لندن کے رہنے والوں نے ادھر تو جہاں، اس گشت کے امیر و قائد راحت رضوی صاحب لکھنؤی ہوئے۔ یہ گشت بڑا مبارک ثابت ہوا اور اس سے مقامی کام کی ابتدا ہوئی۔

۱۔ شکال ملا ایک اعتراف یہ بھی کثرت سے کانوں میں پڑتا رہا کہ اہل تبلیغ لوگوں پر جبر کرتے ہیں اور زبردستی کرتے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ جبر و زبردستی میں اور اہل ردا و الحاح میں بہت فرق ہے عوام کے سمجھنے کی چیز تو نہیں مگر علماء کے سمجھنے کی چیز ضرور ہے کہ اکراہ کی کیا تعریف ہے، مجھے سیکڑوں نہیں ہزاروں جلسوں میں شرکت کی نوبت آئی۔ امرا اور ترغیبیں تو بہت کثرت سے سننے میں آئیں۔ لیکن زبردستی کرتے تو میں نے دیکھا نہیں اور اصرار کو زبردستی کہنا مشکل ہے، حضرت دہلوی کا ارشاد ہے جن لوگوں کے حقوق خدمت تم پر ہیں اور جن کی اطاعت کرنا تمہارے لئے ضروری ہے ان کی خدمت و راحت کا انتظام کر کے اور ان کو مطمئن کر کے اس کام میں نکلو اور اپنا رویہ ایسا رکھو کہ تمہارے علم و صلاح کے ذوق میں ترقی دیکھ کر تمہارے سر پرست اس شغل میں تمہارے گلے سے ذمہ یہ کہ مطمئن ہوں بلکہ خواہاں اور راغب ہو جائیں (ملفوظات حضرت دہلوی)

حضرت دہلوی اپنے ایک ملفوظ میں ارشاد فرماتے ہیں "اہل علم ایک سلسلہ یہ شروع فرماویں کہ پہلے سے طے کر لیں کہ آئندہ جمعہ فلاں مسجد یا فلاں گاؤں میں پڑھنا ہے اور اپنے متعلقین کو بھی اس کی اطلاع دیدیں وہاں پہونچکر نماز سے پہلے تبلیغی گشت اور لوگوں کو آادہ کر کے مسجد میں لائیں پھر تھوڑی دیر کے لئے انھیں روک کر دین کی اہمیت اور اس کے سیکھنے کی ضرورت ان کو سمجھا کر دین سیکھنے کے واسطے تبلیغی جماعتوں میں ٹھکنے کی دعوت دیں اور ان کو سمجھائیں کہ اس طریقہ پر وہ چند روز میں دین کا ضروری علم و عمل سیکھ سکتے ہیں۔ اگر اس دعوت پر تھوڑے سے تھوڑے آدمی بھی تیار ہو جائیں تو کسی مناسب جماعت کے ساتھ ان کے سمجھنے کا بندوبست کریں۔ حضرت دہلوی اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں "آپ لوگ خوب یقین فرمائیے کہ

ہماری تحریک اور اسلامی تبلیغ نہ کسی کی دل آزاری کو پسند کرتی ہے اور نہ کسی فتنہ فساد کے الفاظ سنا چاہتی ہے۔ آپ لوگوں نے بدعتی کے لفظ سے بعض جگہ کے لوگوں کو یاد کیا ہے آئندہ سے ایسے الفاظ سے احتراز چاہیے۔ (طویل مکتوب)

مولانا محمد یوسف صاحب نے کارکنوں کے لئے ہدایات کا جو بہت طویل مکتوب لکھا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں "مطالبہ اور تشکیل کے وقت محنت ساری دعوت کا مغز بنتی ہے۔ اگر مطالبوں پر جم کر محنت نہ ہوئی تو پھر کام کی باتیں رہ جائیں گی۔۔۔ اعذار کا دل جوئی اور غیب کے ساتھ حل بنائیں، مصالحتی قربانیوں کے قصوں کی طرف اشارے کریں اور پھر آمادہ کریں (سوانح یوسفی) مولانا یوسف صاحب اپنے ایک طویل مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں "کارکنوں کو تشکیل کی صورت لکھنے کے بعد۔۔۔۔۔ اپنی دعوت میں تو پورے چار ماہ کا مطالبہ رکھیں لیکن اس پر زور تبادلیں جتنی لوگوں میں استعداد ہو اگر وہ اس دعوت کے بعد صرف ایک گھنٹہ روز کا بھی لگانے پر آمادہ ہو جائیں تو اس کی قدر کریں اور اس کا وقت اتنا قیمتی بنائیں کہ اس کیساتھ اس محنت کی قیمت اچھی طرح کھل جائے۔ (سوانح یوسفی عزیزی)

یہ تو نظام الدین کے حضرات کا عمل ہے، لیکن میسر نزدیک اگر جبر بھی دین کے کاموں میں ہو تو اپنی استطاعت اور قدرت کے موافق کوئی مضائقہ نہیں لاکھناؤ فی الدین کافروں کے حق میں ہے کہ ان کو زبردستی تلوار کے زور سے مسلمان نہیں بنایا جاسکتا، لیکن مسلمان کے بالے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پاک ارشاد من راہی منکر اقلیغیر و بیاد الحقین شہور ہے کہ اگر کوئی ناجائز بات ہوتے دیکھے اور قدرت ہو تو ہاتھ سے روکے اور ہاتھ سے قدرت نہ ہو تو زبان (ڈانٹ) سے روکے اور یہ بھی طاقت نہ ہو تو دل سے اس کا برا سمجھا تو ایمان کا سب سے کمترین درجہ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے مشی کثل رجل استوقد ناراً الحدیث مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنة میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری مثال اس شخص کی ہے جس نے ایک آگ جلائی جب وہ خوب روشن ہو گئی تو اس کے اوپر پردانے وغیرہ کرنے لگے آگ میں جلنے لگے۔ اور آدمی ان پر وانون کو ہٹاتا ہے اور وہ پردانے اس شخص پر زبردستی کرتے ہیں اور آگ میں گھستے ہیں، پس اسی طرح میں بھی تمہاری کریں پکڑ کر آگ سے ہٹاتا ہوں اور تم آگ میں گھستے جاتے ہو۔ یہ بخاری کی روایت ہے اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ میں تم سے کہتا ہوں کہ آگ سے ہٹ جاؤ اور تم اس میں

کھسے چلے جاتے ہو یہ تبلیغ والے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع میں لوگوں کو جہنم سے ہٹا رہے ہیں۔ کھینچ رہے ہیں کیا بے نمازی اور بے دین جہنم میں نہیں گر رہے ہیں؟ کیا اسی کو زبردستی کہا جاتا ہے۔ حضرت حکیم الامتہ نور اللہ مرقدہ کا ارشاد ہے کہ ترک تبلیغ کے لئے محض ناگوارى مخاطب عند نہیں حق تعالیٰ فرماتے ہیں اَفَتَضَيُّ بِعَنكَ الَّذِي كُنْ مَصْفَعًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ کیا ہم تم کو نصیحت کرنے سے پہلو تہی کریں گے کہ تم لوگ حد سے نکلنے والے ہو، الا انک حق تعالیٰ کے ذمہ تو امر بالمعروف واجب نہیں۔ وہ اس سے یک ہیں کہ ان پر کوئی بات واجب ہو بس یا دیکھئے کہ امر بالمعروف کے لئے عذر صرف یہ ہے کہ حقوق ضرر کا اندیشہ ہو، اور ضرر بھی جسمانی محض فوت منفعت عذر نہیں جو شخص خدا سے بیگانہ ہے اگر اس کو احکام الہی کی تبلیغ ناگوار ہے تو ہماری جوتی سے ہم تبلیغ سے کیوں کریں بس ہم کو خدا پر نظر رکھنا چاہئے اور صرف اس کی رضا کا طالب ہونا چاہیے چاہے تمام عالم ناراض ہو جائے (انفاس عیسیٰ)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے کہ اگر کوئی کہے کہ ہم کسی کو نصیحت کرتے ہیں تو وہ بلامانتا ہے ناک مہد چڑھاتا ہے اور ہمارے درپے ایذا ہو جاتا ہے تو کیا پھر بھی ہم امر بالمعروف کریں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ امر بالمعروف مشرور کر دیں جب کام شروع کر کے گاڑی آگے لگی اس وقت استفسار کر لینا ابھی سے اعذار کا حکم دریافت کر لے کہ آپ کو حق نہیں، بلکہ اس وقت اعذار کا حکم دریافت کرنا گویا جان بچانے کی تدبیریں ڈھونڈنا ہے۔ (انفاس عیسیٰ)۔

حسن العرف میں ایک دیہاتی کا طویل قصہ نقل کیا ہے کہ وہ حضرت کی خدمت میں بیعت کی نیت سے حاضر ہوا۔ حضرت نور اللہ مرقدہ نے اس کے حال کے اعتبار سے اس کو پندرہ دن قیام ضروری بتایا اس نے کہا کہ کھیتی باڑی کی وجہ سے نہیں رہ سکتا، حضرت نے پوچھا کہ کوئی اور بھائی وغیرہ بھی ہے، اس نے عرض کیا کہ ہیں اور اگر کچھ دن یہاں رہوں گا تو وہ ناراض ہو جائیں گے فرمایا کہ اب یہاں تو ناراض نہیں ہو رہے جب جاؤ گے کٹھے ناراض ہوئیں گے کم از کم پندرہ دن تو ٹھیک رہنا کہ اتنے دن کا گھسا ہوا شیطان دل کے اندر سے نکلے اور اتنے دن بھی بہت کم ہیں ورنہ قاعدہ سے تو یہ چاہئے تھا کہ جتنے دن تک وہ شیطان دل میں گھسا ہوا رہا کم از کم اتنے دن تو اس کے نکلنے کیلئے چاہئیں پھر اس نے مغرب کے بعد بیعت کی درخواست کی اور امر لکھا حضرت نے فرمایا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ ابھی بیعت کی ضرورت نہیں اس پر اس نے بیعت کی کہ نہ یا میری حالت تو ایسی ہو گئی کہ نماز چھوڑنے کو جی چاہتا ہے اس پر حضرت بہت برہم ہوئے اور دیر تک نہایت سختی کے ساتھ ڈانٹتے رہے کہ اچھا جنوں ہے اگر ایسا ہی جنوں ہے تو کبھی گود

کھانے کو جی نہ چاہا ابھی سرور لگ جائے تو دماغ روشن ہو جائے اپنے پاس دھکا دکر لالاق باجی کہہ کر اٹھا جائے اگر تبلیغ والے یوں کہیں کہ جس گھر میں دو آدمی ہوں نمبر دار ایک آدمی تبلیغ میں جاتا رہے دوسرا گھر کا کام کرتا رہے تو اس پر کیا الزام ہے رسالہ کے خاتمہ پر مکتبہ میں حضرت حکیم الامتہ کے ایک خلیفہ مولانا عبدالسلام کا تفصیلی قصہ آرا ہے کہ حضرت حکیم الامتہ نے باوجود والد صاحب کی ناراضی کے جانے کی اجازت نہ دی، اگرچہ تبلیغ والے والد صاحب کی ناراضگی پر ان کو راضی کرنے کی تاکید کرتے ہیں، اور یہ ناکارہ تو والد صاحب کی اجازت کے بغیر جانے کی اجازت ہی نہیں دیتا، اگرچہ میں تبلیغ کو اتنا ہی ضروری سمجھتا ہوں جتنا اصلاح نفس لیکن تبلیغ پر اعتراف من کرنے والوں کو پہلے حکیم الامتہ پر اعتراف من کرنا ہو گا کہ انھوں نے باپ کی ناراضی کی بھی پردہ نہ کی۔ ایک شخص نے حضرت حکیم الامتہ قدس سرہ کی خدمت میں دو ماہ رہنے کی خواہش ظاہر کی کہ ایک بیوی دو بچے ایک میں چار آدمی ہیں، حضرت نور اللہ مرقدہ نے ان کو لکھا کہ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ بیوی کو دو ماہ کے لئے اس کے باپ کے گھر ان سب کی خوشی سے چھوڑ دیا جائے، اس طرح آسانی سے موقع مل سکتا ہے (تریت السالک) اگر تبلیغ والے یہ کہیں کہ اپنی غیبت کے زمانے میں بیوی کو اس کے گھر چھوڑ دو تو وہ گردن زنی ہے حقوق العباد کی پردہ نہیں کرتے، تریت السالک میں ایک شخص نے اپنا طویل حال لکھا ہے کہ میں ڈیڑھ ہزار کا مقروض ہوں، میری آمدنی چمڑے کی تجارت ہے۔ اب گزارش یہ ہے کہ آپ ضرور اجازت دیدیں کہ میں آٹھ دن کے لئے حاضر خدمت ہو جاؤں شاید اس آٹھ دن کی قلیل مدت میں میری حالت میں تغیر ہو جائے۔ اور اگر قرض کا عذر مانع ہو تو میں یہ عرض کروں گا کہ اگر خدا نخواستہ مجھ کو دقت کوئی جسمانی مرض لاحق ہو جائے کہ جس کی وجہ سے علاج کرنا ضروری ہو جائے اور دہلی حکیم اجمل صاحب کی خدمت میں جانا پڑے تو پھر مجبوراً سب خرچ بھی برداشت کرنا پڑیں گے اور یہی کہا جائے گا کہ اگرچہ میں قرض دار ہوں قرض ادا کرنا تاہم کاموں سے مقدم ہے لیکن جب محنت جسمانی ہی ٹھیک نہ ہوگی تو قرض ادا ہونا بھی غیر ممکن ہے اس لحاظ سے میرے خیال میں محنت جسمانی کی حفاظت زیادہ ضروری ہوگی۔ پس بالکل اسی ضرورت کو سمجھ کر میں اجازت حاضری آٹھ یوم کی چاہتا ہوں میرے خیال سے محنت جسمانی سے محنت روحانی زیادہ اہم اور ضروری ہے، اور پھر جبکہ میری دنیا کا دار و مدار بھی اس روحانی محنت پر موقوف ہے۔ محقر گزارش یہ ہے کہ اگر مناسب ہو تو اجازت حاضری کی مرحمت فرمائی جائے۔ حضرت قدس سرہ کا محقر جواب یہ ہے کہ آپ کی مجموعی حالت موجودہ میں آنے کی ممانعت نہیں۔

اگر تبلیغ والے بھی کسی مقروض کو اس نہایت ہی اہم ضروری روحانی کام کے لئے بھگنے کی ترغیب دیں تو وہ مجسم کیوں؟ لوگ دنیوی نغویات کے لئے محض شادیوں میں نام و نمود کے لئے سودی روپے تک قرض لیتے ہیں اور بار بار بار کے بھلنے علماء کے رکنے کے بھی بھی ان کو قرض یا سونے کا خیال نہیں آتا، لیکن دینی کام کے لئے سوالات استفتاء اور اعتراضات سب ہی کچھ ہوتے ہیں جو لوگ اپنے مقروض ہونے کا غرر کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ ناکارہ خود کبھی ایسے لوگوں کو جو مقروض ہوں یا قرض لے کر جائیں جانے کی اجازت نہیں دیتا تا وقتیکہ ادائیگی قرض کا کوئی اعتماد یا ذریعہ معلوم ہو جائے، لیکن تبلیغی لوگوں پر اعتراض کرنے والوں سے میں یہ ضرور پوچھا کرتا ہوں کہ آپ نے کبھی کسی مقروض سے یہ بھی پوچھا کہ یہ قرض جو آپ کے ذمہ ہوا تبلیغ ہی میں جانے کی وجہ سے ہوا یا ناجائز رسومات ادا کرنے کے واسطے لیا تھا، میرے سیکڑوں خطوط میں ایسے لوگوں کو جانے کی ممانعت ملے گی۔ مگر میں جب لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ آپ کے ذمہ جو قرض ہوا تھا وہ تبلیغی سفر کی وجہ سے ہوا تھا یا نہیں؟ یا بیٹی کی شادی کی وجہ سے آپ نے محض لوگوں کے ملعون و تشنیع کی وجہ سے شادی میں تو سود پر قرض لے لیا اس وقت کسی سے ملا نہ پوچھا لیکن ایک دینی اہم کام کے سفر کے لئے آپ کو استفتاء کرنے کی ضرورت پیش آئی، اس کا کوئی معقول جواب مجھے اب تک نہ ملا۔ حضرت حکیم الامتہ نور اللہ رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک صاحب نے بہت لمبا چوڑا خط لکھا جس میں دین و دنیا دونوں کے متعلق پریشانیاں لکھی تھیں اور یہ بھی لکھا تھا کہ میں حاضری کا قصد بہت دنوں سے کرتا ہوں مگر ایسے واقعات پیش آجاتے ہیں کہ حاضر ہو ہی نہیں سکتا۔ اب حاضری کا مسموم ارادہ تھا مگر ایک مقدمہ ایک میرے عزیز نے دائر کر دیا مجبوراً انہیں سکتا۔ حضرت نے لکھا کہ میں دعا کرتا ہوں کہ پریشانیاں رفع ہوں، اور یہاں آنا بہتر تھا، اگر صورت آنے کی نہ بھی ہو تو اس کے لئے تدبیر رکھتا ہوں کہ اپنے معاملات کو خدا کے سپرد کر دینا چاہئے وہ جو کریں اس میں راضی رہے، یہ بہترین تدبیر ہے کوئی کر کے تو دیکھے، پھر ارشاد فرمایا کہ آجکل لوگ ایسے جوابات کو خشک معنوں سے تعبیر کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ہمیں ان مضامین (خشک) میں مزہ نہیں آتا۔ میں کہتا ہوں کہ گوہ کے کپڑے کے نزدیک حلوائی کی ساری دکان بے فائدہ ہے، کیڑا کہنے لگے کہ یہ جولد اور پیڑے ہیں جو دکان میں رکھے ہیں بے فائدہ ہیں، کیڑو میرے کام تو آتے ہی نہیں اور یوں کہے کہ گوہ وغیرہ اچھی چیز ہے تو اس کا یہ کہنا کیسا ہے ظاہر ہے کہ محض فضول ہے (حسن العزیز) حضرت حکیم الامتہ نور اللہ رحمہ اللہ نے بھی تو یہی ارشاد فرمایا جو تبلیغ

والے کہتے ہیں کہ اپنے سارے کام اللہ کے سپرد کر کے نکلوجن پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ خبر کرتے ہیں اعذار کو سنستے نہیں بجائے اس کے اس کی تحقیق کریں کہ میں کوئی عذر تو نہیں اگر کوئی عذر کرے تو کہہ دیتے ہیں کہ اللہ کے سپرد کرو۔ اگر میں یوں کہوں کہ یہ بھی حضرت دہلوی کے ارشاد پر عمل ہے کہ تعلیم حضرت تھانوی کی ہو اور طریق کار میرا تو اس کا کون انکار کرے گا۔ اس سب کے بعد ایک تجربہ میرا اور بھی ہے اور بہت تکلیف دہ ہے کہ بہت سے لوگ اپنی پریشانیوں سے گھر کر نظام الدین پہنچ جاتے ہیں اور وہاں جا کر از خود نام کھواتے ہیں، اور جب گھر کے لوگ اور قرضخواہ اصرار کرتے ہیں تو تبلیغ کو اڑناتے ہیں کہ میں مجبور کر کے مسجد یا گائیک گھر والوں سے نجات مل جاتے بیسی سانی باتیں نہیں بلکہ میرے پاس اس قسم کے ملامت پچاسوں خط آئے ہیں تو ہر خط کے جواب میں یہی لکھوا تا ہوں کہ تمہارے جو حالات ہیں ان کے ہونے ہوئے تبلیغ میں جاننا مناسب نہیں اس رسل کے کھولنے کے بعد طاعت پہلے کرانے کے ایک صلب کا خط پہنچا ہے جو حسب ذیل ہے:-

قبلاً وکعبہ شیخ الحدیث مظلہ عالی السلام علیکم گزارش یہ ہے کہ حضرت والا دکان میں نقصانات اور قرض ہونے کی وجہ سے اتنا پریشان ہوا ہوں کہ دکان بھی چھوڑ دی اور قرض والوں کی وجہ سے جب انھوں نے پریشان کیا تو گھر کو بھی چھوڑنا پڑا، اور میں پریشان ہو کر مرکز نظام الدین گیا اور بال بچے گھر پر چھوڑ آیا لیکن ان کے پاس صرف پانچ روپے کے اور کچھ گھر پر نہ تھا اور میرے پاس بھی صرف سات روپے تھے جو دہلی کرایہ لگ کر ختم ہو گیا۔ اور یہاں پر رہ کر اب آگے تبلیغ میں نکلنے کیلئے کچھ پیسے نہیں جو حضرت والا آپ تجویز فرمائیں کہ میں کہیں تبلیغ میں جاؤں یا گھر پر جیسا آپ فرمائیں گے انشاء اللہ آپ کے حکم پر چلوں گا، اللہ تعالیٰ سے دعا کروں کہ خدا قرض سے نجات دلانے فقط والسلام جواب از زکریا۔ بعد سلام مسنون، آپ نے جو حالات لکھے ان کے لحاظ سے میرے نزدیک جلد میں جانا ہرگز مناسب نہیں، بلکہ گھر والوں کی معاشی خبر گیری اور قرض والوں کا قرض ادا کرنا بہت ضروری ہے، اگر آپ اپنے حالات کی وجہ سے کیرانہ میں قیام نہ کر سکتے ہوں تو قرب و جوار میں کہیں مزدوری یا ملازمت کی فکر کیجئے، اور خود فائدہ کر کے اولاً گھر والوں کے معاش کا فکر کیجئے اور اس کے بعد قرض کی ادائیگی کا۔ فقط والسلام الر ربیع الثانی ۱۲۹۲ھ

اس قسم کے جیسا پہلے لکھوا چکا ہوں پچاسوں خطوط آئے ہوں گے مگر مجھے ان کی کوئی اہمیت نہیں تھی اس لئے جواب لکھوا کر چاک کر دیئے۔ یہ خط عین وقت پر پہنچا۔ اس لئے لکھوا دیا، اگر

تحقیق کیا جائے کہ جن لوگوں پر تبلیغ والوں کا اصرار ہو گا ان کو میری طرف سے ممانعت ضرور ملے گی۔ دو سال قبل کیرانہ کے متعدد خطوط اس قسم کے آئے تھے، مگر معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے صرف تبلیغ والوں کے اصرار کا ذکر کیا میری ممانعت کا ذکر نہیں کیا، اگر ان لوگوں سے اب بھی تحقیق کی جائے تو میرے خطوط ان کے پاس ضرور ملیں گے مجھے دو چیزوں میں خاص تعلق ہے، ایک یہ کہ جن کے ذمہ حقوق العباد ہوں وہ مقدم ہیں، دوسرے یہ کہ جو کسی شیخ سے منسلک ہوں اور شیخ کی طرف سے ممانعت ہو وہ ہرگز بغیر اجازت کے شریک نہ ہوں، یہ مضمون اس رسالہ میں پہلے آچکا ہے۔

اشکال ۱۲۱ ایک اعتراف قریب میں تو سننے میں نہیں آیا، مگر پہلے کثرت سے آیا، اور زیادہ تعجب یہ ہے کہ بعض اہل علم کی طرف سے بھی یہ اشکال کان میں پڑا۔ جس سے زیادہ حیرت ہے کہ یہ تبلیغ والوں نے کہاں سے نکالا اور اس کی اصل کیا ہے؟ حالانکہ جگہ کی اصل قرآن پاک میں بھی ہے حدیث پاک میں بھی ہے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے، **وَرَوَّاعِدًا مَّوَسٰی ثَلٰثَیْنِ یَسَلٰةً وَّاَتَمَّتْ صٰحَابَةُ یَسْعٰی فَنَمَّ مِمَّا تَدَّبَّرَ** لیسے حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ نے تفسیر بیان القرآن میں اس آیت شریفہ کو مشائخ کے چیلوں کی اصل فرمایا ہے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں و فیہ اصل للاربعین المعتاد عند المشائخ الذی یشاہدہون البرکات فیہا اھ یعنی آیت شریفہ موفیہ کے چیلوں کی اصل ہے جس میں وہ حضرات بہت سی برکات کا مشاہدہ کرتے ہیں، حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ کے ترجمہ کے فوائد میں لکھا ہے کہ جب بنی اسرائیل کو طرح طرح کی پریشانیوں سے اطمینان نصیب ہوا تو انھوں نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخواست کی کہ اب ہمارے لئے کوئی آسمانی شریعت لائیے جس پر ہم دل جمعی کے ساتھ عمل کر کے دکھلائیں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا معروضہ بارگاہ الہی میں پیش کر دیا خدا تعالیٰ نے ان سے کم از کم تیس دن اور زائد سے زائد چالیس دن کا وعدہ فرمایا کہ جب اتنی مدت تم بے بے روزگار رہو گے اور کوہ طور پر متعطف رہو گے تو تم کو تورات شریف عنایت کی جائے گی، چالیس

جن حضرات کو چلہ کے دلائل کی تحقیق ہو اور وہ لوگوں کو سمجھانا چاہتے ہوں ان کے لئے یہ بہترین مضمون ہے اچھی طرح ذہن نشین کیا جائے۔ امین احمد

دن کی معیار پوری ہو جانے پر حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی مخصوص و ممتاز رنگ میں شرف مکالمہ بخشا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور حدیث ہے جس کو صاحب مشکوٰۃ نے بخاری اور مسلم دونوں سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو الصادق المصدق ہیں ارشاد فرمایا ہے کہ آدمی کی ابتدائی خلقت ماں کے رحم میں چالیس دن تو نظر رہتی ہے اور پھر چالیس دن تک خون کا لوتھڑا رہتا ہے پھر چالیس دن تک وہ بوٹی بنا رہتا ہے، اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ تغیر حالت میں چالیس دن کو خاص دخل ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص چالیس دن اخلاص کے ساتھ ایسی طرح نماز پڑھے کہ تکیہ اور اولیٰ فوت نہ ہو تو اس کو دو چیل ملنے ہیں ایک پروانہ جہنم سے چھوٹنے کا اور دوسرا نفاق سے بری ہونے کا۔ دوسری حدیث میں ہے جو شخص چالیس دن کسی مسجد میں نماز ایسی طرح پڑھے کہ رکعت اولیٰ فوت نہ ہو اس کو جہنم سے آزاد مل جاتی ہے۔ (فضائل نماز) ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص میری مسجد میں چالیس نمازیں ایسی طرح پڑھے کہ ایک نماز بھی اس کی مسجد سے فوت نہ ہو تو اس کے لئے آگ سے برادرت لکھی جاتی ہے اور عذاب سے بری ہو گا لکھا جاتا ہے اور وہ شخص نفاق سے بری ہو جاتا ہے (فضائل حج) ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص میری امت پر چالیس دن تک غلہ روکے اور صدقہ کرے تو اس کا صدقہ مقبول نہ ہو گا۔ جامع الصغیر) ایک حدیث میں ہے جو اللہ کے لئے چالیس دن تک اخلاص (اخلاص کے ساتھ اعمال کرے) کرے اللہ جل شانہ اس کے دل میں حکمت کے چشمے ابال کر اس کی زبان سے ادا کرتے ہیں (جامع الصغیر) اور چہل حدیث کی روایات تو مختلف الفاظ کے ساتھ نقل کی گئی ہیں جو میرے رسالہ چہل حدیث فضائل قرآن کے شروع میں نقل کی گئی ہیں جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس حدیثوں کے محفوظ کرنے پر مختلف بشارتیں فرمائی ہیں، ان سے بھی چالیس کے حد کی آیت معلوم ہوتی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی نابینا کی چالیس قدم تک دستگیری کرے اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جنت اس کے لئے واجب ہو جائیگی (جامع الصغیر) مسلم شریف میں... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ ان کے صاحبزادے کا انتقال ہو گیا تو انھوں نے اپنے (آزاد کردہ غلام) کریم سے فرمایا کہ دیکھ باہر کتنے آدمی ہیں۔ انھوں نے آکر عرض کیا کہ بہت بڑا جمع ہو گیا۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ چالیس ہونگے فرمایا جی ہاں۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جتنا زہ

لے چلو۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے ارشاد فرمایا کہ جس مسلمان کا انتقال ہو جائے اور اس کے جنازہ کی نماز چالیس نفر پڑھیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں تو اس میت کے حق میں ان کی سفارش قبول ہوتی ہے صوفیاء کے یہاں تو جلد کشی معروف و مشہور چیز ہے، ہر چیز کے لئے چلے کرائے جاتے ہیں۔ اعتکاف کے بھی، اسما، البیہ کے بھی جو ہر شخص کے مال کے مناسب مشائخ تجویز کرتے ہیں، اور حضرت تھانوی قدس سرہ نے توجیب کا چلہ بھی تجویز فرمایا حضرت قدس سرہ نے ہوا خوری سے واپسی کے بعد فرمایا کہ میں نے ایک چلہ سکوت ایجاد کیا..... لوگ کہتے ہیں کہ کیسا سخت چلہ نکالا۔ بڑا سخت کام لیتا ہے، یہ چلہ ایسا نکلا ہے کہ بہت ہی مشکل ہے..... پھر فرمایا کہنے دو لوگوں کے کہنے کی کہاں تک پرواہ کی جائے۔ الحمد للہ متقدمین کی سنت زندہ ہوتی ہے، سائل نے پوچھا کہ یہ چلہ سکوت بھی پہلے کسی نے کرایا؟ فرمایا نہیں یہ چلہ تو نہیں کرایا مگر قلت کلام کے بڑے بڑے اہتمام کئے.... اب یہ انتظامی امر ہے کہ پہلے اور طرح سے اس کے اہتمام کئے گئے اور اب یہ صورت تجویز کی گئی ہے (حسن العزیز)

مفتی محمود صاحب نے نقل کیا تھا کہ ایک صاحب نے جن کے لئے حضرت نے چلہ سکوت تجویز کیا تھا انھوں نے ایک سختی تنوید کی طرح اپنے گلے میں لٹکا رکھی تھی جس پر جلی قلم سے لکھا ہوا تھا "ما موش"۔

ایک صاحب نے اپنی خرابی حالت کا تفصیلی حال لکھا، حضرت نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے ہر مرض کا معالجہ تجویز فرمایا ہے۔ استعمال میں ہمت کی ضرورت ہے، اس کے لئے آج کا دن اور روانگی کا دن چھوڑ کر پورے چالیس روز قیام کرو (ترتیب السالك) حضرت حکیم الامتہ کا ایک ارشاد ہے کہ مناسبت پیدا کرنے کے لئے کم از کم چالیس روز تو شیخ کی صحبت میں رہے مگر یہ ایک ضابطہ کی بات ہے، اصل تو یہ ہے کہ اس کی کوئی مدت نہیں (افاضات)

اشکال مثلاً ایک قدیم اور بہت پرانا اعتراض جو ابتداء میں تو اپنی جماعت میں بہت فزوں پر چلا، اخبارات، اشتہارات میں مخالفین نے اسے بہت اچھا لایا، لیکن مولانا حفظ الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مدنی قدس سرہ کی تردید کے بعد اپنی جماعتیں تو علی الاعلان اس کو ذکر نہیں کرتی تھیں لیکن اذا خلا بعضہم الی بعض اشارۃ کنایۃ اب بھی اس کی یاد دہانی کرتے رہتے ہیں۔ لیکن دوسری جماعتوں کے لوگ اس وقت بھی اپنے اشتہارات کی موٹی اور جلی

سرخوں اور رسائل میں لکھتے رہتے ہیں وہ یہ کہ اس تبلیغ کو ابتداء میں انگریزوں کی طرف سے پیسے ملتے تھے۔ یہ روایت مولانا حفظ الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے مکالمۃ الصدرین سے نقل کی گئی، اس میں لکھا ہے کہ مولانا حفظ الرحمن صاحب نے کہا کہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداء حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا (مکالمہ) مولانا حفظ الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی جماعت کے ذمہ دار حضرات میں سے اور جمعیتہ العلماء کے ناظم عمومی اور تبلیغ کے خاص معاونین میں تھے۔ ان کی شہادت نامی نہ تھی کہ اس کو نظر انداز کر دیا جائے۔ اس لئے اس روایت نے بہت شہرت پکڑی، لیکن چند ماہ بعد جب حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ نے اس مکالمۃ الصدرین کی تردید اور اس کی رد کی تردید میں ایک رسالہ کشف حقیقت لکھا۔ اور اس میں مولانا حفظ الرحمن صاحب کی طرف سے اپنے اس قول کی تردید ان الفاظ سے لکھی کہ "اس وقت فوری طور پر ایک ایسے افراد اور بہتان اور کذب بیانی کی تردید ضروری سمجھا ہوں جس سے عداوت و تصد امر تب صاحب نے بعض مخلصین کے درمیان معاندانہ افتراق و انشقاق پیدا کرنے اور غلط فہمی میں ڈال کر بغض و عناد کے قریب تر لانے کی سعی ناکام فرمائی ہے، میرا رویہ سخن مکالمۃ الصدرین کی اس عبارت کی جانب ہے۔

(عبارت مذکورہ مکالمۃ الصدرین) و کفی باللہ شہیداً اس کا ایک ایک حرف افراد و بہتان ہے، میں نے ہرگز ہرگز یہ کلمات نہیں کہے اور نہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کے متعلق یہ بات کہی گئی مینحائیکے ہذا اُبھٹان عظیم بلکہ مرتب صاحب نے اپنی روانی طبع سے اس کو گھڑ کر اس لئے میری جانب منسوب کرنا ضروری سمجھا کہ اس کے ذریعہ سے حضرت مولانا محمد الیاس کی تحریک والہانہ شہادت رکھنے والے ان مخلصوں کو بھی جمعیتہ علماء ہند کی تحریک کی ناکامی کی وجہ سے غمزدار اور فقاء کار کے ساتھ بھی مخلصانہ عقیدت اور تعلق رکھتے ہیں۔ اب یہ قارئین کرام کا اپنا فرض ہے کہ وہ اس تحریر کو صحیح قرار دیں جس کی بنیاد شرعی اور اخلاقی احساسات کو نظر انداز کر کے محض جھوٹ پر دیگیڈے پر قائم کی گئی ہے یا اس سلسلہ میں میری گزارش اور تردید پر یقین فرمائیں البتہ میں مرتب کی اس بیجا جسارت کے متعلق اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتا ہوں والی اللہ المشتی واللہ البصیر واللہ العباد، اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں "مولانا حفظ الرحمن صاحب کے بیان مذکورہ کی مدد میں حضرت علامہ عثمانی صاحب کا ایک مختصر بیان چند سطروں میں بیگی اخباروں میں آیا تھا جس میں مولانا موصوف نے بقیہ اراکین وفد سے مولانا

حفظ الرحمن صاحب کے بیان اور اس عبارت کے انکار کی تصدیق کا مطالبہ کیا تھا اور دوسرے اعتراضات کا کوئی جواب نہ تھا، حضرت مدنی اس پر طویل کلام فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مولانا حفظ الرحمن صاحب اپنے انکار کو کئی باللہ شیعین اور متبعینک هذا ائمتنا عظیمین وغیرہ کے ساتھ مؤکد فرماتے ہیں، اس کے بعد کشف حقیقت میں..... دوسرے بیانات کی تردید کے بعد مولانا عاشانی کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ تو خود ہی خوب جانتے.... ہیں کہ جب سلسلہ میں کانگریس اور جمعیت العلماء کی سول نافرمانی کی تحریک شروع ہوئی تھی تو حکومت کے اشارہ سے ترغیب الصلوٰۃ کے نام سے مختلف مقامات پر انجمنیں قائم کی گئی تھیں.... چنانچہ دہلی میں بھی اس انجمن کا زور و شور تھا حتیٰ کہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی نیک نیتی سے اس کو مذہبی تحریک سمجھ کر اپنے معتقدین کو اس میں شرکت کی اجازت دی تھی، یہ سلسلہ شروع ہی ہوا تھا کہ ایک روز شام کے وقت شہری لیگ کے نام سے ایک جلوس شہر میں نکلا، یہ لیگ علی الاعلان سول نافرمانی کی تحریک کے خلاف قائم کی گئی تھی.... اس میں مسلمانوں کو یہ دیکھ کر صرف حیرت ہوئی بلکہ ان میں سخت غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی کہ جلوس کی ترتیب میں انجمن ترغیب الصلوٰۃ کی رضا کارانہ کوریج نمایاں موجود ہے.... آخر جب دو چار روز کے بعد اہل شہر کی ایک مجلس میں اس واقعہ کا مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں ذکر آیا تو مولانا بیحد متاثر ہوئے۔ اور نظام الدین جاکر انھوں نے سختی کے ساتھ اس رشتہ اتحاد کو درہم برہم کر کے خود کو اور اپنی جماعت کو اس سے جدا کر لیا حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی موجودہ تحریک تو اس کے بہت عرصہ بعد منظر عام پر آئی ہے، لہذا کون بوقوت اس کا ذکر کر کے صریح دروغ گو بن سکتا ہے، مگر تب مکالمہ کے مقام پر مشورہ نہ مذکورہ بالا الفاظ کی جگہ مکالمۃ الصدرین کی پرافتخار گفتگو ایجا کر کے شائع کر دی، جس کی بنا پر مولانا حفظ الرحمن صاحب کو ان زوردار الفاظ میں برارت کرنی پڑی فلا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (کشف حقیقت) یہ اشکال اعتراض پرانا بھی ہو گیا اور اپنی جماعت میں ختم بھی ہو گیا۔ مگر چونکہ مکالمۃ الصدرین کی روایت کو اب بھی بعض مخالفین مولانا حفظ الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر کے جلی الفاظ میں شائع کرتے ہیں اس لئے مجھے اس کے ذکر کرنے کی ضرورت پڑی بلکہ اپنی اس تحریر کی بھی زیادہ ضرورت یہی ہوتی کہ میری کسی تحریر سے غلط فہمی نہ پیدا کی جائے۔

اشکال کا ایک جدید اور تازہ اعتراض جو آج تک کبھی کان میں نہیں پڑا ایک دوست نے مجھے سنایا کہ ایک رسالہ میں یہ لکھا ہے کہ یہ لوگ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کی کتابوں سے لڑکتے ہیں، ایک اور زیادہ افسوسناک یہ سانحہ ہے کہ ایک عالم اگرچہ وہ اپنی تلون مزاجی کے لئے کافی مشہور ہیں مگر تاہم ان کا شمار اور زور و قلم حلقہ علماء میں ہے۔ اور خود تو معلوم ہوا ہے کہ وہ ہندوستان و پاکستان کے وسیع مقلد میں بالخصوص افتاد میں ثالث ثالثہ ہونے کے مدعی ہیں اپنے مکتوب میں ایک صاحب مقیم جدہ کو تحریر فرماتے ہیں کہ "مولانا تھانوی کی کتابیں نہ دیکھی جا میں انتہی بلقظ اس اعتراض کا پہلا جزو دوسرے عام اعتراضات کی طرح سے گول مول جماعت کی طرف منسوب کیا گیا ہے جماعت کے افراد اب ہزاروں لاکھوں تک نہیں بلکہ اب کروڑوں سے متجاوز ہو گئے جہاں تک میری معلومات ہیں دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہوگا جہاں تبلیغی جماعت نہ گئی ہو اور جہاں کے لوگ تبلیغی کام میں مشغول نہ ہو رہے ہوں۔ اس لئے یہ گول الزام تو دوسرے الزامات کی طرح سے قابل التفات نہیں۔ کس کس سے تحقیق کیا جائے بالخصوص جبکہ تبلیغ کے نصاب میں حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے بہشتی زیور کو ہر شخص پڑھتا ہے پڑھنے کی تاکید کی جاتی ہے، اور حضرت بلوی کا مشہور ارشاد ہے جو مہیوں جگہ شائع ہو چکا ہے کہ تعلیم حضرت تھانوی کی ہو اور طرز میرا ہو۔ نیز تبلیغی نصاب میں خاص طور سے جزاء الاعمال کی تاکید کثرت سے ہے۔ مکتوبات میں بار بار اس پر تاکید ہے ایک مکتوب میں ہے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ محکمہ تبلیغ سے ایک نصاب مقرر کیا جائے۔ اس سلسلہ کے ترقی پکڑ جانے پر آپ جیسے اہل علم کے مشورہ کی ضرورت ہوگی بالفعل میں نے ناراض طبیعت سے پانچ کتابیں تجویز کر رکھی ہیں ان میں سب سے پہلے جزاء الاعمال ہی کا ذکر ہے۔ ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں بندہ اس جزو کا بہت متمنی ہے کہ تبلیغ کے سلسلہ کی چند کتابیں ان کے ساتھ تبلیغ کی لائن میں قدم دھرنے والوں کے ساتھ ہوں.... وہ کتب حسب ذیل ہیں جواب تک تجویز ہو چکی ہیں۔ جزاء الاعمال چہل حدیث وغیرہ۔ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ اسلئے تبلیغ میں امور ذیل کی کتابوں کا رائج جانا بہت ضروری ہے۔ جزاء الاعمال وغیرہ۔

ایک جگہ لکھتے ہیں کہ تبلیغ کے سلسلہ میں میرا جی چاہتا ہے کہ ایک نصاب مقرر ہو کہ ہر ہر شخص کے رگ و پے میں سما جاوے جس کو یوں جی چاہتا ہے کہ اگر ایک شخص پڑھا لکھا ہے اول تنہائی میں دیکھا کرے اور پھر سنایا کرے اور اس میں جو اعمال ہوں اس پر اول اپنے آپ کو جانے کی

کوشش کرے، اس کو جمع میں پھیلا دے، بالفعل پانچ کتابوں کا اہتمام ہے راہ نجات، جسزاد الاعمال وغیرہ۔۔۔ ایک مکتوب میں جس میں کارکنان میوات کے لئے اہم ہدایات لکھی ہیں اس میں یہ ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے منتفع ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی محبت ہو اور ان کے آدمیوں سے اور ان کی کتابوں کے مطالعہ سے منتفع ہو جاوے۔ ان کی کتابوں کے مطالعہ سے علم آدے گا۔ اور ان کے آدمیوں سے عمل۔

حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہ نے حضرت تھانوی قدس سرہ کے وصال کے بعد جو تعزیتی خطوط اپنے احباب کو لکھے ہیں ان میں حضرت نور اللہ مرقدہ کے ایصال ثواب کی تاکید و ترغیب اور تعلیمات کی توسیع کی کوشش کو لکھا ہے، ایک صاحب حضرت تھانوی کے لوگوں میں ملاقات کے لئے تشریف لائے تو حضرت دہلوی نے فرمایا جن حضرات کا حلقہ محبت اتنا وسیع ہو جتنا کہ ہمارے حضرت تھانوی قدس سرہ کا تھا چاہئے کہ ان کی تعزیت عامہ کی فکر کی جائے، میرا جی چاہتا ہے کہ اس وقت حضرت کے تمام تعلق رکھنے والوں کی تعزیت کی جائے اور خاص طور سے یہ مضمون آجکل پھیلا جائے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق بڑھانے حضرت کی برکات سے استفادہ کرنے اور ساتھ ہی حضرت کے ترقی یافتہ شاگردوں کی کوششوں میں حصہ لینے اور حضرت کی روح کی مسرتوں کو بڑھانے کا سب سے اعلیٰ اور محکم ذریعہ یہ ہے کہ حضرت کی تعلیمات حقیقہ اور ہدایات پر استقامت کی جائے۔ اور ان کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کی جائے۔ (ملفوظات حضرت دہلوی)

البتہ اس اعتراف کا دوسرا جزو سانحہ عظیم جو لکھا ہے یہ اعتراف سب سے پہلے اسی مرتبگان میں پڑا۔ اتفاق سے جس وقت مجھے یہ الفاظ سنائے جا رہے تھے تو مولانا۔۔۔ میرے پاس تشریف فرما تھے۔ ان الفاظ کو سن کر انھوں نے بھی بہت استعجاب کیا اور کہا کہ یہ اعتراف آج تک کبھی کان میں نہیں پڑا اتفاق سے اسی دوران میں اکابر نظام الدین التشریف لائے تو انھوں نے بھی یہی فرمایا کہ یہ واقعہ ہمارے کانوں میں کبھی نہیں پڑا۔ میں نے قرب وجوار کے مفتیان سے پوچھا کہ تم میں سے اس کا مصداق کون ہے تو ہر شخص نے اس واقعہ سے لاعلمی اور تیری ظاہر کی تو میں نے ایک جوابی کارڈ معترض صاحب کو لکھا۔ جس میں ان متلون مزاج عالم کا نام دریافت کیا اور جبرہ کے ان خط کا پتہ پوچھا جن کے نام یہ خط لکھا گیا۔ اس کا مضمون یہ تھا۔

عنایت فرمایم سلسلہ بعد سلام مسنون، پرسوں کی ڈاک سے آپ کا رسد ایک رسالہ پہنچا، یہ ناکارہ اپنی محنت و قوت کے زمانہ میں تو ہر موافق و مخالف چیز

پڑھنے کا ہر شوقین تھا۔ لیکن اب کئی سال سے امراض کی کثرت اور آنکھوں کی معذوری کی وجہ سے اب تو ضروری خطوط کا سننا اور لکھنا ابھی مشکل ہے میرے ایک دوست نے بتلایا کہ اس میں نظام الدین کی تبلیغ کے متعلق کچھ معلومات آپ نے تحریر فرمائی ہیں۔ اس لئے میں نے مختلف اوقات میں تھوڑا تھوڑا سنا۔ اس میں کوئی نئی بات ایسی نہ تھی جو اب تک اشتہارات و اخبارات اور خطوط میں مختلف علماء سے سوال و جواب نہ ہو چکے ہوں اور ان کے جوابات مختلف علما کی طرف سے کثرت سے شائع نہ ہو چکے ہوں البتہ صرف ایک بات اس میں نئی سنی جو اب تک کان میں پڑی تھی اور تحقیق سے معلوم ہوا کہ نظام الدین کے احباب اور تبلیغی احباب میں سے کسی کے کان میں یہ روایت پہنچی ہو، آپ نے اس رسالہ کے منظر پر بالخصوص جماعت کی طرف یہ منسوب کیا ہے کہ یہ لوگ حضرت تھانوی کی تصانیف سے روکتے ہیں اس سلسلہ میں مجھے جماعت کے ان افراد کے نام کی ضرورت ہے جو حضرت حکیم الامتہ تھانوی کی کتابوں سے روکتے ہیں کہ میں ان سے اس کا جواب طلب کروں اس میں آپ نے ایک عالم صاحب کا ذکر کیا کہ وہ اپنے مکتوب میں ایک صاحب مقیم جبرہ کو تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت تھانوی کی کتابیں نہ دیکھی جائیں مجھے ان عالم صاحب کے نام کی بھی ضرورت ہے کہ میں ان سے اس کا استفسار کروں، اور جبرہ کے ان صاحب کا بھی پتہ چاہئے جن کے نام یہ خط لکھا گیا ہے، ایک صاحب کے خط پر آپ کو ساری جماعت تبلیغ پر یہ سنگین الزام لگانا بندہ کے ناقص فہم سے بالا ہے۔ اس کے متعلق جملے رسالہ میں اشاعت کے آپ کے مرکز والوں کو اور خاص طور سے اس ناکارہ کو پہلے خط سے متنبہ کرنا چاہئے تھا تاکہ میں ان عالم صاحب سے اس کا منشا دریافت کرتا اگر واقعی آپ کی نیت نیک تھی اور اصلاح مقصود تھی بالخصوص جبکہ بانی تحریک کا یہ مشہور مقولہ تو آپ نے بھی اپنے رسالہ میں بار بار دہرایا ہے اور اہل بدعت بھی اس کو اپنے اشتہارات میں بڑے جلی عنوانات سے شائع کرتے ہیں کہ تعلیم حضرت حکیم الامتہ کی اور طریق کار میرا، ایسی حالت میں ایک شخص کے مقولہ کو جماعت کی طرف منسوب کرنا۔ دیانہ تو کہاں تک صحیح تھا اس سے تو آپ خود ہی واقف ہوں گے

اور اگر کسی شخص نے اپنے کسی نجی خط میں اپنی کسی مصلحت سے یا حضرت عظیم الامت قدس سرہ کے ساتھ تعلق کی کمی سے ایسا لکھا تو بانی تحریک کے بار بار کے ارشادات کے خلاف جماعت کی طرف اس کو منسوب کرنا بندہ کے خیال میں تو حضرت عظیم الامت قدس سرہ کیساتھ جو آپ نے ادب کا معاملہ نہیں کیا، اس لئے کہ جماعت تبلیغ اب ہندوستان و پاکستان میں ۷۷ میں حجاز عراق، لندن، امریکہ، افریقہ، برما وغیرہ سارے ہی ملکوں میں پھیل چکی ہے اور ساری دنیا نے حضرت عظیم الامت قدس سرہ کی معتقد ہے اور ان کا پس کوئی بھی ایسا جو کسی ساری دنیا معتقد ہوا آپ نے غیر معتقد لوگوں کے لئے حجت پیش کی ہے کہ تبلیغ دے بھی حضرت عظیم الامت قدس سرہ کی تصانیف سے روکتے ہیں، بہر حال ان کا تب اور مکتوب الیہ کے نام سے بواپسی مطلع فرما دیں۔ والسلام زکریا۔ شب ۷ مارچ ۱۳۹۵ھ

اس کے جواب میں وہی عمومی الزامات دہرائے گئے جس کے متعلق پہلے بھی لکھا جا چکا ہے میں نے بعض دوسرے احباب سے بھی ان متلون مزاج مفتی صاحب کی تحقیق کرنی چاہی کہ میلان مفتی صاحب سے براہ راست دریافت کروں مگر مجھے اس میں کامیابی نہ ہو سکی، عرصہ کے بعد ایک ایسے صاحب کا نام معلوم ہوا جو اتفاق سے جس دن یہ رسالہ مجھے پہلے مجھے سنایا جا رہا تھا اس وقت میرے پاس موجود تھے۔ انھوں نے بھی بڑے استعجاب اور حیرت سے اس مضمون کو سنا اور ایسے شخص سے اپنی لاعلمی ظاہر کی جو حضرت تھانوی کی کتابوں سے روکتا ہو، مجھے جہد کے ان صاحب کا پتہ بتانے سے انکار کر دیا گیا کہ میں براہ راست ان صاحب سے اس خط کی تحقیق کرتا، باقی جماعت کے افراد میں ہر نوع کے آدمیوں کا ہونا سب ہی کو معلوم ہے۔ وہ جاہل جو دین سے بالکل ناواقف نمازوں سے بے خبر اور اب شاخ سے کہاں واقف ہو سکتے ہیں، حضرت تھانوی نور اللہ قدس سرہ کی غلوں میں متعدد جگہ مضمون کے بار کی تبلیغ جاتی ہوئی کی جھٹی ہے اس میں ہر قسم کے پاک ناپاک کپڑے پڑتے ہیں۔ اور صاف ہوتے ہیں اور اس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ لاکھوں نہیں کروڑوں کی دینی حالت بہتر سے بہتر ہو گئی، ہزاروں نہیں لاکھوں ایسے ہیں جو کلہ نماز کو بھی نہیں جانتے تھے، وہ تہجد گزار ذکر بن گئے، جو لوگ اپنے احوال کے اعتبار سے کفر کے قریب پہنچ گئے تھے وہ اس کی برکت سے مشائخ سلوک میں داخل ہو گئے۔ حضرت عظیم الامت، حضرت شیخ الاسلام مدنی، حضرت اقدس راہپوری نور اللہ مرقدہم کے مجازین میں داخل ہو گئے۔ یہ خیال کہ جو شخص جماعت میں نام لکھو لیتا ہے وہ اخلاق فاضلہ سے فوراً مزین ہو جاتا ہے کس کی عقل میں آسکتا ہے اخلاق کی درستی کے لئے تو سالہا سال مجاہدات کرنے پڑتے ہیں اور جماعت میں شریک ہونے والوں کے سابقہ حالات معلوم ہونا ضروری ہیں کہ

اس کا اگر تعلق پہلے حضرت تھانوی قدس سرہ سے تھا بعد میں تبلیغ میں داخل ہونے سے عقیدت میں کمی ہوئی تب تو جماعت پر الزام آسکتا ہے لیکن جو شخص پہلے ہی سے سخت مخالف ہو اس کی مخالفت کو تبلیغ کی طرف منسوب کرنا یہ تو صریح تعصب اور تبلیغ کی مخالفت ہے۔ اس سے کون شخص انکار کر سکتا ہے کہ لیگ و کانگریس کے زمانہ میں دونوں طرف کے عوام نہیں بلکہ کم درجہ علماء بھی ایک دوسرے سے متنفر اور سخت سے سخت گالیاں دینے والے تھے اور دونوں کی کت بولوں کو پڑھنا تو درکنار ہر دو فریق کی کتابوں کا نام لینا بھی گوارا نہ تھا۔ اور تبلیغی جماعت میں دونوں طرح کے حضرات کثرت سے شریک تھے۔ میرا تو تجربہ ہے اور انشاء اللہ اس سے کسی کو بھی انکار نہ ہو گا کہ تبلیغی جماعت میں شریک ہونے کے بعد عصیت اور گروہ بندی میں نمایاں کمی ہوئی، میں پہلے اعتراف میں لکھ چکا ہوں کہ نہ صرف مجھ سے بلکہ اکابر علماء سے بہت سے لوگوں نے خود اس کا اعتراف کیا ہے کہ کم تو علماء سے اتنے بدظن تھے کہ ملتا بھی گوارا نہ تھا۔ اور اب ہم اس تبلیغ کی برکت سے آپ حضرات کے خادم بنے پھرے ہیں، نیز بہت جدوجہد کے بعد ان صاحب نے متلون مزاج عالم کا نام مجھے بعد میں لکھا وہ اتفاق سے غیر ملکی سفر میں تھے۔ میں نے ان سے بھی بذریعہ خط دریافت کیا۔ عرصہ کے بعد ان کے بیک وقت دو گرامی نامے سفر ہی سے پہنچے۔ جس میں بہت زور و شور سے اپنے الزام کی تبری کی وہ مکتوب میں لکھتے ہیں کہ "اس عبارت میں اگر فتوے والی عبارت نہ ہوتی تو میں اس کو اپنے ہی بارہ میں سمجھتا، مگر فتوے کی بات سے ہی شبہ ہوا کیونکہ میں فتویٰ نویسی سے ہمیشہ سے گریز کرتا ہوں، معلوم نہیں میرے بارے میں ان صاحب کو یہ غلط فہمی کیوں ہوئی اور کس بزرگ نے ان کو یہ بتلایا.... جبرائیل اب یہ بات بالکل متعین ہے کہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ میں چونکہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کو اصلاح کے لئے بہت مفید اور خاص کر علماء کے لئے ان کا مطالعہ بہت ضروری سمجھتا ہوں اس لئے پورے یقین سے اس کی تردید کر سکتا ہوں کہ میں نے ایسی بات کبھی نہیں کہی۔ زیادہ سے زیادہ یہ ممکن ہے کہ کسی نے مجھ سے جماعتوں میں تعلیم کے لئے مشورہ کیا ہو تو میں نے فضاں کے لئے کہا ہو، میں اس میں صرف تبلیغ کی مصلحت سمجھتا ہوں اور انشاء اللہ اس بارہ میں ہر ایسے آدمی کو مطمئن کر سکتا ہوں جو مخلص ہو اور سمجھنا چاہے.... یہ واقعہ ہے کہ فضاں کی کتابوں سے ہزاروں اللہ کے بندوں کو ولایت حاصل ہوئی ہے جہد میں کسی صاحب سے میری خط و کتابت نہیں ہے، ایک صاحب کی طرف خیال جاتا ہے کہ شاید ان سے یہ بات چلی ہو، واپسی میں ان سے بات کروں گا فقط۔ دوسرے خط میں لکھتے ہیں کل ایک خط ہوائی اڈہ پر جاتے ہوئے لکھا

تھا وہ ناقص رہ گیا تھا، جو بات میری طرف منسوب کی گئی ہے وہ اس لئے بھی قطعاً غلط ہے کہ میں عام طور سے لوگوں کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کے مطالعہ کا مشورہ دیتا ہوں، یہ مشورہ عام تقریروں میں بھی دیتا ہوں اور تبلیغی کام سے اپنے تعلق کے آغاز سے اس وقت تک مجھے کوئی دور ایسا یاد نہیں جب میرا یہ حال اور ذوق نہ رہا ہو، مجھے حضرت تھانوی کی کتابوں سے ذاتی مناسبت ہے، میری قطعیت کے ساتھ یہ رائے ہے کہ تبلیغی کام کی مصلحت کا تقاضہ یہی ہے کہ اس کی تعلیم کے نظام میں حضرت کے یہ فضائل ہی پڑھے جائیں، بعض لوگوں نے مجھ سے میری کتابوں کے متعلق کہا میں نے ان سے کہا کہ پھر یہ سوال اٹھے گا کہ مولانا طیب صاحب مولانا سید محمد کبر آبادی یا مولانا علی میاں کی کتابیں کیوں نہ پڑھی جائیں۔ اسی طرح اگر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں جماعت کے تعلیمی نظام میں رکھی جائیں تو ایک حلقہ کی رائے ہوگی کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات بھی رکھے جائیں اور نقشندری سلسلہ کے لوگ چاہیں گے کہ حضرت امام ربانی یا خواجہ معصوم یا اسی سلسلہ کے دیگر اکابر کی تصانیف یا مکتوبات پڑھے جائیں۔ اور اس امت کے موجودہ مزاج کے تجربہ کی بنا پر یقین ہے کہ اس مسئلہ پر سخت انتشار تازع اور کشمکش کی نوبت آئے گی۔ اس لئے سلامتی اس میں ہے اور اسی میں خیر ہے کہ بس فضائل کی یہ کتابیں پڑھی جائیں اور ان کتابوں کی تاثیر و افادیت اور مقبولیت الحمد للہ تجربہ اور شاہدہ میں آچکی ہیں، فقط۔

اشکال ۱۵ حضرت دہلوی پر ایک اعتراض یہ ہے کہ وہ ہر قسم کے لوگوں سے ملتے ہیں خود حضرت دہلوی ہارثادہ ہے کہ ہمارے بعض خاص حضرات میسر اس رویہ سے ناراض ہیں کہ میں اس دینی کام کے سلسلہ میں ہر طرح اور ہر وضع کے لوگوں اور مسلمانوں کے ہر گروہ کے آدمیوں سے ملتا ہوں، اولاً ملنا چاہتا ہوں اور اپنے لوگوں سے بھی ان کے ساتھ ملنے جلنے کو کہتا ہوں لیکن میں اپنے خاص حضرات کی اس ناراضی کو سہنا اور ان کو معذور قرار دیتے ہوئے ان کو بھی اس طرف لانے کی پوری سعی کرتے رہنا شکر واجب کا ایک جزو سمجھتا ہوں رع

”چوں حق بر تو پاشد تو بر خلق پاش“

ان حضرات کا خیال ہے کہ یہ طرز عمل ہمارے حضرت نور اللہ مرقدہ کے طریقہ اور مذاق کے خلاف ہے، لیکن میرا کہنا یہ ہے کہ جس چیز کا دین کے لئے نافع اور نہایت مفید ہونا لائق اور مجرب سے معلوم ہو گیا اس کو صرف اس لئے اختیار نہ کرنا کہ ہمارے شیخ نے یہ نہیں کیا بڑی غلطی ہے۔ (ملفوظات حضرت دہلوی)

اس ملفوظ میں بات نہایت اہم اور قابل لحاظ ہے کہ حضرت دہلوی کا یہ ارشاد کہ جس کام کا حق ہو نا محقق ہو جائے اس کو صرف اس وجہ سے نہ کرنا کہ ہمارے شیخ نے نہیں کیا یہ شخص کا کام نہیں خود اسی شخص کا کام ہے جو خود بھی شیخ المشائخ کے درجہ تک پہنچ گیا ہو، ورنہ ہم جیسے عامیوں کے لئے یہ درجہ حاصل نہیں حضرت قطب الارشاد گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے بہت سے امور ایسے کئے جو ان کے شیخ نے نہیں کئے تھے، اور بعض امور میں حضرت حکیم الامت نے بھی اپنے شیخ کے بعض اعمال میں اتباع ترک کر کے حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا اتباع کیا۔ اس لئے یہ تو مسئلہ بہت اونچا ہے اور باریک ہے، حضرت مولانا عاشق الہی صاحب نور اللہ مرقدہ نے تذکرۃ الرشید جلد ثانی میں اس مضمون کو بہت بسط و تفصیل سے لکھا ہے، جہاں حضرت امام ربانی نور اللہ مرقدہ کی حذاقت امراض کی تفتیش اور اس کا علاج لکھا ہے یہاں ساری تفصیل اور توضیح کی گنجائش نہیں مجھے تو اس وقت اس مضمون کو بیان کرنا تھا کہ عمومی اعترافات سے نہ تو کوئی جماعت خالی ہے اور نہ اکابر میں سے کوئی خالی ہے۔

اشکال ۱۶ تبلیغ والوں پر یہ بھی ایک مستقل اعتراض ہے کہ وہ مقررین کے اعتراضات کی طرف التفات نہیں کرتے، میرے نزدیک یہ اعتراض لغو ہے۔ اس لئے کہ بلا تعین گول بول اعتراض کی طرف کون توہم کر سکتا ہے بالخصوص تبلیغی حضرات کو تو اپنے مشاغل کے هجوم کی وجہ سے اتنی فرصت نہیں رہی کہ ایسے لغو اعتراضات کہ ”تبلیغ والے ایسا کرتے ہیں ایسا کرتے ہیں“ کی طرف التفات کریں اکابر نے بھی کبھی التفات نہیں کیا حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ پر ہمیشہ کتنے اعتراضات کی بوجھاڑ ہر طرف سے رہی، حضرت کا ارشاد ہے کہ اعتراض سے تو انسان کسی حالت میں بھی نہیں بچ سکتا نیک ہو یا بد، عالم ہو یا جاہل۔ بس اسلم یہ ہے کہ مقررین کو بکنے دیں اور جو سمجھ میں آوے کرے۔ (طویل ملفوظات افادات بومیہ) حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کا مستقل رسالہ حکایات الشکایات کبھی پڑھا تھا اور میرے کتب خانہ میں موجود بھی ہے مگر اس وقت وہ تو نہیں ملا البتہ اس کی تمہید جو چند ماہ ہوئے الامداد سے اس ناکارہ نے حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کے رسالہ خوان فلیل کے تمہید میں نقل کی تھی یہ ہے، بعد حمد و صلوة کے یہ احقر عرض رسا ہے کہ ایک مدت دراز سے مجھ پر عنایت فرماؤں کی طرف سے بے جا اعتراضوں کی بوجھاڑ ہے جن میں سے اکثر کا سبب تعصب و غریب ہے جس کے جواب کی طرف احقر نے اس لئے کبھی التفات نہیں کیا کہ میں نے ان اعتراضوں کو قابل التفات نہیں سمجھا، نیز یہ بھی خیال ہوا کہ

اچکل جواب دینا قاطع اعتراف نہیں ہوتا بلکہ اور زیادہ طول کلام ہو جاتا ہے، تو وقت بھی ضائع ہوا اور غایت بھی حاصل نہیں ہوتی، تیسرے مجھ کو اس سے زیادہ اہم کام اس کثرت کے رکھنے کے کام کیلئے مجھ کو وقت بھی نہیں مل سکتا تھا، چوتھوں نے جہاں تک ل کو ٹھوڑا ایسے اعترافوں کے جوابوں میں نیت اچھی نہیں پائی میں ان کو تو کہتا نہیں مگر مجھ جیسے مغلوب النفس کی نیت تو زیادہ یہی ہوتی ہے کہ جواب نہ دینے میں متعذرین کم ہو جائیں گے۔ شان میں فرق آجائے گا، جس کا حاصل ارضاء عوام ہے سو طبعاً مجھ کو اس مقصود یعنی ارضاء عوام میں غیرت آتی ہے۔ بہت طویل مضمون ہے جس میں حضرت حکیم الامتہ نور اللہ مرقدہ نے بیجا اعتراضات کی طرف توجہ نہ کرنے کا اپنا معمول اور ترغیب فرمائی ہے ایک مرتبہ ایک گناہ خط حضرت کی خدمت میں آیا۔ حضرت حکیم الامتہ نے ارشاد فرمایا کہ جوابی تو ہے نہیں جس کے جواب کی ضرورت ہو اس کو علیحدہ رکھئے، پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں ایک تو اس نے لایینی حرکت کی اور ایک میں لایینی حرکت کر رہا تھا اس کو سنوں، اور خواہ مخواہ اپنا بی خراب کروں چنانچہ بلا سننے ردی میں رکھ دیا، پھر فرمایا کہ متوصل اعظم گدھے میں دوران غلط میں ایک شخص نے ایک پرچہ لاکر مجھ کو دیا۔ اور دیتے ہی چلا گیا۔ میں نے بعد و غلط وہیں پر چراغ میں بلا پڑھے اس کو جلادیا، ایک صاحب کہنے لگے کہ بلا پڑھے جلادینے کو آپ کا جی کیسے مانا ہم کو تو بے پڑھے کبھی صبر نہ آتا میں نے کہا کہ جی عقل کی تو یہی بات ہے کیونکہ اگر جواب کی ضرورت ہوتی تو وہ بلا جواب کیسے چلا جاتا پھر میرے پڑھنے کی کیا ضرورت تھی کیونکہ نہ معلوم اس میں گالیاں لکھی تھیں یا نہ جانے کیا لکھی ہو (حسن العزیز) ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں لوگ بے جانے اور بے سمجھے اعتراف کر دیتے ہیں، پہلے ایک چیز کو دیکھ لو اور اگر وہ چیز قالی نہ ہو تو اس کو اکتساب کرنے کے بعد کہو جو کچھ کہنا ہے؟ یہ ناکارہ بھی عمومی اعتراف کرنے والوں سے یہ پوچھا کرتا ہے کہ یہ اعتراف آپ نے خود ملاحظہ فرمایا یا سنا ہوا ہے، آپ نے کتنے دن نظام الدین قیام فرمایا، اور کتنے چلوں میں باہر گشت کیا تاکہ وہاں کے حالات کا مشاہدہ اور تجرہ صحیح ہو تا حضرت حکیم الامتہ قدس سرہ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں، آپ کے سامنے شبہات کسی کے پاس نہیں کیے جوتنگے کسی جگہ آپ کو رہنا چاہئے اور سامنے شبہات دفعہ پیش کر کے دوہینے تک بان بند رکھیں، یہ طریقہ کار اصل طریقہ نہیں بلکہ کوئی شخص مل گیا اس کیسا منہ شبہات پیش کر دئے اس کا نتیجہ ہوتا ہے کہ اس کی علیحدہ ہر شبہات تازہ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح شبہ بھی وہی معجز ہوتا ہے جو کام کرنے کے بعد ہوا اس سے پہلے ہوائی شبہات ہوتے ہیں۔ میں نے موثر الانصار کے جلسہ میں میسرہ کے اندر علی الاعلان کہا کہ

دیا تھا کہ جن صاحبوں کو شبہات پیش آتے ہیں وہ چالیس روز ہمارے پاس رہیں اور سارے شبہات ایک پرچہ پر لکھ کر دیں۔ اور اس عرصہ تک زبان بند رکھیں، انشاء اللہ سارے شبہات حل ہو جائیں گے، طویل ملفوظ ہے (حسن العزیز)

جناب الحاج قاری طیب صاحب نے ایک تبلیغی اجتماع میں جو سہارنپوری میں ہوا تھا، فرمایا کہ اعترافات تو وہ قابل قبول ہیں جو کام میں گھس کر کئے جائیں اور جو باہر بیچ کر اعترافات کرے وہ قابل قبول نہیں ہو کرتے اگر اند گھس کر کوئی اعتراف کرے تب تو ٹھیک ہے۔ لیکن اند گھسنے والا کوئی اعتراف کرتا نہیں کیونکہ داخل ہونے کے بعد اسے کام کا فائدہ معلوم ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ سب باہر کے اعترافات ہیں جو قابل قبول نہیں طویل مضمون جو رسالہ کیا تبلیغی کام ضروری ہے "میں موجود ہے۔

ایک جگہ حضرت تھانوی کا ارشاد ہے کہ یہ زمانہ نہایت ہی پر فتن ہے جو غریب اپنے مسلک اور مشرب اور اپنے بزرگوں کے طرز پر رہے اور سلف کا مذہب اختیار کرے مساب کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جاتے ہیں، کسی طرح چین نہیں لینے دیتے چنانچہ اس جرم میں میرے حال پر بھی بعض کی عنایت ہے، مگر الحمد للہ میں التفات بھی نہیں کرتا بولنا مجھ کو بھی آگے زبان اللہ نے مجھ کو بھی دی ہے اللہ نے قلم بھی میرے ہاتھ میں دیا ہے لیکن میں اس طرز ہی کو پسند نہیں کرتا (افاضات) ایک جگہ ارشاد ہے کہ معترضین کے کہنے کا خیال کیا جائے تو زندگی عمل ہے اس واسطے آدمی کو چاہئے کہ اپنا معاملہ حق تعالیٰ کے ساتھ صاف رکھے۔ اور دنیا کو بکنے دے کوئی کچھ کہا کرے۔ (حسن العزیز)

حضرات نظام الدین تو چچا جان نور اللہ مرقدہ کی تمنا پر عمل کرتے ہوئے کہ تعلیم حضرت تھانوی کی ہو اور طریق کار امیرا اعتراضات کے جواب کی طرف التفات بھی نہیں کرتے۔ اور لوگوں کو اس پر غصہ آتا ہے کہ ہمارے اعتراف کی طرف التفات نہیں کیا۔ حالانکہ ان لوگوں کو اس میں نہ تصبیح ہے نہ رعایت ان فضولیات کی فرصت بھی نہیں سیکڑوں کی آمد و رفت کا سلسلہ تو روزانہ کا ہے اور بعض اوقات نئے آنے والوں کا سلسلہ تو ہزارے بھی متجاوز ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں وہ کام کرنا یا گول مول اعترافوں کے جوابات کی طرف التفات کریں ان کو واقعی التفات نہیں کرنا چاہئے کہ بقول حضرت تھانوی کے ان کے پاس دینی اہم کام بہت زیادہ ہیں، البتہ دوسرے اکابر اہل علم نے ان عمومی اعتراضات کے اپنی تقاریر اور محرموں میں بیسیوں جوابات دیئے ہیں، بالخصوص

جناب الحاج قاری طیب صاحب خلیفہ حضرت حکیم الامت نے مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے مفتی محمود حسن صاحب مدرس مفتی دارالعلوم دیوبند نے اور دیگر اکابر نے بھی جو مختلف رسائل میں مفصل شائع ہو چکے ہیں، بالخصوص کیا تبلیغی کام مزدوری ہے، میں ان حضرات اکابر کی تقریرات اور تحریرات جمع کر لی گئی ہیں اور مولانا منظور صاحب کے جوابات تو الفرقان کے رسالہ میں بہت کثرت سے شائع ہوتے رہے ہیں، مستقل مضامین اعترافات کے جوابات میں بہت مفصل تحریر فرمائے ہیں، اور کچھ عمومی اعترافات یہ ناکارہ بھی اس رسالہ کے شروع میں لکھوا چکا ہے جو عامۃً اور وہ ہیں جہاں تک نظام الدین کے حضرات کا تعلق ہے وہ تو اپنی طرف سے احتیاطوں میں کمی نہیں کرتے جس کو وہی جانتا ہے جو وہاں کچھ قیام کر چکا ہو، یا اجتماعات میں شریک ہوا ہو یا کسی جماعت کی روانگی کے وقت کی ہدایت سن چکا ہو جس میں روانہ ہونے والوں کے لئے اکابر علماء کے احترام اور رفقاء کے ساتھ برتاؤ رفقاء کی راحت و آرام کی کوشش، کسی رفیق کی چیز بھی بلا اجازت نہ لینا اور اجازت پر لینے کے باوجود فراغ پر جلد واپس کر دینا، ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر تنبیہات ہوتی ہیں جن پر عام طور پر توجہ بھی نہیں۔ یہ الوداعی ہدایات کم سے کم آدھ گھنٹہ اور بعض اوقات ایک بلکہ دو گھنٹے تک طویل ہو جاتی تھیں اور ہو جاتی ہیں، صرف ایک اجتماع کی ہدایات کو عزیز مولوی محمد ثانی سلمہ نے مولانا احمد یوسف صاحب کی سوانح کے آخر میں جمع کیا ہے وہ خود مستقل دس صفحہ کا مضمون ہے پورا نقل کرنا تو دشوار ہے اس کے آخر میں چند ضروری امور مختصراً ذکر کئے گئے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ نکلنے کے زمانے میں بس چار کاموں میں اپنے آپ کو مشغول رکھنا ہے، سب سے پہلی چیز یہ ایمان و یقین کی اور ایمان والے اعلیٰ کی دعوت، اور اس دعوت کے لئے عمومی گشت ہوں گے خصوصاً گشت ہوں گے، جن کے اصول و آداب گشت کے لئے نکلتے وقت بتلائے جائیں گے ان کو دھیان سے سنا جائے، پھر جب آپ دعوت کے لئے لگیوں اور بازاروں میں نکلیں گے تو شیطان آپ کو وہاں کے نقشوں کی طرف متوجہ کرے گا۔ اس لئے سب سے پہلے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ شیطان و نفس کے شرور سے بچائے۔ اور اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کی توفیق دے پورے گشت میں اس کا اہتمام رہے کہ بس اللہ کے جلال اور جمال پر اور اس کی صفات عالیہ پر نظر رہے نگاہیں نیچی رہیں اور اپنا مقصد نگاہ کے سامنے رہے، جس طرح جب کسی مریض کو ہسپتال لے کر جاتے ہیں تو خود مریض اور اس کے ساتھی ہسپتال کی عالی شان عمارتوں کو دل چسپی سے نہیں دیکھتے بلکہ ان کے سامنے بس مریض کا علاج ہوتا ہے، خصوصاً گشت میں اگر دیکھا جائے کہ وہ

جن سے آپ ملنے گئے ہیں اس وقت توجہ سے بات سننے کو تیار نہیں ہیں تو مناسب طریقہ سے جلدی بات ختم کر کے ان کے پاس سے اٹھ جانا چاہئے، اور اگر دیکھا جائے کہ وہ صاحب متوجہ ہیں تو پوری بات ان کے سامنے رکھنا چاہئے، خصوصاً گشت میں اکابر کے پاس اگر جایا جائے تو صرف اُن کی درخواست کی جائے۔ اور ان کی توجہ دیکھی جائے تو کام کچھ ذکر کر دیا جائے۔ مگر جب تعلیم کے لئے بیٹھیں تو نہایت ادب سے بیٹھیں، دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہونے علم کی عظمت سے دبا ہوا ہو۔ مگر دعا جو وقت دعوت اور تعلیم سے خالی ہو اور کوئی دوسرا ضروری کام بھی اس وقت میں نہ ہو اس میں نوافل پڑھے جائیں یا قرآن مجید کی تلاوت کی جائے یا تسبیح میں مشغول کیا جائے یا اللہ کے کسی بندہ کی خدمت کی جائے۔۔۔۔۔ یہ چار کام اس پورے زمانہ میں بطور اصل مقصد کے کئے جائیں گے۔۔۔۔۔ چار باتیں بجزوری کرنے کی ہیں اور چار باتوں سے روکا گیا ہے۔ پہلی چار باتیں ماکھانا پینا مے قضاء حاجت مے سونا مے باہم بات چیت کرنا، یہ ناگزیر ضرورتیں ہیں ان کو بس اتنا ہی وقت دیا جائے جتنا ضروری اور ناگزیر ہو، سونے کے لئے دن رات میں بس چھ گھنٹے کافی ہیں، چار باتیں رہ ہیں جن سے پورے اہتمام سے بچا جائے۔ مے کسی سے سوال نہ کیا جائے بلکہ کسی کی سائنس اپنی کوئی ضرورت ظاہر بھی نہ کی جائے یہ بھی ایک طرح کا سوال ہی ہے مے اسراف سے بھی بچا جائے۔ اسراف یہ ہے کہ زبان سے تو سوال نہ کریں لیکن دل میں کسی بندہ سے کچھ حاصل ہونے کی طمع ہو، گویا بجائے زبان کے دل میں سوال ہو۔ مے اسراف سے بچا جائے، اسراف یعنی فضول خرچی ہر حال میں معیوب اور مضر ہے۔ لیکن اللہ کے راستے میں نکلنے کے زمانہ میں اس کے نتیجے اپنے حق میں بھی بہت برے ہوتے ہیں۔ اور دوسرے ساتھیوں کے حق میں بھی مے بغیر اجازت کسی ساتھی کی بھی کوئی چیز استعمال نہ کی جائے بعض اوقات دوسرے آدمی کو اس سے بڑی ایذا پہونچتی ہے اور شرعیاً یہ قطعاً حرام ہیں ان اجازت لے کر استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ بس یہ ہیں ضروری باتیں جن کی پابندی رکھنا اس راستے میں نکلنے والوں کے لئے ضروری ہے اور آپ لوگوں کے چومیں گھنٹے ان پابندیوں کے ساتھ گزرنے چاہئیں۔ ان اعمال کی پوری پابندی کرتے ہوئے آپ اللہ کی زمین میں اور اللہ کی مخلوق میں پھریں اور اپنے لئے اور پوری امت مسلمہ کے لئے اور عام انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہدایت مانگیں بس یہی آپ کا عمل اور آپ کا وظیفہ ہو۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ جو ارحم الراحمین ہے ہرگز محروم نہیں رکھے گا۔ (سوانح یوسفی)

جب جماعتیں نظامِ حق سے جاتی ہیں تو ان کو بہت اہتمام اور بہت تفصیل سے روائی کے وقت کی ہدایت بتائی جاتی ہیں اور نظامِ اللہ کی جو کچھ ایک بڑے تختہ پر ایک مضمون چسپاں ہے تاکہ ہر شخص ہر وقت اس کو دیکھا کرے، وہ مضمون حسب ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، ضروری ہدایت، تبلیغ میں جلنے والے حضرات کو خاص طور سے ان امور کی رعایت رکھنی چاہئے۔ ورنہ منافع سے زیادہ نقصان کا اندیشہ ہے۔ ہر کلمہ گوارہ طم والے کا دل سے اکرام و احترام کریں، اور اس کی مشق کریں، مگر دوسرے کے عیوب سے بچنا ان کی بند کریں۔ اپنے عیوب تلاش کرتے رہیں، مگر بیان اور تعلیمی معلقوں، اور مجلسوں میں کسی طبقہ یا جماعت یا فرد پر کجیر یا طنز نہ کرنا، جو لوگ جماعت میں وقت نہ لگا سکیں ان کی بھی تنقیص نہ کرنا۔ ہر علاقہ کے زرنگان دین علماء اور مشائخ سے استفادہ کی اور دعا کی تیسرے ملیں اور ہر ایک کے تعلق الیں سے اکرام و محبت کے ساتھ مل کر کام کریں، کسی پر تنقید نہ کریں۔ تبلیغ اور جماعت میں نکلنے کو دنیوی فائدہ حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بنایا جائے بلکہ اپنے حاصل ہوئے مفادوں کو قربان کرنے کی مشق کی جائے۔ بیان میں اپنے کارنامے نہ بیان کئے جائیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اسلاف علیہم الرحمۃ کے واقعات کے ذریعہ ترغیب دی جائے اور ان ہی کی مددوں کا تذکرہ کیا جائے۔ مگر غیوانی ذات صرف خدا کی ہے، دن میں اس کے دین کی انتھک کوشش کر کے راتوں کو تفریح و تزاری والی طرح کے ساتھ خدا ہی سے اس کی نصرت اور مدد مانگی جائے اور جو کچھ وجود میں آئے اس کا کرم سمجھا جائے۔ فقط۔ یہ نقشہ عمل سے مسجد میں لٹکا ہوا بھی ہے اور آنے والوں کو اس کی طرف توجہ بھی دلائی جاتی ہے جب جماعتیں جاتی ہیں ان کو تفصیلی ہدایات جیسا کہ اوپر گذر چکا اہتمام سے سمجھائی جاتی ہیں، اور جب کوئی جماعت واپس آتی ہے بہت اہتمام سے اس کی کارگزاری سنی جاتی ہے، اور اس میں جو چیزیں قابل صلاح ہوتی ہیں ان پر تنبیہ نکیر اصلاح کی جاتی ہے، سہارنپور جو جماعتیں آتی ہیں ان لوگوں میں اگر کوئی بے اصولی یا تقریر میں کسی لغزش کی اطلاع ملے ملتی ہے تو فوراً مرکز کو جماعت کی تفصیل اور اس کے امیر کی تعیین کیا ساتھ اطلاع کرتا ہوں، اور یہ جماعت جب واپس جاتی ہے تو اس چیسرہ خاص طور سے نکیر کی اطلاع بھی مجھے ملتی ہیں بندہ کے خیال میں تو اہل مرکز کی یہ رعایتیں اتنے ہر گزیر کام کے درمیان میں یقیناً قابل قدر ہیں، اور بیٹھے اپنی مجالس یا اخبار و اشتہارات میں یہ کہہ دینا کہ جماعت والے ایسا ایسا کرتے ہیں بندہ کے خیال میں تبلیغ والوں کے لئے کوئی مفید چیز

ہے نہیں، معترضین کے لئے شاید ان کی نیک نیتی سے ان کے لئے کوئی موجب اجر چیز ہو، یہ بات کو کتابی کرنے والوں پر کوئی تادیبی کارروائی نہیں کی جاتی۔ اس بات کا مفہوم اعتراف کرنے والے ہی اچھی طرح سمجھتے ہوں گے کہ کیا تادیبی کارروائی کی جائے، ان کے کوزے لگائے جائیں یا جیل خانہ بھیج دیتے جائیں؟ جہاں تک تنبیہات، اصلاحات کا تعلق ہے وہ اوپر کے مضامین سے واضح ہو چکا ہے اس زمانے میں بھی زیادہ تر ہدایات مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری فرماتے ہیں اس کی نقل مختصر آگاتا ہوں،

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَنَحْمَدُہٗ وَنُکَلِّمُہٗ عَلٰی عِبَادَہٗ اَلَّذِیْنَ اَصْطَفٰہٗ ، اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں کے حالات کو اعمال سے جوڑا ہے چیزوں سے نہیں جوڑا۔ اور اعمال کو اعضا سے جوڑا ہے اور اعضا کو دل سے جوڑا ہے اور دل خدا کے قبضے میں ہیں، اگر ذہن کا رخ اللہ کی طرف ہو جائے تو اعمال اللہ کے لئے ہو کر حالات دنیا و آخرت کے نہیں گئے۔ حتیٰ کہ بیوی کے منہ میں لقمہ بھی ڈالے تو صدقہ کا ثواب لے اور اگر دل کا رخ غیر اللہ کی طرف ہو اعمال غیر اللہ کے لئے ہو کر حالات خراب ہوں گے، حتیٰ کہ سخی، شہید اور قاری بھی ہو تو دوزخ میں جائے گا۔ لہذا سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ دل کا رخ اللہ کی طرف ہو، اسے ہدایت کہتے ہیں جو ایک نور ہے جو انسان کے دل میں ڈالا جاتا ہے جیسے سورج کی روشنی سے چیزوں کا نفع نقصان نظر آتا ہے، خارجی چیزوں کے نفع و نقصان دکھانے کیلئے خارجی روشنی چاند و سورج کی ہے اور داخلی اعمال کے نفع و نقصان دکھانے کیلئے داخلی نور ہدایت اللہ نے پیدا کیا۔ دل میں ہدایت کا نور ہو تو امانت اور سچائی میں نفع نظر آئے گا، اور خیانت اور جھوٹ میں نقصان نظر آئے گا، اور اگر فضائل کا ذریعہ ہو تو اعمال کا نفع و نقصان نظر نہیں آتا، لہذا جب عمل کرتے ہیں تو اعمال خراب نہ ہوں

اس سے معلوم ہوا کہ ہر انسان کو سب سے زیادہ ضرورت ہدایت کی ہے، اور ہدایت خدا کے قبضے میں ہے اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَخْبَتَ وَنَحْنُ اَللّٰہُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَہُوَ اَعْلَمُ بِالْمُہْتَدِیْنَ خدا سے ہدایت لینے کے لئے سوائے دعا کے اور کوئی راستہ نہیں ہے اس لئے اللہ نے سب کے لئے مشترکہ دعا سورۃ فاتحہ میں ہدایت کی تجویز کی۔ کسی دعا کا مانگا اتنا ضروری نہیں کیا جتنا کہ ہدایت کی دعا کا مانگا ضروری کیا، روزانہ ہر نمازی چالیس پچاس مرتبہ یہ دعا مانگا ہے، لیکن دنیا دار الاحباب ہے اس لئے جو دعا مانگی جائے اس کے لئے اسباب اختیار کئے جائیں شادی کر کے اولاد کی دعا مانگی جاتی ہے کھیت میں بل چلا کر کھیتی میں برکت کی دعا مانگی جاتی ہے ایسے ہی ہدایت کی دعا کی ساتھ محنت کرنا بھی ضروری ہے۔ اگر مجاہدہ کیا جائے تو اللہ کی

طرف سے ہدایت کا وعدہ ہے وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَزِيدَنَّهُمْ حَقًّا۔ تو دو چیزیں ہوں گی ایک طرف مجاہدہ ہو دوسری طرف دعا ہو تو اللہ کی ذات سے ہدایت ملنے کا یہ قوی ذریعہ ہے، مجاہدہ انفرادی ہو تو ہدایت انفرادی ملے گی اعمال انفرادی طور پر نہیں گے حالات بھی انفرادی نہیں گے اور اگر مجاہدہ اجتماعی ہو تو ہدایت اجتماعی زندہ ہوگی تو اعمال بھی مجموعہ کے نہیں گے تو حالات بھی اجتماعی طور پر نہیں گے، ان جماعتوں کا خدا کے راستہ میں نکلنا اسی مجاہدہ کے لئے ہے۔ اور جو لوگ گمراہی واپس جا رہے ہیں وہ بھی مقامی کام کریں یعنی ہفتہ کے دو گشت روزانہ کی تعلیم مسجد میں اور اپنے گھر کی عورتوں اور بچوں میں بھی فضائل کی کتاب پڑھیں تاکہ دین پر چلنے کا شوق پیدا ہو، اور ماہانہ تین دن اطراف کے دیہاتوں میں جاویں اور ہفتہ واری اجتماع میں رات گزاریں۔ یہ چند کام اجتماعی ہیں، اس کے علاوہ ہر آدمی کم سے کم چھ تسبیحیں پوری کرے، اور قرآن پاک کی تلاوت کرے اور فرض نمازوں کے علاوہ نفلی نمازیں جتنی بھلا سکے اسے کرے چونکہ واپس جا کر مقامی کام کرنا ہے اس لئے خدا کے راستے میں جانے والوں کے سامنے جو اصول و آداب بیان ہو رہے ہیں اسے واپس جانے والے بھی غور سے سنیں، اب سنو مجاہدہ کیا ہے، مجاہدہ یعنی اپنے آپ کو رضا الہی کے لئے اعمال میں مشغول رکھنا، یوں دین میں بہت سے اعمال ہیں لیکن چند بنیادی اعمال میں رضا الہی کے جذبے سے اللہ کے یقین کے ساتھ اپنے آپ کو مشغول رکھنے سے دین کے بقیہ اعمال پر چلنے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے، وہ بنیادی اعمال، اعمال مساجد ہیں یعنی اپنے آپ کو مجالس ایمانیہ میں تعلیم کے حلقوں میں نمازوں میں اذکار میں اور دعوت میں آخرت کے تذکروں اور خدمت گزاری میں دعاؤں میں رضا الہی کے جذبہ سے مشغول رکھنا یہ اعمال مطلوب مجاہدہ ہیں یعنی نفس کی خلاف ہیں، مطلوب مجاہدہ مطلقاً تکلیف اٹھانے کا نام نہیں ہے، یہ تکلیف تو نفس کے مطابق ہے مجاہدہ کی طرف نفس آنے نہیں دیتا نفس انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے نفس کا جسے پہلا کام یہ ہے کہ وہ انسان کو چیسڑوں سے جوڑے رکھے اعمال کی طرف نہ آنے دے، اور اگر کوئی آدمی اعمال کی طرف آئے تو نفس اعمال پر جھنجھنے نہیں دیتا اسی وجہ سے تعلیم یا بیان یا ذکر و تلاوت سے نفس آدمی کو کسی پہلے سے اٹھا کر بازار میں لے جاتا ہے اور اگر کوئی آدمی ان اعمال میں جم گیا تو یہ نفس کھانا کھانے اور استیجا کرنے اور سونے کے وقت ادھر ادھر کے تذکروں کے ذریعہ اور خیالات کے ذریعہ سارے اعمال کا نور ختم کراتا ہے۔ اور اگر کوئی اس میں بھی سنت پر جا رہا ہو تو پھر نفس گمراہی پر واپس لوٹنے کے بعد کاروباری مشاغل اور گھریلو مشاغل میں اتنا گمراہ ہے کہ آدمی مقامی تعلیم

گشت، اذکار و عبادات چھوڑ بیٹھتا ہے اور اگر کوئی آدمی مقامی طور پر بھی اعمال میں جمائی کاروباری و گھریلو مشاغل کے ساتھ ساتھ تعلیم و گشت و اذکار و عبادات و مشوروں میں فکر سے لگا رہا تو نفس کا آخری حربہ یہ ہوتا ہے کہ اب وہ اعمال سے ذرہ کے گامبلہ ان اعمال کو اللہ کے لئے ہونے کے بجائے اپنے لئے کرانے کا یعنی ان اعمال سے لوگوں میں عزت ہوگی، شہرت ہوگی لوگ برکت کے لئے گھر پر لے جائیں گے، تعلقات میں وسعت ہوگی، دنیاوی اغراض پوری ہونگی الغرض ان اعمال کو اللہ کیلئے ہونے کے بجائے اغراض کے لئے کرانے کی کوشش کرے گا لہذا یہ اعمال اگر کسی دنیاوی غرض سے ہوں تو پھر مجاہدہ دینیہ نہیں رہتا۔ یہ اعمال اسی وقت دینی جگہ بنتے ہیں جب خالص اللہ کے لئے ہوں تب ہی ان میں طاقت آتی ہے اور اللہ کی نسبت کا نورا کر ہدایت کا ذریعہ بنتے ہیں نفس کا یہ حربہ موت تک چلتا رہتا ہے اس لئے ہمارا پہلا کام تو یہ ہو کہ چیزوں کو قربان کر کے اعمال مساجد کے عادی بنیں، اور اس کے ساتھ بار بار اپنی نیت ٹوٹتے رہیں یہ فکر موت تک لگی رہے، اگر نیت میں اخلاص نظر نہ آوے تو بھی ان اعمال میں لگے رہیں فکر کرتے رہیں تو کرم الہی سے امید ہے کہ وہ اخلاص مرحمت فرمادیں گے بے فکر نہ ہوں، ان اعمال میں مشغولی کی ترتیب کیا ہو جماعت جب روانہ ہو تو امیر یا مور ایک دوسرے کو پہچان لیں ہر ساتھی کی نوعیت سامنے ہو امیر کی اطاعت ضروری ہے جب تک کہ امیر قرآن و حدیث کے مطابق کہے اس کی بات مانی جائے، بلکہ امیر کو مراعات کہنے کی ضرورت نہ پڑے بلکہ جماعت اشاروں اور منشا، کو دیکھ کر کام میں لگنے کی کوشش کرے امیر کی اطاعت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت آسان ہوگی اللہ کی اطاعت آسان ہوگی، لیکن امیر اپنے آپ کو سب کا خادم جانے اور امورین امیر کو اپنا بڑا جانیں، جس آدمی کو خود امیر بننے کا شوق ہو اسے امیر نہ بنایا جائے اللہ ایسے امیر کو اس کے نفس کے حوالے کر دیتے ہیں، جو آدمی امیر بننے سے واقعی ڈر رہا ہو وہ امیر بننے کے لائق ہے جو خود امیر بننا نہیں چاہتا اسے مشورہ کر کے امیر بنایا جائے تو اللہ اس کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کرتے ہیں تاکہ اسے سیدھا چلا دے، یعنی اس کے ساتھ غیبی تائید ہوتی ہے، حضرت جی دامت برکاتہم ارشاد فرمایا کرتے ہیں امیر امیر ہے آمر نہیں ہے یعنی اس کے ساتھ ہمیشہ کام کا نگر لگا ہوا ہو، امیر مالکانہ لہجہ سے کام نہ لے بلکہ ترغیب دے کر لوگوں سے دینی کام کراوے۔ اب جماعت میں نکل کر جو میں گھنٹے کیسے گزریں۔ جماعت میں ایک دو ساتھی انتظامی کام کئے لئے طے ہو جائیں تاکہ ساری جماعت کا ذہن اعمال کے لئے فارغ رہے وہ دو ساتھی ریل یا موٹر کی تحقیق کریں باقی

ساری جماعت پلیٹ فارم پر اپنی تعلیم میں مشغول رہے ایسے عمومی مقامات پر تعلیم میں ایمانیات، اخلاقیات، عبادات اور آخرت اور انسانیت کے تذکرے ہوں..... تاکہ جو بھی بیٹھے اسے فائدہ ہو۔ اور صحیح انسانیت کی فضا بنے، ریل میں ایک بوگی میں سوار نہ ہو سکیں تو دو تین بوگیوں میں ہو جائیں، اور ریل کے وقت کا نظام بنالیں۔ تعلیم، تلاوت، اذکار اور وقت پر نمازوں کا جماعت کے ساتھ پڑھنا چاہئے دو دو آدمی جماعت کریں، پلیٹ فارم پر ریل کے زیادہ رکنے کا یقین ہو تو اگر نماز یا جماعت پڑھیں۔ اس سے عمومی عبادت کی فضا بنتی ہے۔ لیکن اگر ریل کے زیادہ دیر رکنے کا یقین نہ ہو تو اپنی ہی بوگی میں دو دو آدمی جماعت کر کے نماز پڑھیں صرف فرض اور وتر اور صبح کی سنتیں پڑھیں اور باقی سنتیں اور نفلیں چھوڑ دیں تاکہ مسافروں کو تکلیف نہ ہو، فرض بھی مختصر پڑھیں فجر کی اذان کے وقت مسافر سوتے ہوتے ہیں اس لئے اذان دہی آواز سے دیں۔ ریل میں ساتھیوں کو فکر مند بنایا جائے تاکہ آگے جا کر وقت اچھا گزاریں۔ ریل سے اترنے سے پہلے ایک ساتھی ایسا مقرر کریں جو پیچھے دیکھ لے کہ کسی کی کوئی چیز چھوٹ گئی ہو تو اتار لے، ریل سے اتر کر شہر میں داخلہ سے پہلے سارے ساتھی دعا کریں، لیکن سامان بیچ میں رکھیں تاکہ گم نہ ہو جائے۔ بستی دیکھنے کی جو مسنون دعا ہے وہ پڑھیں تو زیادہ اچھا ہے ورنہ اس وقت کے مناسب دعا مانگیں، دعا مانگنے سے پہلے ساتھیوں کا مختصر سا ذہن بنایا جائے کہ راستہ میں نظریں نیچی کتے موئے اللہ کا ذکر کرتے ہوئے چلیں تاکہ کسی غیر محرم عزت یا تصویروں پر نگاہ نہ پڑے۔ نگاہ کے راستے سے دل میں خرابی جاتی ہے۔ مسجد میں جاتے ہوئے پہلے باتیں پیر کا جو نہ نکالیں پھر داہنے پیر کا، لیکن مسجد میں پہلے دایاں پیر داخل کریں پھر بائیں پیر داخل کریں اور داخلہ کی دعا پڑھ لیں اور اعتکاف کی نیت کریں اور بسز اگر خارج مسجد کا کمرہ ہو تو اس میں رکھیں ورنہ مسجد میں کسی کو نے پرانی ترتیب سے رکھیں کہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو، پھر وضو کر کے اگر وقت مکروہ نہ ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ کر سارے ساتھی مشورہ میں بیٹھ جائیں، مشورہ میں چوبیس گھنٹے کا نظام بنالیں اور ساتھیوں کے ذمہ کام تقسیم کریں، دو باتیں بہت فکر سے سوچیں (۱) اس بستی سے جماعت کیسے نکلتے (۲) یہاں مقامی کام کیسے چالو ہو، اس کے لئے سارے ساتھیوں کو فکر مند بنایا جائے۔ مشورے میں مقامی احباب کو بھی شریک کیا جائے تاکہ بستی کی صحیح نوعیت سامنے آ سکے۔ یہاں تعلیمی گشت ہو رہا ہے کہ نہیں، لوگ اوقات گزارنے والے ہو گئے ہیں یا نہیں، یا ان میں سے کسی کے جماعت میں نکلنے کے وعدے ہیں یا نہیں،

اس اعتبار سے محنت ہوگی، سب سے پہلے مشورہ یہ کیا جائے کہ کھانا کون پکائے کیونکہ پکنا کھانا کھا کر کام میں جان پیدا ہوتی ہے۔ کھانا پکانے کے لئے آدمی طے کر کے پھر خصوصی گشت کی جماعت بنائی جائے۔ مشورے میں ایک ہی کام بڑا ایک ہی آدمی کے سپرد نہ ہو بلکہ بدل بدل کر ساتھیوں کو کام دیئے جائیں، تاکہ ہر عمل کی ہر ساتھی کو مشق ہو، ہر ساتھی دعوت دینے والا بنے، تعلیم کرنے والا بنے، انگشت کرنے والا بنے، کھانا پکانے والا بنے، تاکہ دوسری جماعت چلا سکے، مشورہ میں امیر جس سے رائے مانگے وہ رائے دے، سب ساتھی بہت فکر سے مشورہ کریں، الا بالی بن نہ ہو، رائے دینے والا چند باتوں کا لحاظ رکھے، ایک تو یہ کہ رائے دینے میں کام کی اور ساتھیوں کی رعایت ہو، یعنی اپنی نفسانیت نہ ہو مثلاً خود کے سر میں درد ہے، سونا ہے لیکن کام کا اور ساتھیوں کا فائدہ تعلیم میں ہے تو یہ رائے نہ دے کہ سب سو جائیں یا رائے نہ دے یہ خیانت ہے، رائے تو تعلیم کی دے اور جب تعلیم شروع ہو تو امیر سے اجازت لے کر اپنی معذرت کی بنا پر آرام کرے۔ لیکن رائے میں صرف اپنی وجہ سے سونے کی رائے نہ دے، دوسرے یہ کہ رائے میں کسی ساتھی کی رائے کے کاٹ کا انداز نہ ہو اختلافی رائے میں اگر جرح نہیں ہے لیکن کاٹ کا انداز نہ ہو مثلاً کسی نے رائے دی کہ ابھی آرام کرنا چاہئے، آپ کی رائے تعلیم کی ہے تو سیدھی سادی تعلیم کی رائے دو، فائدہ بناؤ، نہ یہ کہو کہ کیا آرام کا وقت ہے، گھروں سے سونے کے لئے آئے ہو، اس سے ساتھی کا دل دکھے گا، تیسرے یہ کہ رائے میں محکم کا انداز نہ ہو مثلاً یوں کہے کہ ابھی سوائے تعلیم کے اور کیا ہوگا تعلیم ہی ہونی چاہئے اور کچھ نہ ہو نا چاہئے گویا امیر پر حکم دیا جا رہا ہے یہ بھی غلط ہے۔ امیر جب فیصلہ دے تو ساری رایوں کا احترام کرتے ہوئے فیصلہ دے۔ امیر کثرت رائے کا پابند نہیں ہے سب رایوں کے بعد جو اللہ اس کے دل میں ڈالے اس کے مطابق فیصلہ دے لیکن سارے ساتھیوں کی رائے کا احترام کرے مثلاً بعضوں کی رائے سونے کی ہے اور بعضوں کی رائے تعلیم کی ہے امیر کے ذہن میں تعلیم کا فیصلہ دینا ہے تو یوں کہے کہ بھائی جماعت ٹھکی ہوئی ہے آرام ضروری ہے اگر جماعت یار پڑ گئی تو کام کیسے ہوگا، دن کو اگر آرام کرے تو تہجد میں اٹھنا بھی آسان ہوتا ہے اس لئے آرام بھی بہت ضروری ہے جیسا کہ ہمارے بھائیوں نے مشورہ دیا۔ لیکن یہ بستی نئی ہے اتنے ہی سونے سے یہ ہماری مجبوری نہ جان سکیں گے اور بدظن ہو جائیں گے، اس لئے میری رائے یہ ہے کہ پہلے تھوڑی تعلیم ہو جائے پھر آرام کریں گے۔ اس طرح سے ساتھیوں میں جوڑ باقی رہتا ہے۔

اب امیر کے فیصلے کے بعد سارے ساتھی خوشی خوشی کام پر لگے، کوئی ساتھی اپنی رائے کو دینی منزل من السماء نہ جانے اور اصرار نہ کرے بلکہ امیر کا فیہ لہجہ کی رائے کے مطابق ہو وہ توڑ جائے کہ کہیں میرے نفس کا چور میری رائے میں نہ ہو اور خوب فکر مند ہو کر دعا و خیر مانگے۔ اور جس کی رائے کے خلاف امیر کا فیصلہ ہو تو خوش ہو جائے کہ کم از کم میرے نفس کے چور سے یہ مشورہ محفوظ رہا، اور خوب اہتمام سے کام میں لگ جائے، خصوصی گشت۔ پہلے اپنے کھانے کا انتظام کرنے کے لئے آدمی مقرر ہو جائے۔ اگر کھانے کا نظم نہ کیا اور خصوصی گشت میں گئے تو چودھری صاحب سب سے پہلے کھانے کے بارے میں پوچھیں گے تو آواز دھیمی نکلے گی دعوت کی جان نکل جائیگی، اس لئے ہر جماعت اپنے ساتھ اپنا تو اہرات اور برتن ساتھ رکھے، اور اگلے گاؤں میں جانے سے پہلے والے گاؤں سے ہی آٹا چاول خرید لے تاکہ دوسرے گاؤں میں پہنچ کر خریدنا نہ پڑے، جماعت والوں کا کمال یہ ہے کہ اپنا کھانا پکا دوں اور گاؤں والوں کا کمال یہ ہے کہ مہانوں کو کھانا کھلا دیں ضیافت کی صفت اگر کسی علاقہ میں ہے تو اسے ختم نہیں کرنا ہے لیکن جماعت والے احباب اپنی ضیافت ... کام میں لگنے کو بتائیں۔ یعنی ہمارے گشت و تعلیم و خطاب میں ساتھ دو اور گاؤں سے چلے تین چلے کی جماعت تیار کر آویہ اصل ضیافت ہے، اس ساری محنت میں شرکت کے ساتھ اگر کھانے کی ضیافت کی جائے تو ہو سکتا ہے کہ جماعت والے مختلف پہلوؤں پر غور کر کے ایک آدھ وقت کی قبول کریں جماعت والے حضرات اس پر غور کریں کہ اگر دعوت نہ کھانے میں اپنی محنت کا فائدہ ہے کہ لوگوں میں زیادہ اثر پڑے گا اور دین سے قریب ہوں گے تو اکرام باقی رکھتے ہوئے دعوت نہ کھائے۔ مثلاً یہ کہ تم ہی فکر مند ہو لہذا تم ہمارے ساتھ ہی جماعت نکھوانے کی محنت کرو، اگر کھانا پکانے میں لگ گئے تو کام رہ جائے گا، لہذا کھانا تو دونوں وقت کا پک چکا ہے، اور تمہیں خدا جزائے خیر دے اب تو ہم سب کام کا فکر کریں، یا اسی قسم کی اور کوئی اکرام کی بات کر کے ٹال دیں۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ کھانا کھانے سے اور ضیافت قبول کرنے سے سستی کے لوگ قریب ہوں گے تو اپنے آپ کو اشراف سے بچاتے ہوئے ایک آدھ وقت کا قبول کریں، یا اپنا اور میرا کھانا ساتھ کر کے سب تھوڑے کچھ مسجد میں کھالیں، الغرض قبول کرنے میں اکرام ملحوظ رہے اور قبول کرنے میں اپنے کو اشراف سے محفوظ رکھنے کی کوشش کریں جماعت والوں میں اپنا کھانے کا جذبہ ہو، اور گاؤں والوں میں کھلانے کا جذبہ ہو، خصوصی گشت کے لئے تین چار احباب جاویں۔ ان ہی میں سے ایک مقامی بھی ہو خصوصی گشت

با اثر لوگوں میں کرتے ہیں۔ اگر کوئی دینی اعتبار سے با اثر ہوں مثلاً بزرگ ہیں، عالم ہیں، پیر ہیں، شیخ ہیں۔ اس قسم کے با اثر حضرات کے پاس ان کے ملنے کے اوقات میں جانا چاہئے بے وقت نہ پہنچے، جس سے ان کے معمولات میں حرج نہ ہو۔ ان کی خدمت میں دعوت دینے کی نیت سے نہ پہنچیں بلکہ ان میں قرآن و حدیث کا جو نور ہے اس سے فیض اٹھانے کی نیت سے پہنچیں، اگر عزت ظاہر داری ہو اور اندر سے استفادہ کی نیت ہو تو فائدہ نہ ہوگا، بلکہ اس سے اللہ والے کے قلب میں بھی تمہاری طرف سے تکدر کا خطرہ ہے اس لئے استفادہ کی نیت جاویں۔ اگر توبہ یوں تو سفر کے حالات مختصر سنائے جاتیں۔ امت کے حالات سنائے جائیں اور کام کا فائدہ سنایا جائے۔ تاکہ ان کا قلب دعا کی طرف متوجہ ہو، اس سے ہمارا کام بنے گا۔ لیکن کسی فرد یا گاؤں کی برائی نام لے کر نہ بیان کریں اگر وہ بزرگ متوجہ نہ ہو سکیں تو تھوڑی دیر بیٹھ کر دعا کی درخواست کر کے واپس آجائیں تو بھی خصوصی گشت ہو گیا اور اگر کسی دنیاوی لائن کے با اثر آدمی کے پاس جانا ہو مثلاً چودھری صاحب یا کوئی بڑے تاجر یا سرایا دار کے پاس جانا ہو تو اس میں اپنی حفاظت کی بہت ضرورت ہے۔ ان کی مادی چیزوں کا دل پر اثر نہ پڑے ورنہ ہم بجائے داعی ہونے کے مدعو ہو جائیں گے نظریں کچی کرتے ہوئے اللہ کا ذکر نہ کریں جائیں، ایک ساتھی کو خصوصی گشت میں امیر بنا دیں۔ ان سے جا کر موقع محل کی مناسبت سے بات چیت ہو، لیکن چھ نمبروں کے اندر زور کرات ہو کوئی اخلاقی یا سیاسی بات نہ ہو کسی کی حمایت یا مخالفت کی بات نہ ہو ان صاحب کو جتنے وقت کیلئے آدھ کیا جاسکے آمادہ کیا جائے۔ اور اگر متوحش ہونے کا خطرہ ہو تو کم سے کم مسجد میں اعلان کریں، یا اپنا کوئی آدمی گشت میں ساتھ کریں۔ اسی پر لایا جائے بشرطیکہ ان کا اعلان یا ان کے آدمی کا گشت میں شریک ہو نا دینی مصلحت کے خلاف نہ ہو، خواص کے سامنے ایک دم سے تکلیف اٹھانے کی بات کے بجائے آخرت میں ہمیشہ کی عزت اور اکرام کا ایسا تذکرہ ہو کہ اس کے لئے اپنی محنت میں تکلیف اٹھانے کی بات سے اور شربانی کی بات سے تبشیر ہو تنفیر نہ ہو، تبشیر ہو تعبیر نہ ہو، تبشیر اور لا تنفیر ایسا ولا تعبیر کی رعایت ہو، یہی بات عمومی گشت اور تعلیم اور بیان اور تشکیل میں ہر جگہ ملحوظ رہے یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اس کی رعایت ہر جگہ ہو، دوسرا عمومی گشت یہ ہماری دعوت میں ریڑھ کی ہڈی ہے عمومی گشت میں یہ بات ملحوظ رہے کہ جس نماز کے بعد عمومی بیان کرنا ہے اس

نماز سے پہلے والی نماز میں جماعت مسجد میں ہو، یہ مقامی طور پر گشت میں بھی ملحوظ رہے، مثلاً مغرب کے بعد بیان ہے تو عصر کی نماز میں جماعت موجود ہو، بعض مرتبہ مقامی گشتوں میں صرف اعلان کر دیا جاتا ہے کہ کج عشاء سے پہلے گشت ہے کھانا کھا کر آ جانا، لوگ اپنی فرست میں آتے ہیں، رواروی والا گشت ہوتا ہے، سالہا سال سے گشت کے باوجود نمازیوں کی تعداد نہیں بڑھتی صرف وقت گزاری سی ہو جاتی ہے، نہ ہونے سے تو اتنا ہونا بھی بہتر ہے لیکن اس سے دینی ماحول نہیں بنتا۔ مثلاً مغرب کے بعد خطاب کرنا ہے تو عصر کی نماز کے بعد جم کر اعلان اور ترغیب اور لوگوں سے یہ کہا جائے عصر سے عشاء تک کا وقت کون کون فارغ کرتا ہے۔ جیسے تین چلوں کی تشکیل ہوتی ہے اسی طرح عصر سے عشاء تک کا وقت لے لو جو لوگ اتنا وقت دیں انھیں آگے کر دو باقی لوگوں پر امرار نہ ہو، انھیں جانے دو لیکن یہ کہہ جاوے۔ کہ اگلی نماز میں فارغ ہو کر آئیں، اور دوسروں کو بھی دعوت دے کر لا دیں، جو لوگ عصر سے عشاء تک فارغ ہو کر بیٹھ گئے اب ان کا وقت امانت ہے سب کو اعمال میں لگایا جائے اگر لوگ زیادہ ٹھہر گئے تو جتنی عمومی گشت کی جماعتیں بنانے کی ضرورت ہو اتنی بنائی جائیں اگر ان لوگوں سے معلوم ہو کہ قرب و جوار میں خواص سے بھی ملا جا سکتا ہے تو بقدر ضرورت خصوصی گشت کے لئے بھی تین تین چار چار آدمیوں کی جماعتیں بنا کر بھیجیں تاکہ خواص کے گھروں پر یا قیام گاہوں پر جا کر اپنی پوری دعوت سمجھا کر نقد بیان میں لانے کی کوشش ہو پھر بھی مسجد میں جو لوگ بچ جائیں ان میں ایک ساتھی جم کر دعوت والی بات کرے۔ کچھ ساتھی ذکر و دعا میں لگیں، کچھ احباب نئے لوگوں کے لئے فارغ رہیں کہ باہر سے جو نئے احباب مسجد میں بھیجے جائیں ان کو اگر نماز نہ پڑھی ہو تو استنجا، وضو کرنا اور اس وقت کی فرض نماز پڑھوا کر دعوت والے ملاقہ میں بٹھا دیں اور آخر تک ان کی نگرانی کرے۔ ان کا جی لگائے ان کی تشکیل کا فکر ہو، عمومی گشت رواروی کے ساتھ نہ ہو بلکہ فکر اور ہتھام سے ہو، جماعت دس آدمیوں کے لگ بھگ ہو، ایک امیر بنایا جائے ایک مقامی رہبر بنایا جائے، ایک منظم ہو، علماء نامگ کر سب گشت میں چلیں، سب مل جل کر چلیں، نظریں نیچی ہوں، زبان سے اللہ کا ذکر ہو، رہبر جس کے پاس لے جائے منظم اس سے بات کرے، امیر کا کام یہ ہے کہ سب کو جوڑے رکھے، رہبر کو سمجھا دیا جائے کہ وہ لوگوں کے عیب نہ بتا دے کہ دیکھو۔ بے نمازی ہے، یہ شرابی ہے ایسا نہ کہے صرف ملاقات کرادے۔ منظم مزاج شناسی، موقع شناسی

مردم شناسی کی رعایت کے ساتھ بات کرے اس کا اکرام بھی باقی رہے اور اللہ کی بات بھی پہنچ جائے بات میں طعن کا انداز نہ ہو نرم لہجے سے بات کرے صرف اعلان کا درجہ نہ ہو کہ فلاں نماز کے بعد بیان ہوگا آجائیو، صرف اتنا نہ ہو بلکہ اس طور پر بات کرے کہ وہ آدمی نقد مسجد کی طرف چلے، زیادہ لمبی تقریر بھی نہ ہو گشت میں ایسے معین لفظ نہیں جو ہر موقع پر چل جائیں تخمیناً یہ الفاظ ہیں کہ بھائی ہم اور آپ مسلمان ہیں ہم نے کلمہ پڑھ کر اللہ کی بات ماننے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلنے کا اقرار کیا ہے۔ اسی سے دنیا و آخرت میں ہمیں کامیابی ملے گی لیکن اس کے لئے ایک محنت درکار ہے اسی کے سلسلے میں جماعت آئی ہے مسجد میں ہمارے ساتھی اسی سلسلے میں ابھی بات کر رہے ہیں لہذا آپ مسجد تشریف لے چلیں فلاں نماز کے بعد اسی محنت کو تفصیلی طور پر کھولا جائے گا۔ بعض موقع پر کلمہ بھی سنا جائے تو حرج نہیں ہے۔ ہر موقع پر نہ سنا جائے کبھی ان الفاظ میں حسب موقع کمی و بیشی بھی کر سکتے ہیں، مسجد کی طرف جانے کے لئے جتنے احباب آمادہ ہو جائیں ان کے ساتھ اپنا ایک نامی لگا کر بھیجا جائے۔ اگر مسجد کی طرف جانے کو کوئی صاحب آمادہ نہ ہوں تو ان کو اپنے ساتھ گشت میں لے لیں، اگر اس کے لئے بھی آمادہ نہ ہوں تو اگلی نماز کے بعد میان میں شرکت کا وعدہ لے لیا جائے اور کہا جائے کہ دوسروں کو بھی لانا۔ یہ آخری درجہ کی چیز ہے درجہ اول تو نقد مسجد میں لانا ہے اس گشت کے ذریعہ غفلت کی جگہ میں یاد الہی کی مشق کرنی ہے۔ تواضع اور صبر کو سکھانا ہے، اکرام ملحوظ رکھتے ہوئے حکم الہی کے پہونچانے کی مشق کرنی ہے اس میں اپنی اصلاح کی نیت ہووے، گشت میں کشیدگی کی نوبت نہ آئے بلکہ لوگوں کو نرمی سے مانوس کرنے کی سعی ہو، گشت کے ذریعہ پورے گاؤں میں چہل پہل ہو، رات کا بیان مقامی احباب کے مشورے سے مغرب کے بعد یا عشاء کے بعد جب بھی ملے ہوا ہو اس میں خطاب کر نوالے کا پہلے سے مشورہ ہو، بیان میں چھ نمبروں کے اندر رہ کر بات ہو، دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کا عظیم الشان اور پائیدار ہونا جم کر کہا جائے، انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے صحیح واقعات بیان کر کے آخر میں چار چارہ کا مطالبہ ہو، اس بیان میں جماعت کے سارے ساتھی بھی متفکر ہو کر بیٹھیں، اکیلے مقرر کے حوالہ نہ ہو، مقرر کو کھڑا کر کے ساتھی اپنے آرام یا چائے وغیرہ کی طرف متوجہ نہ ہوں، مقرر پوری جماعت کی زبان ہے سب ملے جلے ہوں تو زبان کا اثر ہوگا نماز کے بعد اعلان کر کے مختصر سی سنتیں پڑھ کر سارے ساتھی خوشامد

کر کے جمع کو چڑیں اس اجتماعی عمل کے موقع پر اپنا انفرادی عمل ذرا مؤخر کر دے مثلاً مغرب کے بعد کے ادا بین سے پہلے جمع جُڑنے کا فکر ہو، پتہ نہیں اس جمع میں سے کتنے آدمی دین کی دعوت پر یا فرائض پر کھڑے جائیں یہ نوافل سے بدرجہا بہتر ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ نوافل ترک کر دیئے جائیں، بلکہ جب سارا جمع جُڑ جائے تو ساتھی دو دو تین تین کر کے الگ کرنے میں جا کر اپنی ادا بین بھی باری باری سے پڑھ لیں تاکہ اجتماعی اور انفرادی کام یکے بعد دیگرے سب ہوں، نوافل واذکار کے اہتمام میں بھی فرق نہ پڑے بلکہ اہتمام اور زیادہ ہو جائے۔ بیان کے بعد تشکیل کے وقت کچھ دیر منتظر رہے تاکہ لوگ اپنے چلہ نہیں چلہ بولیں پھر ساتھی حلقہ بنا بنا کر مقامی احباب کی تشکیل کریں، ان کے اعدا کا مکمل بتا دیں ان کے اعذار سن کر مرعوب نہ ہوں بلکہ حکمت سے اس کا حل بتا دیں۔ دینی محنت اتنی اہمیت کیسا تھ سامنے آوے کہ آدمی اعدا کا مکمل خود ہی نکلے لیکن اعدا کا جواب دینے میں مجذوب بھی نہ بنیں، وہ تو کہہ رہا ہے کہ میری بیوی بیمار ہے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ مرنے دے، دین اجر رہا ہے نکل جائے کہنا بالکل غلط ہوگا، آئندہ اس قسم کا آدمی بیان میں بھی نہیں آئے گا، اس کے غدر اور تکلیف میں ہمدردی کا اظہار ہوا اور سنجیدگی کے ساتھ شریعت کی حدود کی رعایت کیساتھ اس کا حل بتایا جائے، تھوڑے وقت کے نام بولے جائیں حتیٰ کہ تین دن اور ایک دن بھی کوئی دے تو قدر دانی کے ساتھ نام لیا جاوے اور وقت اچھا گذر دیا جاوے تو وہی تین چلہ کا بن جائے گا جو جو نام آوے ان کا وقت اور پتہ بھی لکھ لیا جائے۔ اور صبح کو دوصولیا بی کا گشت کر کے جماعت نقد نکالی جائے، اور روانہ کر دیا جائے، ساتھ میں پرانا آدمی لگایا جائے۔ روانہ کرتے وقت اصول و آداب مختصر سے بیان کئے جائیں۔ اگر ایک دن میں جماعت نہ نکل سکے تو اسی بستی میں دوسرے دن بھی ٹھہر جاوے۔ جماعتیں جماعتوں کو نکالیں یہ اصل ہے اور اجتماعات سے جماعتوں کا نکلنا یہ ثانوی درجہ میں ہے جو جماعت نکل جائے یہ آپ کی محنت کا خلاصہ ہے۔ جماعت کے نکلنے میں چند کام تجربہ میں آئے۔ ایک تو جماعت اپنا کھانا پکائے تو آسانی سے جماعت نکلتی ہے، دوسرے گاؤں میں دوصولیا بی کا گشت کرے۔ پہلے سے جن کے وعدے ہوں یا اب نکلنے کا وعدہ کیا ہوا نہیں گھروں چلا جا کر تیار کرنا۔ اور دیگر موقعوں پر بھی تشکیل جاری رہے جنہوں نے باہر چلنے کے نام لکھوائے اس کے علاوہ جو مجمع بیج جائے ان کو مقامی کام پر آمادہ کیا جائے بلکہ نام مانگیں، اور مقامی کام کے لئے وہاں ایک جماعت بننا نہیں، جن کے ذمہ چند کام ہوں

ایک تو روزانہ کی تعلیم مسجد میں چالو کرے۔ اس کا وقت بھی مقرر کرو، دوسرے ہفتہ میں دو گشت کیا کریں ایک گشت اپنی مسجد کے اطراف میں اس کا بھی دن اور وقت مقرر کرے اور دوسرا گشت دوسرے محلے کی مسجد میں کریں لیکن دوسرا گشت دوسرے محلہ والوں سے کرنا ہے دو تین ہفتہ میں انہیں بذات خود گشت پر کھڑا کرنا ہے جب وہ گشت پر کھڑے ہو جائیں اور خود کرنے لگیں تو پھر ان کے ذمہ یہ بھی کیا جائے کہ اپنے گشت کے علاوہ اور مسجدوں میں گشت کو چالو کریں۔ اور آپ کسی تیسری مسجد میں گشت چالو کریں یعنی دوسرا گشت مختلف مساجد میں چالو کروانے کے لئے ہے، یوں ہر مسجد والے اپنے گشت کے علاوہ دوسرا گشت بھی کریں اور گشت چالو کرادیں، تیسرے یہ کہ اپنے گشت کے دنوں میں بیان کر کے چلہ تین چلہ کی جماعتیں بناوے کم سے کم تین دن کی جماعتیں بنادیں، اور خود بھی ماہانہ تین دن کی جماعت میں جاوے، چوتھے یہ کہ ہفتہ واری اجتماع اگر ہو رہا ہو تو اس میں عصر سے اشراق تک خود بھی وہ مقامی جماعت میں جائے اور دوسروں کو بھی لے جائے یہ ہفتہ واری اجتماع پورے شہر کی مسجدوں کی محنتوں کا بخور اجتماع ہے۔ ہر محلہ والے تین تین دن کی جماعتیں لے کر پہنچیں یا زیادہ وقت کی جماعتیں لے کر پہنچیں، تاکہ ہفتہ واری اجتماع میں صرف بیان ہی نہ ہو بلکہ سارے محلوں سے جماعتیں بن کر آویں اور روانہ ہوں، ہر محلہ والے اگر دو دو آدمی بھی چلے کے لئے دیدیں تو دو تین جماعتیں ہر ہفتہ چلہ تین چلہ کی روانہ ہو سکتی ہیں۔ در تین تین دن کی جماعتیں جتنی بن سکیں لاویں۔ ہفتہ واری اجتماع میں ہر آدمی اپنا اپنا کھانا لے کر پہنچے اور عصر سے اشراق تک سب اس ماحول میں ٹھہریں رات کو خطاب ہووے صبح جماعتیں روانہ ہوں، اطراف میں تین دن کی جو جماعتیں جاویں وہ پھر اسی طرح محنت کر کے چلوں کے لئے آدمی اٹھاویں یا کم و بیش وقت کے لئے آدمی اٹھاویں۔ اور آخر میں وہ بھی مقامی جماعت بناویں۔ اور مندرجہ بالا کام ان کے سپرد کریں۔ مقامی جماعت ان چند کاموں کو خود بھی کرے اور اہل محلہ کو بھی ان کاموں پر آمادہ، تعلیم، گشت ماہانہ تین دن ہفتہ واری اجتماع اگر ہو رہا ہو تو شرکت اور اگر نہ ہو رہا ہو تو حضرت جی دامت برکاتہم سے پوچھے بغیر چالو نہ کرے اس کے علاوہ مقامی جماعت کچھ انفرادی معمولات پر بھی چلے اور علاوہ مندرجہ بالا امور تو اجتماعی ہیں، اس کے علاوہ کم سے کم چھ سب سے تلاوت نوافل کا اہتمام خود کرے اور

ہر گشت کے دن جمع کو ان اعمال پر آمادہ کرے اس کے علاوہ ہر آدمی کو ترغیب دے کہ اپنے گھر میں مستورات اور بچوں میں روزانہ فضائل کی تعلیم ہو تاکہ عورتوں اور بچوں میں بھی عبادت و اذکار اور دین پر چلنے کا ذہن بنے، یوں مستورات کا کام بغیر کسی شور و ہنگامے کے ہزاروں گھروں میں جاری ہو جائے گا۔ فضائل کی تعلیم گھریلو زندگی کی تبدیلی کا انشاء اللہ سبب بنے گی اس ترتیب سے مسجد کے باہر والے مسجد میں اگر گشتوں کے ذریعہ نمازی بنیں گے اور نمازی داعی بنیں گے اور کام کا نفع دیکھو گا، ایک مجمع کا مجمع کام والا بہت آسانی سے بتا جائے گا اس میں لوگوں کے گھریلو اور کاروباری مشاغل کی رعایت ہے تو جماعت بیرون کی تشکیل کے ساتھ مقامی جماعت بھی بنا کر مندرجہ بالا امور ان کے سپرد کریں، یہ تو ساری دعوت والی بات ہوئی۔ یعنی خصوصی گشت عمومی گشت، عام بیان، اور انفرادی طور پر ریل اور موٹر میں جو بھی ملے حکمت سے دعوت دے، دعوت کے علاوہ جماعت اپنے آپ کو تعلیم میں مشغول کرے، ہر گھر کو تعلیم ہو، تعلیم کا ایک جز تو یہ ہے کہ فضائل کی کتابوں کا سننا سنانا ہو، ہماری اس تعلیم میں فضائل کی تعلیم ہوتی ہے اس سے شوق اور رغبت پیدا ہوتی ہے اور اس میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوتا چونکہ مسائل میں اختلاف ہے اس لئے اجتماعی تعلیم میں مسائل کا تذکرہ نہیں ہوتا کیونکہ اگر ہم نے وضو کے چار فرض بتائے تو یہ صرف حنفیوں کے لئے دعوت ہوگی، شافعی حضرات نہیں، حنابلے کے کیونکہ ان کے وہاں چھ فرض ہیں، فضائل پر ہم پوری امت کو جوڑ سکتے ہیں، جماعت کی نماز پر ستائش درجہ کا ثواب ملنا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر مارے ہی حنفی ہوں تو بھی مسائل بیان کرنے کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ جماعت میں اکثر عوام ہوتے ہیں غلط مسائل بتانے لگیں گے اس لئے مسائل کو تو علماء کرام کے لئے ہی رکھے، فضائل کے ذریعہ دین کا پیا سنانا ہو جب پیا سنا بلکائی مانگے یعنی مسائل پوچھ تو اسے کہہ دے کہ اپنے اپنے نبی کا پانی پیو یعنی حنفی علماء سے پوچھنا شافعی علماء سے پوچھے، اہل حدیث اپنے علماء سے پوچھے۔ یوں سب جڑ جڑ مل سکتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جماعت والے مسائل سے بے نیاز ہو جائیں، مسائل کا سیکھنا ضروری ہے اس کے بغیر نماز وغیرہ کا عمل نہ ہوگا، فضائل کے معلوم ہونے بغیر تو ہو سکتا ہے لیکن مسائل کے بغیر عمل نہ ہوگا، فضائل تو صرف اعمال کا شوق دلانے کے لئے ہیں، اس لیے اجتماعی تعلیم میں صرف فضائل ہوں گے اور مسائل ہر آدمی اپنے طور پر انفرادی طور پر علماء کرام سے پوچھ پوچھ کر سیکھے اور اس پر عمل کرے، اپنے ہر کام میں علماء کرام سے مسائل پوچھے،

تجارت، نکاح نماز وغیرہ سب کچھ پوچھ کر ہو کر وڑوں مسلمان نماز نہیں پڑھتے اور ہر جزئیات پر تجویزیں یہ مناسب نہیں کسی بھی طرح مسلمان نماز پر آوے پھر اپنے علماء سے طریقے پوچھے فضائل کی کتاب میں جو حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم سے حضرت مولانا ایسا نے لکھائی ہیں جس میں حکایات صحابہ بھی ہے انھیں میں سے تعلیم ہو، بہت سے بھائی یہ پوچھتے ہیں کہ یہ کتابیں تو بیسیوں مرتبہ پڑھ چکے اب آگے کی کتابیں بتاؤ تاکہ علم بڑھے حالانکہ ہماری اس تعلیم کا مقصد قرآن و حدیث کی باتوں سے اتر لیا آجانا ہے خوشی کی خبروں سے خوشی کا اثر ہو، غمی کی خبروں سے غمی کا اثر ہو جیسے دنیا کی خبروں سے ہو کر تا ہے یہ فسران و حدیث سے ہونے لگے اس لئے اس کیفیت کو پیدا کرنے کے لئے بار بار انھیں احادیث کو عظمت کے ساتھ سنا جائے۔ انسان صرف علم سے عمل پر نہیں پڑتا۔ اگر ایسا ہوتا تو شرابی شراب کو حرام جانتا ہے لیکن بچتا نہیں، اور بے نمازی نماز کے فرض ہونے کا علم رکھتا ہے لیکن پڑھتا نہیں۔ اصل علم کا نور ہے جو آدمی کو عمل پر ڈالتا ہے، وہ نور اس وقت ملتا ہے جب آدمی تعلیم میں عظمت کے ساتھ بیٹھے، کلام اور صاحب کلام کا احترام دل میں لینے ہوئے بیٹھے اور ظاہری ہیئت بھی عظمت کی بنائے۔ اگر باذن ہو کر خوشبو لگا کر بیٹھے تو اور زیادہ اثر ہونے کی امید ہے، ادبیاتی ان باتوں کی رعایت سے بعض مرتبہ بیٹھنے میں تو ان میں بہت جلد اثر ہو کر عمل پر پڑ جاتے ہیں، ان فضائل کا قلب پر اتنا اثر ہو کہ عمل کے وقت وہ فضیلت متحضر رہے اس کی ہر شخص کو ضرورت ہے خواہ عالم ہو یا نہ ہو پرانا ہو یا نیا ہو سب اس کے موت تک محتاج ہیں اور یہ سارا معاملہ قرآن اور حدیث کی عظمت کے ساتھ جڑا ہوا ہے، اس تعلیم میں اپنی تقریر نہ ہو بلکہ حضرت شیخ دامت برکاتہم نے جو فائدہ لکھا ہے اسی کو پڑھا جائے ہاں اگر کوئی مشکل ہو تو ترجمہ کر دے اس تعلیم کے موقع پر گشت بھی ہو تاکہ صرف جماعت والوں کی تعلیم ہو کر نہ رہ جائے بلکہ گاؤں والے بھی شریک ہوں، اس تعلیم کا دوسرا جز قرآن کا سننا سنانا ہے کہ ہم کے سورہ فاتحہ اور چند سورتیں ایک دوسرے کی سنی جائیں، حلقہ بنا کر سنی جائیں اس کے ذریعے بستی والوں میں صرف احساس پیدا کرنا ہے کیونکہ تھوڑے وقت میں تو وہ اپنی نماز ٹھیک نہیں کر سکتے صرف سیکھنے کا جذبہ پیدا ہو اس کے لئے تشکیل بھی آسان ہوگی، لیکن جو احباب جماعت میں نکلے نہیں ان کو نماز سبقاً سبقاً یاد کرانی چاہئے تاکہ چلے میں کم سے کم نماز تو ٹھیک ہو جائے، جسے جتنی یاد رہے دوسروں کو یاد کرادے دین سیکھنے والے کی

فضیلت یہ ہے کہ اگر دین سیکھنے کی نیت سے نکلے تو فرشتے پیروں کے نیچے پر کھلتے ہیں، اور سکھانے والے کی فضیلت یہ ہے کہ زمین و آسمان والے حتیٰ کہ حیوانیاں اپنے بلوں میں اور پھلیاں سمندر میں اس کے لئے دعا کرتی ہیں یصلون علی معلم الناس الخیر تو دونوں اپنے فکراور شوق سے مشغول ہوں، ان حلقوں میں حسب استناد غلطی بتائی جائے پورا فن تجوید کھولنے سے عوام قرآن سیکھنے سے ایسا ہوا جس میں غلطی غلطی ٹھیک کرانی جائیں جو فوری طور پر ٹھیک ہوں تاکہ اس میں سیکھنے کا شوق ہو، غلطی کا احساس ہو اور قرآن سیکھنا آسان نظر آئے بعض مرتبہ غلطی بتانے سے کسی کے شرمندہ ہونے کا خطرہ ہو، مثلاً جو دھری ہے یا اگر جو بیٹ ہے تو ایسے موقع پر اجتماعی طور پر بتایا جائے یعنی کسی شخص کا نام لے کر نہ بتایا جائے عمومی طور پر اصلاح ہو تاکہ بات بھی پہونچے اور شرمندہ بھی نہ ہو۔۔۔ الخیات اور دعائے قنوت اجتماعی تعلیم میں نہ ہو کیونکہ اس میں بھی اختلاف ہے، البتہ کلمہ طیبہ، سورہ فاتحہ اور چند سورتیں ہوں، ہاں اپنی انفرادی تعلیم میں اور چیزیں بھی یاد کریں اس تعلیم میں چھ نمبروں کا خاکہ بھی ہوا اصل میں تو یہ چھ نمبر اپنی زندگی میں اتارنے کے لئے ہیں، بیان سیکھنے کے لئے نہیں ہیں، کلمہ کی اتنی دعوت دیں کہ ساری چیزوں کا یقین نکل کر اللہ کی ذات کا یقین دل میں اتر جائے اور سارے طریقوں سے کامیابی کا یقین نکل کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں میں کامیابی کا یقین آجائے، نماز کو سنوار کر ایسا پڑھے کہ جو ہمیں گھنٹہ کی زندگی حقیقت صلوٰۃ پر آجائے، اور اعضا، وجوہ احرار الہی کے پابند بن جائیں تعلیم کے حلقوں میں بیٹھ کر اتنا شوق پیدا ہو کہ ہر کام کرنے سے پہلے یہ تحقیق کر لے کہ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کیا ہے، اللہ کا ذکر اتنا کرے کہ اللہ کا دھیان دل میں جم جائے جو گناہوں سے روکے اور ہر وقت کے امر پر کھڑا کرے ان ساری صفات کے پیدا ہونے کے باوجود دوسرے مسلمانوں کو اپنے سے اچھا سمجھنے کی مشق کرے جس سے تواضع پیدا ہوگی، اگر ان اعمال کو کر کے عجب ہوا اپنے کو بڑا سمجھنے کا مرض پیدا ہوا تو کئے کرائے پر پانی پھر جلنے کا خطرہ ہے، اس میں کم سے کم درجہ حقوق العباد کی ادائیگی ہے اگر یہ نہ ہو تو نیکیاں ان کے حصے میں چلی جائیں گی، جن کی حق تلفی ہوئی ہے۔ اکرام تو اس سے بھی آگے کا درجہ ہے ان سارے اعمال کو دنیا کی کسی غرض کے تحت نہ کرے بلکہ رضائے الہی کا جذبہ ہو آج دین کا کام کر کے آدمی یہ دیکھتا ہے کہ مجھے دنیا کتنی ملی، آخرت کا جذبہ نہ رہا۔ لہذا عمل کی طاقت نکل گئی۔ صحابہ دین کے لئے اپنی دنیا سربان کرتے تھے تو ان کے

دین میں بڑی طاقت تھی کیونکہ ان کے عمل میں اللہ کی نسبت قوی تھی۔ اس لئے جماعت میں جانے والے کو کہا جاتا ہے کہ اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی اپنی جیب میں ہو اور آدمی اپنی جان مال کے ساتھ نکلے۔ اور یہ دیکھ کر دین کے لئے میری دنیا کتنی قربان ہوئی، اس قربانی کے بعد اخلاص پیدا ہوگا، الغرض دین کو اپنی دنیا بنانے کا ذریعہ نہ بنائے، آخرت بنانے کا ذریعہ نہ بنائے، اللہ اپنے کرم سے دنیا بھی بنا دیتے ہیں لیکن ہماری نیت یہ نہ ہو اللہ کے وعدوں پر یقین ہو لیکن مقصود اور نیت اللہ کی رضا ہو ان ساری باتوں کے علاوہ دعوت دینا مستقل سیکھنے کی چیز ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی آپ کے تابع بن کر آویں گے، اس لئے اب یہ دعوت والا کام اس امت کو کرنا ہے چاہے جو نئے طبقہ کا انتہی ہو، آپ نے اپنی زمانے کے سو فیصد امتیوں کو داعی بنایا جس کی دہائی حضرات اور سختی سے بات کرنے والے بدوی حضرات کو بھی داعی بنایا نبوت کے بعد سب سے پہلا وہ کام جس پر ہر کلمہ گو کو اٹھایا وہ کلمہ کی دعوت ہے، جبکہ پنجوقتہ نماز بھی فرض نہ تھی، لیکن کلمہ والی دعوت شروع سے آخر تک چلتی رہی، آج بھی ہر شخص پر محنت کرنی ہے کہ وہ داعی بنے، داعی کی مثال منادی کی ہے اور منادی کے لئے پورا عالم ہونا ضروری نہیں، جتنی بات کی مدد سے رہا ہے اتنی بات معلوم ہونی چاہئے، دعوت کی مثال زمین کی سی ہے اور ایمان کی مثال جڑ کی سی ہے اس پر دین کا درخت نیا رہتا ہے، دعوت دینے سے ایمان قوی ہوتا ہے اس کے لئے اپنے مشاغل میں سے ایک مرتبہ چار ماہ فارغ کئے جائیں پھر حسب استطاعت سالانہ چار ماہ چھ ماہ چلے دیتے رہیں، سالانہ ماہانہ ہفتہ واری اور روزانہ کی کوئی ترتیب دین کی محنت کی قیام ہو، یہ بہت ہی مختصر سے چھ نمبر ہیں، اس کا ساتھیوں کو مذاکرہ کرایا جائے تو تعلیم میں فضائل کی کتابیں بھی پڑھی جائیں، قرآن کا سنانا ہو اور نمبروں کا تذکرہ ہو، اسی میں ساتھیوں کو کوئی بات سمجھانی ہو تو تعلیم کے موقع پر اطمینان سے سمجھائی جاسکتی ہے مثلاً کوئی بے عنوانی ہے کہ اجتماعی طور پر سمجھانے کا اچھا موقع ہے، دعوت اور تعلیم کے علاوہ ذکر الہی میں وقت گزرے ذکر میں سب سے اہم قرآن پاک کی تلاوت ہے روزانہ کی تلاوت کا اتنا معمول ہو جتنا کہ روزانہ نہج سکے اور جو بے پڑھے حضرات ہوں وہ روزانہ پندرہ منٹ یا آدھ گھنٹہ قرآن پاک سیکھ لیا کریں، لیکن جتنا قرآن نماز میں پڑھنا ضروری ہے وہ پہلے

سیکھ لیں، بعد میں پورا قرآن سیکھنے کی نیت سے روزانہ محنت کریں۔ اس کے علاوہ اذکار مسنونہ ہیں جن میں سو کم درود شریف اور استغفار و توبہ و توبہ و توبہ کے کم پڑھیں، اور روزانہ کی مسنون دعائیں مثلاً کھانے سے پہلے اور بعد اور استسجاء کے بعد اور پہلے، سوتے وقت اور جاگ کر مسجد میں داخل ہوتے وقت، مسجد سے نکلنے وقت سواری پر سوار ہوتے وقت جہاں کار مسنون ہیں وہ بھی یاد کر کے عمل میں لانے کی کوشش ہو زندگی بھر کے لئے یسیتیں زندگی میں آجائیں۔ اور گھر پر عورتوں اور بچوں میں بھی زندہ کریں لیکن یسیتیں معتبر کتابوں میں سے دیکھ کر یاد کریں، من گھڑت سنتیں نہ ہوں ان اذکار مسنونہ میں بہت نور ہے اور امت میں اختلاف بھی نہیں ہے، تلاوت اور اذکار مسنونہ کے علاوہ اگر کوئی صاحب کسی سے بیعت ہو تو اپنے شیخ کا بتلایا ہوا ذکر بھی پورا کریں، اور اگر کئی مشائخ کے متوسلین ایک جماعت میں ہوں ہر ایک اپنے اپنے شیخ کے بتلائے ہوئے طریقہ پر ذکر کرے، اور کوئی صاحب کسی بزرگ پر تنقید نہ کریں، امت کو مطلقاً اللہ کے ذکر پر ڈالنا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ خلوت اور جلوت میں دعاؤں کا خوب اہتمام ہو، یہ کام دعاؤں سے چلے گا، دن بھر کی تھکا دینے والی محنت ہو اور تنہا ہوں میں خوب رو رو کر دعاؤں کا مانگنا ہو، پتہ نہیں کس کا رونا اللہ کو پسند آجائے اور ہدایت کے دروازے کھل جائیں، دعوت تعلیم اور ذکر کے ساتھ عبادات بھی ذوق و شوق سے ادا کی جائیں فرض نماز جماعت سے پڑھنے کا اہتمام ہو بخیر ادنیٰ فوت نہ ہونے پائے، صفت اول کا فکر ہو، خوب جی لگا کر نمازیں پڑھی جائیں فرائض کے علاوہ فقہ نمازیں اور سنتیں اور نفلیں بھی اہتمام سے پڑھی جائیں، اشراق چاشت ادابین اور تہجد کے اہتمام کی فکر کی جائے۔ کام کرنے والے خصوصی طور سے تہجد کا خوب اہتمام کریں، تو دن بھر کے کاموں میں قوت رہے گی دھبہ بان باللیل و فی سائر اوقات بالانہاد دن کو دعوت کے لئے اللہ کے بندوں کے سامنے کھڑا ہونا، رات کو دعا کے لئے اللہ کے سامنے ہاتھ اٹھانا اور دن کو بندوں سے خدا کی قدرت منوانا۔ اور رات کو خدا کی رحمت کو بندوں کی طرف متوجہ کرنا، دن کو یا ایتھا اللہ یترقئ فمنا ینظر ہو اور رات کو یا ایتھا اللہ یترقئ فمنا ینظر ہو، لیکن نئے آنے والوں پر تہجد وغیرہ کے لئے اتنا زور نہ دیا جائے کہ وہ اتنا جائیں نفل کو نفل کے درجہ میں رکھنا ہے فرض کا درجہ نہیں دینا ہے البتہ شوق اتنا دلایا جائے کہ آدمی خود کہے کہ مجھے جگا دو، پھر سنئے آدمی کو جگانے میں حرج نہیں، دعوت، تعلیم ذکر و عبادت کے ساتھ ساتھ ساتھیوں کی خدمت

بھی ہو، احباب جتنی خدمت گذاری کریں گے اتنا ہی جوڑ ہوگا، ہر ساتھی خدمت کرنے والا ہو خدمت چاہنے والا کوئی نہ ہو تو اس سے جماعت میں جوڑ ہو جائے گا، اور اگر سارے خدمت چاہنے والے ہوں خدمت کرنے والا کوئی نہ ہو تو اس سے جماعت میں آپس میں ٹرائی ہوگی، تکلیف کے موقع پر اپنے آپ کو آگے کرے۔ اور راحت کے موقع پر دوسروں کو آگے کرے وہ جماعت بہت مبارک ہو جائیسی محبت کے ساتھ اپنا وقت پورا کرے مختلف ملازموں اور مزدوروں کے احباب ایک جماعت میں ہوتے ہیں ان میں آپس میں کشیدگی نہ ہو بلکہ محبت سے وقت گزرے۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ سب سے چھوٹا بن کر رہے تو جوڑ پیدا ہوگا، اور اگر بڑا بن کر ہر آدمی سب سے توڑ ہوگا، تو امت سے جوڑ ہوتا ہے اور تکبر سے توڑ ہوتا ہے، یہ چند کام تو کرنے کے ہیں اور کچھ کام ایسے ہیں جن سے بالکل بچنا چاہئے، اس میں ایک تو اشرف سے دوسرے سوال سے بچنا چاہئے کسی انسان کے کھانے یا پیسے یا چیزوں کی طرف اگر خیال آجائے اور اندر ہی اندر کچھ میٹھے تو یہ اشرف ہے، اور اگر زبان سے مانگنا تو یہ سوال ہے، داعی سائل نہیں ہو اگر تا ماسئلہ علیہ من اجہ ان اجری الا علی اللہ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو نماز پڑھ کر اللہ سے مانگے، انسانوں سے نہ مانگے اس سے قوت و عار بڑھے گی، اسی طرح فضول خرچی سے بچے، سیدھا سادہ کھانا، بستر کپڑا ہو، یہی سادگی پھر گھر میں داخل ہوگی، یہ سادگی بذات خود مطلوب ہے، اس کی برکت سے اقتصادی پریشانی بھی دور ہوگی اس کے علاوہ کسی کی چیز اس کی اجازت بغیر استعمال نہ کرے، اگر اجازت بھی دے تو سنجیدگی کے ساتھ استعمال کرے بے محل استعمال نہ کرے، اور اس کی ضرورت کے وقت پر استعمال نہ کرے ان چند باتوں سے بالکل بچنا ہے، یہ ساری ظاہری تدابیر ہیں، اصل کرنے والے اللہ ہیں، خوب محنت کر کے پھر اللہ کے سامنے روکے اپنی گندگیوں کا، قصوروں کا اعتراف کرتے ہوئے شیطان اول تو محنت سے روکے گا یہ غرور ہے اور اگر محنت کی تو پھر عجب پیدا کرے گا۔ آدمی محنت خوب کرے پھر خدا کے سامنے روتا ہے تو انشاء اللہ اس کے ہاتھوں اللہ کا دین پھیلنے کی امید ہے، ہر جماعت اپنا وقت پورا کئے بغیر نہ لوٹے جتنا وقت لکھوایا ہے اس سے جھکتا تو ہے یعنی دو چار روز زیادہ دے، لکھائے ہوئے سے کم نہ کرے ایک بات یہ بھی ذہن میں رہے کہ ساتھ چلنے والے داعی بنیں، اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان سے گشت تعلیم بیان وغیرہ سارے کام کرائے جائیں اور کبھی کبھی نئی جماعت دے کر نین دن کے لئے اپنے سے الگ کیا جائے۔ جماعت کا بوجھ سرب پر ہے گا تو دعوت کا کام کھلے گا۔ تین دن کے بعد جب واپس آویں تو پوری

کارگزاری سنی جائے، اب یہ صاحب ساتھ رہیں گے تو ہر چیز فکر سے سیکھیں گے، ہر جماعت یہ دیکھے کہ اس میں جماعتوں کے چلانے والے کتنے ہیں، اور ہر ساتھی کا وقت کیسا گذرا۔ اور جس علاقہ میں گئے وہاں سے کتنی جماعتیں نکلیں اور کتنی جگہ مقامی کام چالو ہوا، اور خود اپنا وقت کیسے گذرا ہر جماعت اس طور پر خود ہی اپنا محاسبہ کرے، ہماری اس دعوت کے دو پہلو ہیں ایک ہجرت، دوسرے نصرت، ہجرت تو یہ ہے کہ اپنے مرغوبات کو قربان کر کے خدا کے راستے میں نکلتا، اور نصرت یہ ہے کہ اپنی بستی میں کوئی جماعت آوے تو ہم ان کا پورا ساتھ دیں، اور ان کے کام میں ہاتھ بٹائیں، گاؤں سے جماعت نکالنے میں ان کے معاون بنیں، صرف کھلانے پلانے کی نصرت نہ ہو بلکہ کام میں ہاتھ بٹانے کی نصرت ہو، اس سے انشاء اللہ دین پھیلے گا، مگر کم کے مہاجرین کی جنت والوں نے بھی نصرت کی، لیکن صرف ٹھکانا دیا، اکرام کیا، لیکن مہاجرین کے کام کو نہ اڑھا، تو ہمیشہ سے دین نہیں پھیلا، اور مدینہ منورہ والوں نے ایسی نصرت کی کہ ٹھکانہ دینے اور سہولتیں بہم پہنچانے کے علاوہ کام میں شریک ہوئے بلکہ دینی محنت کو اڑھا تو مدینہ منورہ سے دین پھیلا، نصرت کی دوسری نوعیت یہ ہے کہ اپنی بستی میں سے جو آدمی خدا کے راستے میں جائے اس کے کاموں کی خبر باقی احباب لیں۔ مثلاً اس کی وجہ سے گشت تعلیم چالو تھی اس کے جانے کے بعد باقی ماندہ لوگ اور حصیں یا وہ مکتب پڑھاتا تھا تو اب گاؤں والے باری باری اس کا کام کریں تاکہ بچوں کی تعلیم میں حرج نہ ہو اس کے گھر والوں کی دلجوئی، بہت افزائی اپنی مستورات کے ذریعہ کرائی جائے۔ گھر والی بیمار ہو تو اپنی اہلیہ کے ذریعہ دوا کی ترتیب بھائی جائے، سودا سلفت کوئی لانے والا نہ ہو تو سودا لادیں، الغرض اس کے بال بچوں کو اپنے بڑے کی غیر حاضری محسوس نہ ہو من خلف الغازی کس غنا اگر باہر نہ نکلے تو کم سے کم باہر نکلنے والوں کی دلجوئی کا سبب بنے، لیکن اس پر اکتفا نہ کرے یہ تو جب ہے جب ہجرت نہ کرے تو نصرت کرے ورنہ اصل ہجرت ہے، ہجرت نہ ہو تو پھر نصرت ہے، لولا الہجرت لکنت امرأ من الانصار اس کے واپس آنے کے بعد اگر گھریلو اور کاروباری حالات پریشان کن ہوں تو اسے طعنہ نہ مارا جائے۔ بلکہ تسلی دی جائے وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ كَمَا نَظَرُ قَائِمٌ يَوْمَئِذٍ وَأَنَّهُ هَمَزَ مِنْ دِينٍ کا کام کر سکے۔ یہ ہدایات آجکل بھی بہت اہتمام سے بڑی تفصیل سے دی جاتی ہیں، اور سمجھائی جاتی ہیں، یہ خیال کہ صرف جماعتوں کا نکال دینا مقصد ہے یہ غلط ہے۔ اشکال کا ایک اعتراف یہ بھی اکثر کانوں میں پڑا کہ تبلیغ والے فضائل کی کتابوں پر

زور دیتے ہیں، مسائل کی کتابوں پر نہیں اس اعتراف سے بھی بڑی حیرت ہے کہ جب کسی عالم کی زبان سے سنتا ہوں، واقعہ صحیح ہے اور ایسا ہی ہے کہ تبلیغی نصاب میں فضائل کی کتابوں کو زیادہ اہمیت ہے جس کی وجہ خود حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہ کے ملفوظات میں مسطور ہے، وہ ارشاد فرماتے ہیں: فضائل کا درجہ مسائل سے پہلے ہے، فضائل سے اعمال کے اجر پر یقین ہوتا ہے جو ایمان کا مقام ہے، اور اسی سے آدمی عمل کے لئے آمادہ ہوتا ہے، مسائل معلوم کرنے کی ضرورت کا احساس تو تب ہی ہوگا جب وہ عمل پر تیار ہوگا، اس لئے ہمارے نزدیک فضائل کی اہمیت زیادہ ہے۔ (ملفوظات حضرت دہلوی)

اور بھی متعدد ملفوظات حضرت دہلوی اور مولانا محمد یوسف صاحب کے اس مضمون کے ہیں، جو ان کے ملفوظات اور سوانح سے معلوم ہو سکتے ہیں: ہدایات بالا میں اس کی مکمل وجہ لکھی جا چکی ہے کہ فضائل میں اختلاف نہیں مسائل میں اختلاف ہے۔ اور ان حضرات کا یہ فعل اللہ اور اس کے پاک رسول کی عین سنت ہے، بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل ہے کہ قرآن پاک میں جو ابتدا میں نازل ہوا وہ آخر قرآن میں مفصل ہوا اس میں جنت دوزخ کا ذکر تھا، یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کی طرف متوجہ ہو گئے تو اس کے بعد حلال و حرام کے احکام اترے اگر شروع ہی میں یہ احکام اتر جاتے کہ شراب مت پیو تو لوگ کہنے لگتے کہ اس کو تو ہم نہیں چھوڑ سکتے، اور اگر نازل ہوتا کہ زنا چھوڑ دو تو وہ کہتے کہ ہم سے تو کبھی بھی نہیں چھوڑے گا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں کس لڑکی تھی (سورہ قمر کی آیت) بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدٌ لَهُمْ وَالسَّاعَةُ أَذْهَىٰ وَآخِرُ بَلْكَ قِيَامَتِ هِيَ ان کے وقت کا وقت اور وہ گھڑی بڑی آفت ہے اور بہت کڑی (ترجمہ حضرت شیخ الہند) اور سورہ بقرہ سورہ نساء (جن میں احکام کی آیتیں ہیں وہ اس وقت نازل ہوئیں جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئی تھی) (یعنی مدینہ منورہ میں) حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کا ارشاد ہے ”پہلے مجھ کو شبہ تھا کہ علماء و عظماء میں احکام کیوں نہیں بیان کرتے، صرف ترغیب و ترہیب پر اکتفا کرتے ہیں اور جو علماء محض و عظماء ہیں صرف ان پر یہ سوال نہیں تھا بلکہ حقیقت میں جو علماء ہیں ان کے متعلق یہ شبہ تھا اور اپنے بزرگوں پر بھی یہی شبہ تھا، لیکن پھر خود تجربہ سے معلوم ہوا کہ عظماء میں مسائل بیان کرنا ٹھیک نہیں ہے خصوصاً اس زمانہ میں جب کہ بد فہمی کا بازار گرم ہے صرف ترغیب دینا ہی مناسب ہے ترغیب ہی دینا چاہئے۔ یہ تجربہ مجھ کو لکھنؤ کے ایک عظماء

ہے ہوا میں نے چند مسئلے رلوا کے متعلق ایک دم سے بیان کر دیئے، سامعین میں بعض مسائل میں اختلاف ہو گیا، میسر پاس مکر تحقیق کے لئے آئے معلوم ہوا کہ قلت فہم یا سوء حفظ کسی مقدمہ کا مقدمہ دوسرے کی تالی سے جوڑ دیا اور بالعکس اس لئے گڑبڑ ہو گئی اور جب خود واقعہ پیش آوے گا تو اس کے پوچھنے پر صرف واقعہ نظر میں ہوگا، اس میں غلط نہیں ہو سکتا، (افاننا یومیا)

ایک دوسرے ملفوظ میں اسی واقعہ کو دوسرے عنوان سے تعبیر فرما کر آخر میں فرمایا ہے کہ اسی مصلحت کی بنا پر علماء صرف مضامین ترغیب و ترہیب ہی کے وعظ میں بیان فرماتے ہیں، (حسن العزیز) ایک جگہ ارشاد ہے کہ میسر موعظ میں امید کے مضامین بہت ہوتے ہیں؛ ترہیب بہت کم ہوتی ہے، میری زیادہ غرض یہ ہوتی ہے کہ لگاؤ اور محبت حق تعالیٰ سے پیدا ہو جائے گو خیال ہوتا ہے کہ جزاءت معصیت پر رد ہو جائے، لیکن لگاؤ اور محبت اگر پیدا ہو جائے تو معصیت ہو ہی نہیں سکتی، یہ حضرت حاجی صاحب کا طریق ہے وہاں بس تسلی ہی تسلی تھی کسی حال میں یا یوس نہ ہونے دیتے تھے، یوں فرماتے تھے کہ ہم لوگ عبد احسانی ہیں احسان اور لطف کے بندے ہیں جب تک آرام و آسائش میں ہیں تب تک تو عقائد بھی درست ہیں اور خور و زور بہت نماز روزہ بھی ہے اور جہاں کوئی معصیت پڑی بس سب رخصت (حسن العزیز)

جناب الحاج مولانا قاری محمد طیب صاحب نے اس اعتراف کا جواب اپنے وعظ میں بہت تفصیل سے دیا ہے، فرمایا کہ یہ لوگ ایک اعتراف یہ کیا کرتے ہیں کہ تبلیغی جماعت والے صرف فضائل بیان کرتے ہیں مسائل نہیں بیان کرتے اور دین درست ہوتا ہے مسائل سے فضائل سننے کے بعد دل میں انگ تو پیدا ہو جاتی ہے مگر جب آگے مسئلہ نہ معلوم ہوگا تو ممکن ہے کہ لوگ انگ اور جذبات کی رودیں بہہ کر من گھڑت عمل شروع کر دیں اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ بدعت میں مبتلا ہوں گے، لوگوں کا یہ کہنا کہ اس طرز عمل سے لوگ بدعت کے اندر مبتلا ہوتے چلے جائیں گے اولاً تو محض احتمال اور امکان کی بات ہے، دیکھنا یہ ہے کہ واقعہ کیا ہے، چالیس برس کے اندر کتنے لوگ بدعت میں مبتلا ہوئے، رہا مسائل کا نہ چھیڑنا اس کا اگر یہ جواب دیا جائے کہ ہم پہلے فضائل بیان کر کے جذبہ پیدا کرنا چاہتے ہیں بعد میں مسائل چلائیں گے تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ چالیس سال سے تبلیغ چل رہی ہے کیا آج تک جذبہ بی

پیدا نہیں ہوا، اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ تبلیغ والے فضائل ہی تو بیان کرتے ہیں مسائل سے انکار تو نہیں کرتے، کیا وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مسئلہ کسی سے نہ پوچھو، ہرگز وہ ایسا نہیں کہتے، دوسرے یہ کہ کام کرنے کے مختلف میدان اور مختلف لائنیں ہوتی ہیں کوئی درس و تدریس کی لائنیں اختیار کرتا ہے کوئی وعظ و تبلیغ کی تو کوئی سیاست و حکمت کی، ان حضرات نے بھی ایک لائن اختیار کر لی ہے فضائل بیان کرتے ہیں لوگوں کے اندر دینی جذبہ اور انگ پیدا کرتے ہیں اب ساری لائن وہی اختیار کر لیں یہ نہ تو ضروری ہے اور نہ ہی ممکن، جب آپ کسی کام کو شروع کرتے ہیں تو آپ کام کرنے سے پہلے کچھ مقاصد اور اصول مقرر کرتے ہیں، اور اپنی لائن متعین کرتے ہیں اس میں آپ سب چیزوں کو داخل نہیں کرتے، تو پھر آپ اس میں سب چیزوں کو کیوں شامل کرنا چاہتے ہو؟ بہر حال جب کوئی اعتراف کرے تو اسے سن لینا چاہئے اور اپنا کام کرتے رہنا چاہئے، عمل ہی سب اعترافات کا جواب ہے، بس تبلیغ والوں کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کے اندر دین کا جذبہ اور دینی انگ پیدا کر دی جائے، اب اس انگ سے آدمی دین کی جس لائن میں بھی کام لینا چاہے لے سکتا ہے نیز دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ جب کسی چیز کی انگ پیدا ہو جاتی ہے تو آدمی خود ہی اس انگ کو صحیح طریقہ سے پورا کرنے کی جدوجہد اور سعی کرتا ہے،

اگر آپ کے اندر صحیح انگ پیدا ہو گئی ہے اور آپ ... کو مسائل کی طلب ہے تو علماء سے ملئے مدرسہ میں جائیے اور مسائل معلوم کیجئے، باقی کام میں نہ لگتے اور اعترافات کا کرنا یہ حیلہ حوالہ کرنے والوں کا کام ہے جیسا کہ میں نے ابھی کہا کہ ہر جماعت کا ایک نصب العین اور طریقہ کار ہوتا ہے، آپ کا اس پر دوسری چیزوں کا لادنا کہ فلاں چیز کو بھی اس میں شامل کر لیجئے کسی طرح مناسب نہ ہوگا جب اس جماعت نے اپنا ایک موضوع متعین کر لیا تو آپ کو چاہئے کہ آپ اس پر کار بند رہنے دیں، بہر حال تبلیغ سے نفع اظہار من الشمس ہے کہ لاکھوں انسانوں کے دلوں میں دین کی انگ اور طلب پیدا ہوئی اور اسی انگ اور طلب کی وجہ سے کتنی بدعت ختم ہوئیں ورنہ لاکھوں آدمیوں کا محض اللہ اور اللہ کے دین کی خاطر اپنا پیسہ خرچ کر کے سفر کرنا اپنا کھانا اپنا پینا پیہ یہ جذبہ کہاں تھا، تو اس سے جو نفع پہنچا اس کو تو آپ بیان نہ کریں اور جوان کا منصوبہ نہیں اس کو آپ اعتراف کی بنیاد بنائیں تو کوئی مناسب بات نہ ہوگی، بہر حال اصلاح نفس کے چار جزو اور چار طریقے ہیں اور تبلیغ کے

اندر حسن اتفاق سے چاروں طریقے جمع ہو گئے ہیں، صحت صالح بھی ہے، ذکر و فکر بھی ہے، مواظہ فی اللہ بھی ہے اور محاسبہ نفس بھی ہے، اور انھیں چاروں مجموعوں کا نام تبلیغی جماعت ہے، عام لوگوں کے لئے اصلاح نفس کا اس سے بہتر کوئی اور طریقہ نہیں ہو سکتا، اس طریقہ کار سے دین عام ہوتا جا رہا ہے، اور ہر ملک کے اندر یہ صدا پہنچتی چلی جا رہی ہے اس کے ذریعہ لوگوں کے عقائد درست ہو رہے ہیں، لوگ تیزی سے اعمال کی جانب بڑھ رہے ہیں اور اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے سانچے میں ڈھالنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں کہ ان کم ان تجربات کو سامنے رکھ کر اعتراف کرنے والوں کو ٹھنڈے دل سے سوچنا اور غور کرنا چاہئے، اس لئے اس میں خود چل کر اس کام کے فائدہ کو دیکھنا چاہئے، آپ خود داخل ہو کر اس بات کا فائدہ محسوس کریں گے کہ اس کام سے آپ کو کیا فائدہ پہنچا۔ آپ اسے تجربات کی روشنی میں معلوم کر لیجئے جو شخص بھی حسن نیت سے اس کام میں آئے گا اس کا اثر اسے ضرور ہوگا، اس کام میں دعوت بھی ہے اور دعوت ہے لا الہ الا اللہ کی، نماز کی محنت بھی ہے ساتھ تعلق بھی ہے ذکر بھی ہے محاسبہ بھی ہے اور بھی بہت سی چیزیں ہیں یہی وجہ ہے کہ اس محنت سے بہت سی خیر اور بھلائی انسان میں آرہی ہے کتنے برے تھے جو جماعت کی وجہ سے اچھے بن گئے یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ برے عقیدہ والے صالح عقیدہ والے بن گئے، اور پھر اعتراضات تو وہ قابل قبول ہیں جو کام میں گھس کر کئے جاویں اور جو باہر بیٹھ کر اعتراضات کرے وہ قابل قبول نہیں ہوا کرتے۔ اگر اندر گھس کر کوئی اعتراض کرے تب تو ٹھیک ہے لیکن اندر گھسنے والا کوئی اعتراض کرتا نہیں کیونکہ داخل ہونے کے بعد اسے اس کام کا فائدہ معلوم ہو جاتا ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ سب باہر کے اعتراضات ہیں جو قابل قبول نہیں، یوں تو اعتراضات سے مدد ملے والے بھی خالی نہیں اللہ و رسول بھی اعتراضات سے خالی نہیں۔ (کیا تبلیغی کام ضروری ہے؟)

اشکال ۱۵: ایک احمقانہ جابلانہ اعتراض بھی کانوں میں پڑا کہ تبلیغ اپنی افادیت، ہدایت اور اصلاح کے درمیان یقیناً ایسی ہی تھی جیسا کہ لوگ بتاتے ہیں، لیکن اب موجودہ تبلیغ چونکہ حضرت دہلوی کے طرز پر نہیں رہی اس لئے اب یہ منکالت و گمراہی ہے، میں ان لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا موجودہ دارالعلوم دیوبند اسی طرز پر باقی ہے جو حضرت نانوتوی قدس سرہ اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے دور میں تھا؟ کیا مظاہر علوم سہارنپور اب اسی طریقہ اور اصول پر ہے جو حضرت مولانا احمد علی صاحب نور اللہ مرقدہ اور حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نور اللہ مرقدہ کے

دور میں تھا؟ کیا موجودہ جمعیت علماء ہند وہی جمعیت ہے جو حضرت شیخ الہند اور مولانا کفایت اللہ صاحب کے دور میں تھی؟ کیا موجودہ خانقاہیں وہی ہیں جو حضرت حاجی صاحب اور حضرت گنگوہی کے زمانہ میں تھیں اور اگر وہ نہیں ہیں تو کیا ساری گمراہی و منکالت ہیں؟ تو کیا یہ سارے ہی ادارے اور ان جیسے سارے ہی ادارے اب منکالت و گمراہی بن گئے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے کہ میرا زمانہ سب سے بہتر زمانہ ہے پھر اس کے بعد کا زمانہ، پھر اس کے بعد کا زمانہ، اس لئے خیر القرون سے جتنا بھی بعد ہوتا جائے گا ظاہر ہے کہ وہ صلاح و فلاح خیر و برکات ہرگز نہیں رہ سکتی جو سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تھی تو کیا اب اسلام کو منکالت و گمراہی کہا جائے گا،

مشکوٰۃ شریف میں بخاری شریف کی روایت سے نقل کیا ہے، حضرت زبیر بن عدی کہتے ہیں کہ ہم لوگ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حجاج ظالم کے مظالم کی شکایت کی تو انھوں نے صبر کی تلقین کی اور فرمایا کہ کوئی زمانہ تم پر ایسا نہیں آئے گا کہ اس کے بعد والا اس سے زیادہ برا نہ ہو میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سنا ہے حضرت زہری کہتے ہیں کہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں دمشق میں حاضر ہوا تو وہ در در ہے تھے اور فرما رہے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ کی کوئی چیز بھی ایسی نہیں رہی جو تم لوگوں نے بدل دی ہو، ایک نماز رہ گئی تھی اسے بھی ضائع کر دی (یہ دو محدثوں کا مشترک مضمون ہے) بخاری میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم لوگ ایسے زمانہ میں ہو کہ اگر مامور بہ کا دسواں حصہ بھی چھوڑ دو تو ہلاک ہو جاؤ، لیکن غنقریب ایک زمانہ آنے والا ہے کہ اگر وہ لوگ مامور بہ کے دسویں حصہ پر بھی عمل کر لیں گے تو نجات پالیں گے، (مشکوٰۃ)

مشکوٰۃ میں بروایت ترمذی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس دن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدینہ پاک تشریف آوری ہوئی مدینہ پاک کی ہر چیز روشن ہو گئی اور جس دن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا ہر چیز بے نور ہو گئی اور حضور کے دفن کے بعد ہم ہاتھ مٹی سے جھاڑنے بھی نہ پائے تھے کہ ہم نے اپنے دلوں میں تغیر پایا، اس لئے کار کے دوڑی برکات اور ان کے انوار بعد میں ڈھونڈنا بعد والوں کو ان کے معیار پر جانچنا نادانی کے سوا کیا ہو سکتا ہے تو یہاں سال سے دیکھ رہا ہوں کہ اکابر میں سے جو بھی گیا اپنی جگہ بالکل خالی چھوڑ گیا وہ برکات انوار خیرات جو ان اکابر

کے دور میں تھیں بعد میں بدل سکیں، مفتی محمود صاحب نے اسی نوع کے ایک اعتراف پر اپنے ایک نجی خط میں جو چشمہ آفتاب میں چھپ بھی گیا ہے بڑی شدت سے نکیر کی ہے اس کے آخر میں لکھا ہے کہ تبلیغی کام کسی خاص طبقہ کی ہی اصلاح کا ذریعہ نہیں بلکہ تمام دین کے احیاء اور تمام مسلمانوں کی اصلاح اور بچشگی کا ذریعہ ہے۔ اور دائرۂ اسلام کی بیش از بیش وسعت کا ذریعہ ہے، اور دیگر اقوام کے مطالعہ کا ذریعہ ہے کہ جو غلط چیزیں غلط ماحول اور جہالت کی وجہ سے لوگوں میں پھیل گئی ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، چونکہ یہ کام بہت عمومی حیثیت رکھتا ہے ہر قسم کے آدمی اس میں آتے ہیں اور کام کرتے ہیں اور ہر ایک کی اصلاح اس کے حوصلہ کے موافق ہوتی ہے اس لئے علم اور باطن ذہین اور غبی نئے اور پرانے، تجربہ کار اور بے تجربہ، مفتی اور غیر مفتی، ذکا اور غافل، مستعلیق اور شکستہ، شہری اور دیہاتی، شستہ زبان اور اکھڑ، سب کو تنقید کرتے وقت ایک معیار پر جانچنا اور ایک وزن سے نونا صحیح نہیں بلکہ اصولاً غلط ہے کسی سے اگر کوتاہی ہو جائے تو اس کو اصول نہیں قرار دیا جاسکتا، بلکہ اصلاح کی طرف متوجہ کیا جائیگا آپ کی اس تحریر سے انشاء اللہ کام کرنے والوں کے بدل ہو جانے کا نوا اندیشہ نہیں کیونکہ ان میں جوابل علم ہیں وہ دلائل حقد کی روشنی میں علی وجہ البصیرت کام کر رہے ہیں، آپ کی عملی تحریک سے ان کے دلائل میں اضمحلال پیدا نہیں ہوگا اور جو بے علم ہیں وہ اپنی عملی اور اخلاقی حالت کو بہتر سے بہتر کرتی پر دیکھتے ہیں۔ اور ان کے ایمان میں قوت پیدا ہوتی ہے جس سے یقین میں بختگی آتی ہے اور اللہ پاک کی رحمتیں ان پر نازل ہوتی ہیں بے علم ہونے کے باوجود ان کو یہ چیزیں روزانہ زیادہ سے زیادہ اس کام پر مستعد کرتی ہیں (چشمہ آفتاب)

حضرت حکیم الامتہ نور اللہ مدظلہ نے اپنے ایک ملفوظ میں فرمایا کہ میں صبح عرض کرتا ہوں کہ کم اپنی وضع پر نہیں رہے۔ ہم اپنے بزرگان سلف کی سوانح دیکھتے ہیں کہ ان کا تہذیب و دیکھ دیکھ کر لوگ مسلمان ہوتے تھے، افاضات یومیہ کیا خدا خواستہ نفع و بالہ فائزہ اشرفیہ حضرت سخا نوی کے دور میں ضلالت و گمراہی بن گئی تھی، جبکہ وہ اپنے کار کے طرز پر نہیں رہی تھی، یہ ناکارہ اپنے رسالہ آپ بیتی جلد اول کے ختم پر اپنے اکابر اور اسلاف کا طرز مدارس کے معاملہ میں اور اوقات کے سلسلہ میں کئی واقعات لکھ چکے ہیں جن پر عمل تو درکنار موجودہ اہل مدارس کے حلق کے تلے بھی نہیں اترتے۔ تو کیا ان سب مدارس کو گمراہی کہہ دیا جائے گا جن کا وجود موافق مخالفت سب کے نزدیک نہایت ضروری ہے، ان سب کے باوجود مجھے نہ تبلیغ والوں کو

معصوم بتانا ہے نہ ان کی بے جا حمایت کرنی ہے۔ نہ ان کی غلطیوں سے انکار ہے، پہلے مختلف نمبروں میں یہ مضامین کثرت سے گذر چکے ہیں کہ غلطیوں سے کونسا گروہ اور کونسا ادارہ خالی ہے۔ میرا مقصود ان سارے مضامین سے یہ ہے کہ اعتراضات سے اگر واقعی اصلاح مقصود ہے اور محض تخریب مقصود نہیں ہے تو پھر اعتراضات اصلاح کے طریقہ سے ہونے چاہئیں جسکی تفصیل اور پرگز رکھی ہیں، حضرت حکیم الامتہ نور اللہ مدظلہ نے ایک ملفوظ میں ارشاد فرمایا ہے کہ مدرسہ کی مخالفت کرنے والے تو خود اعراف میں مبتلا ہیں الا ماشاء اللہ شکایات تو خود مجھ کو بھی کارکنان مدرسہ سے ہیں مگر شکایت کا یہ طریقہ نہیں جو ان مخالفت لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے، اگر انھوں نے تو مدرسہ ہی کو نسخ و بنیاد سے اکھاڑ دینے کا انتظام کر دیا، مجھ کو مدرسہ والوں کے ساتھ تو صرف طریقہ کار سے اختلاف ہے اور مخالفین کے ساتھ ان باتوں سے اختلاف ہے جو بدوین تحقیق کارکنان مدرسہ کے سرخونی گئیں۔ آخر دین بھی کوئی چیز ہے دشمنی میں بھی حدود سے تجاوز نہ ہونا چاہئے۔

دوسرے یہ کہ اگر ان کو دشمنی بھی ہے تو کارکنان مدرسہ سے نہ کہ مدرسہ سے، تو ایسی حرکت کرنا زیادہ طریقہ اختیار کرنا جس سے مدرسہ کو نقصان پہونچے یہ کس درجہ تک عقل کی بات ہے، اور خاص اعراف پورا کرنے کی وجہ سے چالاکیاں اور پالیسی اختیار کرنا کون کمال کی بات ہے ایسی پالیسی تو ہم بھی جانتے ہیں مگر استعمال سے نفرت ہے (افاضات یومیہ) جہاں تک مبلغین پر تنبیہات کا تعلق ہے اور ان کی فہمائش اور اصلاح کا تعلق ہے میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ نظام الدین سے جماعتوں کی روانگی کے وقت دو گھنٹے تک ہدایات سمجھائی جاتی ہیں اور اس تبلیغ کی موجودہ تحریک کے سلسلہ میں اب سے بیالیس سال پہلے حضرت دہلوی کے ارشاد پر اس ناکارہ نے رسالہ فضائل تبلیغ لکھا تھا جو کئی بار طبع بھی ہو چکا ہے اس کے درمیان میں کئی تفصیلی مبلغین کی تنبیہات اور ان کے کاموں کی اصلاح کے بارے میں شائع ہو چکی ہیں نیز اپنے رسالہ الاعتدال میں جو ششہ میں لکھا گیا تھا معترضین کے متعلق بھی کچھ تفصیل لکھا چکا ہوں، جس کا یہاں اعادہ موجب تطویل ہے، یہ بھی میں پہلے لکھا چکا ہوں کہ جو جماعتیں مرکز میں واپس جاتی ہیں ان سے بہت اہتمام سے اب بھی کارگزاری سنی جاتی ہے اور اس قابل اصلاح چیزوں پر تنبیہ اور تنبیہ کی جاتی ہے۔ جماعتوں کے سہارہ نور آنے کے زمانے میں کسی کارکن سے کوئی لغزش میرے کان میں پڑتی ہے یا مبلغین کی تقریروں میں سے کسی کی

تقریر میں کوئی بے اعتدالی میرے کان میں پڑتی ہے تو میں اس جماعت کی تحقیق اس مقرر کا نام اور تقریر کا قابل گرفت حصہ نقل کر کے مرکز بھیجتا ہوں کہ وہ اس جماعت سے واپسی پر میسر خط کے حوالہ سے اس کی گرفت بھی کرتے ہیں اور یہ ناکارہ خود بھی ان مقرر صاحب یا کارکن کو تنہائی میں بلا کر اس پر تحقیر کرتا ہے، مضمون بے ارادہ طویل ہو گیا بہت ہی مختصر اجلی طور پر چند امور لکھوانے کا خیال تھا مگر بات میں بات یاد آتی گئی، آخر میں حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہ کے چند ملفوظات پر جو کام سے خصوصی تعلق رکھتے ہیں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

(ملفوظات) ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلا اور اہم تقاضہ یہ ہے کہ آدمی اپنی زندگی کا احتساب کرے، اپنے فرائض اور اپنی کوتاہیوں کو سمجھے اور ان کی ادائیگی کا فکر کرنے لگے لیکن اگر اس کے بجائے وہ اپنے علم سے دوسروں ہی کے اعمال کا احتساب اور ان کی کوتاہیوں کے شمار کا کام لیتا ہے تو پھر یہ علمی کبر و غور سے جو اہل علم کے لئے بڑا مہلک ہے، رخ کار خود کن کا رنگ نہ مکن۔

(ملفوظات) ارشاد فرمایا کہ ہماری اس تحریک کا اصل مقصد ہے مسلمانوں کو جمع مابا و بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم سکھانا (یعنی اسلام کے پورے علمی و عملی نظام سے امت کو وابستہ کر دینا) یہ تو ہے ہمارا اصل مقصد رہی قافلوں کی یہ چلت پھرت اور تبلیغی گشت سو یہ اس مقصد کے لئے تبتائی ذریعہ ہے اور کلمہ و نماز کی تلقین و تعلیم گویا پورے نصاب کی ۱۔ ب۔ ت ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ ہمارے قافلے پورا کام نہیں کر سکتے ان سے تو بس اتنا ہی ہو سکتا ہے کہ ہر جگہ پہونچ کر اپنی جدوجہد سے ایک حرکت و بیداری پیدا کر دیں اور غافلوں کو متوجہ کر کے وہاں کے مقامی اہل دین سے وابستہ کرنے کی اور اس جگہ کے دین کی فکر رکھنے والوں (علماء و صلحاء) کو بیجا سے عوام کی اصلاح پر لگا دینے کی کوشش کریں۔ ہر جگہ پر اصلی کام تو وہیں کے کارکن کر سکیں گے اور عوام کو زیادہ فائدہ اپنی ہی جگہ کے اہل دین سے استفادہ کرنے میں ہوگا، البتہ اس کا طریقہ ہمارے ان آدمیوں سے سیکھا جائے جو ایک عرصہ سے افادہ و استفادہ اور تعلیم و تعلم کے اس طریقہ پر عامل ہیں، اور اس پر بڑی حد تک قابو پا چکے ہیں،

(ملفوظات) حضرت مولانا ظفر احمد صاحب مال شیخ الاسلام پاکستان تقسیم سے پہلے حضرت دہلوی کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو دیکھتے ہی فرمایا۔

بہم رسید جانم تو بیا کہ زندہ مانم پس ازاں کہ من نہ مانم بچہ کار خواہی آمد

مجھ (مولانا ظفر احمد صاحب) پر اتنا اثر ہوا کہ آبدیدہ ہو گیا، پھر فرمایا کہ وعدہ بھی یاد ہے؟ میں

نے (مولانا ظفر احمد صاحب) وعدہ کیا تھا کہ کچھ دن تبلیغ میں دوں گا، عرض کیا یاد ہے، اگر اس وقت تو دہلی میں گرمی بہت ہے رمضان میں تعطیل ہوگی تو بعد رمضان کے وقت دوں گا، فرمایا کہ تم رمضان کی باتیں کرتے ہو یہاں شعبان کی بھی امید نہیں، میں نے عرض کیا بہت چھا اب میں ٹھہر گیا آپ دل بُرا نہ کریں، میں ابھی تبلیغ میں وقت دوں گا، یہ سن کر چہرہ خوشی سے چمکا اٹھا، میرے گلے میں ہاتھیں ڈال دیں اور پیشانی کو بوسہ دیا اور دیر تک سینہ سے پٹشائے رکھا، اور بہت دعائیں دیں، پھر فرمایا تم نے میری طرف رخ تو کیا ہے بہت سے علماء تو دور دور ہی سے میسر مقصد کو سمجھنا چاہتے ہیں، پھر ایک بڑے عالم کا نام لیا کہ وہ تبلیغ میں آجکل بہت حصہ لے رہے ہیں، مگر مجھ سے پوچھو تو اب تک بھی وہ میسر منشا کو نہیں سمجھے کیونکہ مجھ سے آج تک بلا واسطہ گفتگو نہیں کی واسطہ سے گفتگو کی ہے، اب میں واسطہ کو اپنے منشا کو کیونکر سمجھا دوں خصوصاً جبکہ واسطہ بھی ناقص ہوں، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم کچھ دنوں میسر پاس رہو تو میری منشا کو سمجھو گے۔ دور رہ کر نہیں سمجھ سکتے، یہ میں جانتا ہوں کہ تم تبلیغ میں حصہ لیتے ہو جلسوں میں تقریر کرتے ہو، تمہاری تقریر سے نفع بھی ہوتا ہے، مگر یہ تبلیغ وہ نہیں جو میں چاہتا ہوں۔

(۴) ایک دینی مدرسہ کے طلبہ کی ایک جماعت سے خطاب کا آغاز اس سوال سے کیا بتاؤ تم کون ہو؟ پھر خود ہی فرمایا تم مہمانانِ خدا اور مہمانانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو، مہمانانِ اگر مہمانانِ کو ایذا پہونچائے تو اس کی ایذا، دوسروں کی ایذا سے بہت زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے پس اگر تم طالب علم ہو کہ خدا و رسول کی رضا کے کام نہ کرو اور غلط راہوں پر چلو تو سمجھ لو کہ تم اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ستانے والے ان کے مہمان ہو۔

(۵) فرمایا دوستو ابھی کام کا وقت باقی ہے، عنقریب دین کے لئے دوز بردست خطرے پیش آئیں گے ایک تحریک، شیعہ کی طرح کفر کی تبلیغی کوشش جو جاہل عوام میں ہوگی، اور دوسرے مخلوق ہے الحاد و دہریت کا جو مغربی حکومت و سیاست کے ساتھ ساتھ آ رہا ہے یہ دونوں مگر اسیہاں سیلاب کی طرح آئیں گی جو کچھ کرنا ہے ان کے آنے سے پہلے پہلے کرو۔

(۶) فرمایا دین کی عمومی تعلیم و تربیت کا جو طریقہ ہم اپنی اس تحریک کے ذریعہ رائج کرنا چاہتے ہیں صرف وہی طریقہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں رائج تھا، اور اسی طرز سے وہاں عام طور پر دین سکھا اور سکھایا جاتا تھا۔ بعد میں جو اور طریقے اس سلسلے میں ایجاد ہوئے مثلاً

تصنیف و تالیف اور کتابی تعلیم وغیرہ سوان کو ضرورت حادثہ نے پیدا کیا، مگر اب لوگوں نے صرف اسی کو اصل سمجھ لیا ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے طریقہ کو بالکل بھلا دیا ہے حالانکہ اصل طریقہ وہی ہے اور عمومی پیمانے پر تعلیم و تربیت صرف اسی طریقہ سے دی جاسکتی ہے (۷) فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو وعدے فرمائے ہیں بلاشبہ وہ بالکل یقینی ہیں اور آدمی اپنی سمجھ بوجھ اور اپنے تجربات کی روشنی میں جو کچھ سوچتا ہے اور جو منصوبے قائم کرتا ہے وہ محض ظنی اور ذہنی باتیں ہیں، مگر آج کا عالم حال یہ ہے کہ اپنے ذہنی منصوبوں اور اپنے تجویز کے ہوئے وسائل و اسباب اور اپنی سوچی ہوئی تدابیر پر یقین و اعتماد کر کے لوگ ان کے مطابق جتنی محنتیں اور کوششیں کرتے ہیں اللہ کے وعدوں کی شرطیں پوری کر کے ان کا مستحق بننے کے لئے اتنا نہیں کرتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے خیالی اسباب پر ان کو جتنا اعتماد ہے اتنا اللہ کے وعدوں پر نہیں ہے اور یہ حال صرف ہمارے عوام کا ہی نہیں ہے بلکہ سب ہی عوام و خواص کا، (الاحسن شاء اللہ) ان ہی وعدوں والے اور یقینی اور روشن راستہ کو چھوڑ کر اپنی ظنی اور ذہنی تدبیروں ہی میں الجھے ہوئے ہیں، پس ہماری اس تحریک کا خاص مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی زندگی سے اس اصول اور بنیادی خرابی کو نکالنے کی کوشش کی جائے۔ اور ان کی زندگیوں و سرگرمیوں کو فتنوں و اداہم کی لائن کے بجائے الہی وعدوں کے یقینی راستہ پر ڈالا جائے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ یہی ہے اور انھوں نے اپنی امتوں کو یہی دعوت دی ہے وہ اللہ کے وعدوں پر یقین کر کے اور بھروسہ کر کے ان کی شرطوں کے پورا کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر کے ان کے مستحق بنے اللہ کے وعدوں کے بارے میں جیسا تمہارا یقین ہوگا ویسا ہی تمہارے ساتھ اللہ کا معاملہ ہوگا، حدیث قدسی ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي۔

(۸) فرمایا ہمارے سب کام کرنے والوں کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ تبلیغ کے لئے باہر جانے کے زمانے میں بالخصوص علم اور ذکر کی طرف بہت زیادہ توجہ کریں، علم اور ذکر میں ترقی کے بغیر دینی ترقی ممکن نہیں نیز علم اور ذکر کی تحصیل و تکمیل اس راہ کے اپنے بڑوں سے وابستگی رکھتے ہوئے اور ان کے زیر ہدایت اور ان کی نگرانی میں ہو، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا علم و ذکر اللہ تعالیٰ کے زیر ہدایت اور اس کے حکم کے ماتحت ہوتا تھا، اور حضرات مجاہد کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا علم و ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے ماتحت اور آپ کی نگرانی میں ہوتا تھا۔ پھر ہر زمانہ کے لوگوں کے لئے اس قرن کے اہل علم اور اہل ذکر

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء ہیں، لہذا علم و ذکر میں اپنے بڑوں کی نگرانی سے اشتغال نہیں یہ بھی ضروری ہے کہ خاص کر باہر نکلنے کے زمانہ میں صرف اپنے خاص مشاغل میں اشتغال رہے اور دوسرے تمام مشاغل سے یکسو رہ جائے۔ اور وہ خاص مشاغل یہ ہیں تبلیغی محنت علم، ذکر، دین کے لئے کمر چھوڑ کر نکلنے والے اپنے ساتھیوں کی خصوصاً اور عام خلق اللہ کی عموماً خدمت کی مشق، اور فصیح نیت اخلاص و احتساب کا اہتمام اور اتہام نفس کے ساتھ بار بار اس اخلاص و احتساب کی تجدید یعنی اس کام کے لئے نکلنے وقت یہ تصور کرنا اور نشانہ فرمیں بھی بار بار اس تصور کو تازہ کرتے رہنا کہ ہمارا یہ نکلنا صرف اللہ کے لئے اور ان نعلتہ آخرت کی طمع میں ہے جن کا وعدہ دین کی خدمت و نصرت پر اور اس راہ کی تکلیفیں اٹھانے پر فرمایا گیا ہے یعنی بار بار اس دھیان کو دل میں جمایا جائے کہ اگر میرا نکلنا خاصاً یا عموماً گویا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرمایا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے دو نعمتیں ضرور ملیں گی جن کا وعدہ اس کام پر قرآن پاک اور احادیث میں فرمایا گیا ہے اور وہ یہ ہیں کہ اگر حال ان الہی وعدوں پر یقین اور ان کی امید کے دھیان کو بار بار تازہ کیا جائے۔ اور اپنے سارے عمل کو اسی یقین اور اسی دھیان سے باندھا جائے۔ پس اسی کا نام ایمان و احتساب ہے اور یہی ہمارے اعمال کی روح ہے۔

(۹) فرمایا اس راہ میں کام کرنے کی صحیح ترتیب یوں ہے، جب کوئی قدم اٹھانا ہو مثلاً خود تبلیغ کے لئے جانا ہو یا تبلیغی قافلہ کہیں بھیجنا ہو یا شکوک و شبہات رکھنے والے کسی شخص کو مطمئن کرنے کے لئے اس سے مخاطب ہونے کا ارادہ ہو تو سب سے پہلے اپنی نااہلیت اور بے بسی اور وسائل و اسباب سے اپنی تہی دستی کا تصور کر کے اللہ کو حاضر و ناظر و قادر مطلق یقین کرتے ہوئے پورے الحاح و زاری کے ساتھ اُس سے عرض کریں کہ خداوند! تو نے بار بار بغیر اسباب کے بھی محض اپنی قدرت کاملہ سے بڑے بڑے کام کر دیئے ہیں۔ الہی! ابھی اسرائیل کے لئے تو نے محض اپنی قدرت ہی سے سمندر میں خشک راستہ پیدا کر دیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے تو نے اپنی جرات اور قدرت ہی سے آگ کو گلزار بنا دیا تھا اور اے اللہ تو نے اپنی حقیر مخلوقات سے بھی بڑے بڑے کام لئے ہیں ابابیل سے تو نے ابرہہ کے ہاتھیوں والے لشکر کو شکست دلوائی اور اپنے گھر کی حفاظت کرائی، عرب کے اونٹ چرانے والے اُتیموں سے تو نے اپنے دین کو ساری دنیا میں چمکایا اور قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، پس اے اللہ! اپنی اس سنت قدیمہ کے مطابق مجھ نیکے ناکارہ اور عاجز و بے بس بندہ سے بھی کام لے۔ اور میں تیرے دین کے جس

کام کا ارادہ کر رہا ہوں اس کے لئے جو طریقہ تیرے نزدیک صحیح ہے مجھے اس کی طرف رہنمائی فرما اور جن اسباب کی ضرورت ہو وہ محض اپنی قدرت سے ہیہا فرما دے۔ بس اللہ سے یہ دعا ملے گی کہ پھر کام میں لگ جائے جو اسباب اللہ کی طرف سے ملتے رہیں ان سے کام لیتا رہے اور صرف اللہ ہی کی قدرت و نصرت پر کامل بھروسہ رکھتے ہوئے اپنی کوشش بھی بھرپور کرتا رہے، اور رد روکے اس سے نصرت اور انجامزد عد کی التجائیں بھی کرتا رہے بلکہ اللہ کی مدد ہی کو اصل سمجھے اور اپنی کوشش کو اس کے لئے شرط اور پردہ سمجھے۔

(منا) فرمایا کہ ہماری تبلیغ کا حاصل یہ ہے کہ عام دیندار مسلمان اپنے ادب والوں سے دین کو لیں، اور اپنے نیچے والوں کو دیں، مگر نیچے والوں کو اپنا محسن سمجھیں، کیونکہ جتنا ہم کلمہ کو پہنچانے کے لئے کوشش کریں گے اس سے خود ہمارا کلمہ بھی کامل اور منور ہوگا، اور متبنوں کو ہم نمازی بنائیں گے اس سے خود ہماری نماز بھی کامل ہوگی، تبلیغ کا یہ بڑا گڑھ ہے کہ اس سے مبلغ کو اپنی تکمیل مقصود ہو، دوسروں کے لئے اپنے کو ہادی نہ سمجھے کیونکہ ہادی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔

(علا) علی میاں نے حضرت دہلوی کی سوانح میں لکھا ہے جو خود میرے علم میں بھی ہے بلکہ میں خود تنخواہ دار مبلغین کا ابتدا بہت حامی رہا، میرے ہی اصرار پر شروع میں مبلغین رکھے گئے اور تجربہ سے واقعی یہ معلوم ہوا کہ تنخواہ دار مبلغین سے وہ لوگ بہت مفید اور کارآمد ثابت ہوئے جو بلا معاوضہ دینی جذبہ سے کام کرتے ہیں، علی میاں کہتے ہیں کہ دہلی اور دوسرے مقامات پر تبلیغ کرنے کے لئے کچھ عرصہ سے پانچ تنخواہ دار مبلغین رکھے ہوئے تھے جو قریب قریب تبلیغ کے مروجہ عام طریقوں پر کام کرتے تھے انھوں نے تقریباً ڈھائی سال کام کیا لیکن ان سے مولانا کا مقصود حاصل نہیں ہوا اور مولانا اس سست اور بے روح کام سے بہت اکتا گئے تھے ان لوگوں کے کام سے وہ دینی اور اصلاحی نتائج حاصل نہیں ہو رہے تھے اور وہ حرکت و زندگی نہیں پیدا ہو رہی تھی جو موات کے رضا کار اور طالب اجر اور انیاریہ مبلغین سے پیدا ہو گئی تھی مولانا اس طریق کار سے بالکل غیر مطمئن ہو گئے تھے، اور اس کو ختم کر دینا چاہتے تھے۔ (دینی دوا)

(علا) ایک مکتوب میں حضرت دہلوی ارشاد فرماتے ہیں: تبلیغ کے لئے خاص جگہ کو مخصوص کر لینا اور باقی مواقع کو اس کے بعد ہر کھانا ایک سنگین بنیادی غلطی ہے، خطرناک اور زہریلا خیال ہے، ہرگز ہرگز اس کو دل میں جگہ نہ دیں اور اس خیال کو قلب میں نہ آنے دیں۔ علی میاں اس کی تائید میں لکھتے ہیں کہ اگر ایک ہی مقام پر اپنی کوشش اور توجہ کو مرکوز رکھا

ہوتا اور دوسرے مقام کی طرف قطعاً توجہ نہ کی جاتی تو سخت ہمت شکنی اور شکستہ دلی کا باعث ہوتا۔ اس لئے کہ بعض مقامات قطعاً اہلیت اور استعداد سے محروم ہیں، مقامات کے تعدد اور تنوع کی وجہ سے ہمت افزائی اور تازگی کام میں رہی (مکاتیب)

آخر میں کام کرنے والے احباب سے بھی باصرار درخواست ہے کہ حضرت دہلوی کے اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے ملفوظات اور ارشادات اور ہر دو کی سوانح عمریاں اور مکاتیب بہت اہتمام سے مطالعہ میں رکھا کریں کہ کام کرنے والوں کے لئے یہ بہت قیمتی موتی ہیں اور ان اصول کی پابندی کام میں اضافہ ترقی اور برکت کا سبب ہے، اور جیسا کہ حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہ نے بار بار فرمایا اور ملفوظات میں بھی لکھی جگہ آیا کہ ان اصول کی رعایت سے تو انشاء اللہ کام میں ترقی کی امید ہے اور بے اصولی سے سخت خطرات کا اندیشہ ہے اس مضمون کو بھی یادگار رسالہ فضائل تبلیغ میں بہت تفصیل سے لکھ چکا و انخرود عوانا ان الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و علی آلہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

محمد زکریا کا دہلوی

چہار شنبہ ۲۵ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۰ مئی ۱۹۷۲ء

تکمیلہ

اس ناکارہ نے جب حضرت حکیم الامتہ نور اللہ مرقدہ کے خلفاء ہند کی اس کام میں شرکت اور آراء لکھیں تو اس وقت اپنے بعض مخلص دوستوں کو پاکستان میں لکھا تھا کہ حضرت محمد علی نور اللہ مرقدہ کے خلفاء میں سے آپ کے کام میں کسی کی شرکت ہو تو ضرور مطلع فرادیں، رسالہ کے پورا ہونے کے بعد چند دوستوں کے خطوط آئے، چونکہ رسالہ کی ابھی تک طباعت پوری نہیں ہوئی تھی گو معظم حصہ ہو گیا تھا، اس لئے تکملہ کے طور پر ان احباب کے خطوط بھی نقل کرتا ہوں (۱) مکتوب عزیزم الحاج مولوی احسان الحق صاحب مدرس مدرسہ عربیہ رانیوٹنڈ میں نے ڈاکٹر اسماعیل صاحب کے ذریعہ سے جو تعریف لکھا ہے (وہ ابھی تک نہیں پہنچا) جس میں حضرت عثمانی نور اللہ مرقدہ کے خلفاء کے متعلق لکھ چکا ہوں دوبارہ احتیاطاً لکھتا ہوں، (الف) مولانا عبدالسلام صاحب نوشہرہ والے دس یوم کے لئے یہاں تشریف لائے تھے، مقامی مرکز میں تشریف

لے جاتے ہیں، علاقہ کے اجتماع میں شرکت کرتے ہیں، صاحبزادہ کو چلے کیلے بھیجا۔
 (ب) مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوری کراچی رحمتہ اللہ علیہ (ج) پیر فخر الدین صاحب گھوٹی
 رحمتہ اللہ علیہ ہر دو حضرات بھی تبلیغ کے زبردست مؤید تھے۔ (د) مولوی مقصود اللہ صاحب
 باریال مشرقی تو تبلیغ کے کام میں چلوں کے حساب سے شرکت فرمایا کرتے تھے، (۵) مولانا نور بخش
 صاحب چانگامی کے دو خلیفہ مولانا عبدالحکیم صاحب فینی اور مولانا سعید الحق صاحب ہاتھیا پہلے
 تو ابھی زندہ ہیں چار ماہ تبلیغ میں لگانے کے ارادہ سے آئے تھے اور آجکل وقت تبلیغ کا پورا کر کے
 کراچی میں مقیم ہیں، مولانا سعید الحق صاحب رحمتہ اللہ علیہ تبلیغ کے بڑے زبردست کارکنوں میں تھے
 (و) مولانا محمد اللہ صاحب (ض) مولانا اطہر علی صاحب جنگ سے پہلے حیات تھے اب کا حال
 معلوم نہیں اور یہ دونوں حضرات بھی خوب تائید فرماتے ہیں۔
 (۲) عزیز احسان کا ایک مکتوب بلکہ متعدد خطوط دیگر احباب کے جب کہ یہ رسالہ زیر کتابت
 تھا پہنچے، ان سب کا نقل کرنا تو دشوار ہے، عزیز احسان کا مکتوب چونکہ مختصر ہے اس لئے
 اس کو مختصر کر کے لکھواتا ہوں۔

حضرت والا کا گرامی نامہ بمبئی لندن کراچی ہوتا ہوا ان دنوں رائے و مذہب بچا جبکہ میں
 سفر میں تھا۔ واپسی پر اس سے مشرف ہوا، اس میں فوری جواب دینے کا حکم تھا، لیکن بعض باتیں
 قاضی جی، عبدالوہاب، اور مولانا عبدالعزیز صاحب سے دریافت کر کے جواب دینے کی تھیں
 اور تینوں بھی سفر پر تھے، اب ان حضرات کے واپس آتے ہی معلومات حاصل کر کے جواب
 ارسال خدمت کر رہا ہوں ہمارے ہاں پیر فخر الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ گھوٹی سندھ اور مولانا
 عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمتہ اللہ علیہ کراچی ہر دو حضرات تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء میں
 سے تبلیغی کام کی بہت تائید فرمایا کرتے تھے اور دیگر خلفاء میں سے مولانا قاضی عبدالسلام صاحب
 نوشہرہ اور مولانا فقیر اللہ صاحب پشاور حیات ہیں اور ہر دو زبردست مؤید و موکد ہیں، اپنے
 اقارب کو یہاں بھیجتے ہیں بلکہ اول الذکر کو ایک مرتبہ خود یہاں تشریف لائے تھے دس یوم کے
 لئے۔ اور مشرق میں تھانوی سلسلہ کے خلفاء میں سے پیر مقصود اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ
 باریال بہت ہی زیادہ عملی حصہ لیا کرتے تھے، ادھر سے رانیو نڈ بھی تشریف لائے تھے اور دیگر
 خلفاء میں سے مولانا عبدالوہاب صاحب مظاہر ہائیڈری، مولانا اطہر علی صاحب کشور گنج اور پیر جی
 حضور مولانا محمد اللہ صاحب لال باغ ڈھا کہ لسانی تائید فرماتے ہیں اور مولانا نور بخش صاحب

رحمتہ اللہ فیہی جو کہ حضرت تھانوی کے اہل خلفاء میں سے تھے ان کے خلیفہ مولانا سعید الحق صاحب
 اتر ہاتھیا بھی بہت ہی زیادہ عملی حصہ لیا کرتے تھے۔ اور ان کے دوسرے خلیفہ مولانا عبدالحکیم صاحب
 فینی تو گذشتہ سال چار ماہ کے لئے یہاں تشریف لائے، اب راستہ مسدود ہونے کی وجہ
 سے کراچی قیام پذیر ہیں۔

(۳) مکتوب جناب الحاج مفتی زین العابدین صاحب وہ تحریر فرماتے ہیں کہ مفتی محمد شفیع
 صاحب مظاہر رانیو نڈ کے اجتماع میں تشریف لائے مکی مسجد کراچی تو بار بار تشریف لائے بیان
 بھی فرمایا لوگوں نے ان کے بیان پر اوقات دیے، حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ (مولانا محمد یوسف
 صاحب) جب بھی کراچی تشریف لائے بھڑت مفتی صاحب ان کو باصر دار العلوم بلاتے رہے
 اور دارالعلوم میں ان کا بیان کرایا، اور مجھ سے بار بار فرمایا کہ سالانہ امتحان سے پہلے آکر دارالعلوم میں
 بیان کیا کرو تاکہ طلبہ زیادہ تعداد میں وقت نکلنے کے لئے نکلیں اور بالکل یہی صورت حضرت مولانا
 خیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ (خلیفہ حضرت تھانوی) کی تھی، جب بھی ملتان کا تبلیغی اجتماع ہوا حضرت
 نے خیر المدارس کی جھٹی کی، حضرت جی مظاہر (مولانا انعام صاحب) کو خیر المدارس بلانے کا بیان کرایا اور
 یہاں تک کہ جب بھی میں خیر المدارس گیا مجھ سے طلبہ میں بیان کرایا اور طلبہ نے اوقات کھولنے
 اور میسر لئے خیر المدارس کے سالانہ جلسہ میں حاضری ضروری تھی اور بیان بھی ضرورت تبلیغ
 پر کرتے تھے، حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ (خلیفہ حضرت تھانوی) کی حیات
 میں جامعہ اشرفیہ کے جلسہ میں بندہ کی حاضری ضروری تھی اور بیان ان کی طرف سے ضرورت تبلیغ
 پر مقرر ہوتا تھا ایک دفعہ نیلا گنبد کی مسجد میں حضرت مفتی صاحب سے تعلق رکھنے والوں نے عذر دیا
 کا کام شروع کیا ہمارے ساتھی اسی مسجد میں درگشت اور تعلیم کرتے تھے۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا
 ہم کیا کریں تو میں نے ان سے کہا کہ جب ان حضرات نے کام شروع کر دیا تو تم دوسری جگہ کام کر دو
 مقصد تو تبلیغ کا کام ہے چند روز بعد میں دوبارہ لاہور آیا تو حسب دستور حضرت مفتی صاحب سے
 ملنے گیا، امر تسر کے قیام کے زمانہ سے بہت شفقت فرماتے تھے، میں نے عرض کیا حضرت الحمد للہ
 دعوت الحق کا کام شروع ہو گیا۔ اس لئے میں نے اپنے ساتھیوں کو دوسری جگہ لکھنے کو کہہ دیا ہے
 تو فرمایا کہ منع نہ کرتے وہ بھی کرتے رہتے کیونکہ یہ لوگ التزام و اہتمام سے معلوم نہیں کرتے ہیں یا
 نہ اور وہ کام جو التزام سے ہو رہا ہے رک جائے گا، تو میں نے عرض کیا حضرت اگر خدا خواستہ
 حضرات چھوڑ دیں گے تو پھر ان سے کرنے کو کہہ دوں گا، چنانچہ کچھ مدت بعد انھوں نے بالکل چھوڑ

دیا اور احباب نے پھر شروع کر دیا اور الحمد للہ ہم نے ہمیشہ ان حضرات کو اپنے اکابر میں سے سمجھا اور انھوں نے بھی ہمیشہ ہمیں اپنا سمجھا ہے اور اب بھی دارالعلوم کراچی، جامعہ اشرفیہ اور خیر المدارس کے ساتھ معاملہ حسب سابق ہے والحمد للہ علی ذلک

(۴) مکتوب جناب الحاج عبدالوہاب صاحب وہ اپنے خط میں تحریر کرتے ہیں کہ مولانا عبدالسلام صاحب نوشہرہ کے ایک بزرگ ہیں، مدرسہ حسین بخش دہلی کے فارغ ہیں، حضرت تھانویؒ دستار بندی کے جلسے میں تشریف لگے جب انکی دستار بندی فرمائی تو فرمایا دو تین ماہ کے بعد آئے پاس تھانہ بھون آجانا چنانچہ اپنے گاؤں زیارت کا کا سے تھانہ بھون تشریف لے گئے اور وہاں قیام کیا، لیکن ایک ماہ کے بعد ان کے والد صاحب کا خط آیا کہ میں ناراض ہوں واپس آ جاؤ تمہارے لئے والد کی خدمت ضروری ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی جواب لکھوایا کہ جس چیز میں لگا ہوا ہوں اس کے بغیر میرا والد کی خدمت میں جانا جائز نہیں اور ان کو روک لیا تین ماہ کے بعد خلافت دے کر رخصت فرمایا، آج سے چار پانچ برس پہلے ہمارا گرمیوں میں ٹیکسلا میں اجتماع ہوا وہاں تین روز کے لئے تشریف لائے ہمیں بالکل خبر نہ تھی کہ وہ تشریف لائے ہوئے ہیں عوام میں چھپے رہے دس روز لکھوادیئے، اور رائے ونڈ میں تشریف لے آئے فجر کی نماز کے بعد بندہ ہی بیان کرتا تھا شروع سے لے کر اخیر تک سنتے تھے بیچ میں بوڑھا ہونے کی وجہ سے پیشاب کے لئے اٹھ کر جاتے تھے۔ اسی دوران جماعتوں میں باہر بھیج دیا گیا اس زمانہ میں ہمارے یہاں آٹھ دس روز کے بعد رائے ونڈ واپس بلا لیا جاتا تھا، اور کبھی اور عجات میں جوڑ کر بھیج دیا جاتا تھا، اسی میں چل پورا کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ہمیں کچھ خبر نہیں کہ کوئی عالم ہیں یا غیر عالم۔ اپنے آپ کو ظاہر نہ ہونے دیا۔ ایک روز بندہ کان کے پاس سے گذر ہوا یا خود ہی بندہ کے پاس تشریف لائے کہ خلوت میں بات کرنی ہے۔ بندہ نے عرض کیا حاضر ہے فرمانے لگے کہ یہ میرے معمولات ہیں تو اس میں کچھ اضافہ کرنے کو کہدے تو میں بڑھادوں، بندہ نے عرض کیا کہ جن سے آپ بیعت ہوں ان ہی سے پوچھیں میں تو نہ عالم نہ کسی سے اجازت فرمانے لگے کہ تو ضرور بتا، غرض اس سوال و جواب میں اپنا سارا واقعہ بیان کیا بڑی شرم اور ندامت ہوئی کہ یہ تو اپنے آپ کو چھپانے میں کامیاب ہو گئے لیکن ہم پہچاننے میں ناکامیاب ہو گئے پھر فرمایا کہ میں نے تیرے سارے بیان سنے اور تیرے بیعت کے لئے اپنے دو بیٹوں کو جو کہ فارغ التحصیل ہیں مولوی ہیر، ان کو تیرے پاس بھیجوں گا۔ بندہ نے عرض کیا کہ حضرت ضرور مجھیں اور دو عارفان ہیں

کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان سے منتفع فرماوے، فرمانے لگے کہ نہیں وہ انگریزی کالجوں کی طرح ان کا رخ ہے۔ انشاء اللہ تیرے پاس رہنے سے بہت فائدہ ہوگا۔ ہر شب جمعہ میں جو مکان ہی کی جامع مسجد میں ہوتی ہے شرکت فرماتے ہیں ابھی دو تین ہفتہ پہلے بندہ حاضر ہوا نوشہرہ میں تو خدمت میں حاضری کے لئے گیا تو تشریف فرما نہ تھے بندہ جماعت کے پاس آ گیا تو مغرب کی نماز دہیچ آ کر پڑھی اور بندہ کے بیان میں شروع سے آخر تک بیٹھے رہے۔ بندہ کو پتہ چل جاتا تو ان ہی سے عرض کرتا عشاء کے بعد ملاقات ہوئی کھانا بھی اکٹھا کھایا اور پھر تشریف لے گئے۔

انھیں صرف ایک اشکل ہے کہ جمعہ کی صبح کو جماعتوں کو ان دیہات میں بھیج دیا جاتا ہے جہاں جمعہ نہیں ہوتا اس سے جمعہ کی اہمیت پر چوٹ پڑتی ہے، بندہ نے احباب سے عرض کیا کہ بھائی جماعت کو روانہ کر دیا کرو بندہ نے یہ سارا واقعہ اس لئے درج کر دیا کہ انھوں نے کسی بہت پر اشکال نہیں کیا۔ ہمارے یہاں بھی رہے اور جماعتوں میں باہر بھی پھرے اور مزاج میں تنقید اتنی ہے کہ بھرے جلسوں میں مقرر کو ٹوک دیتے ہیں، اور کسی کی مخالفت کی پرواہ نہیں کرتے... گذشتہ سال پہاڑوں کا نہایت دشوار گزار سفر اختیار فرمایا صرف بندہ کے پیغام پر اور ایک اجتماع میں بھی آئے فقط

جیسا کہ میں رسالہ میں بار بار کئی جگہ لکھوا چکا ہوں کہ حضرات نظام الدین کو اس قسم کے اعتراضات اور جوابات کی نہ فرصت ہے اور نہ ان لوگوں کو ادھر متوجہ ہونا چاہئے، لیکن دیگر اکابر اس قسم کے اعتراضات..... کے بہت سے جوابات تحریر و تقریر آدے چکے ہیں بالخصوص حضرت الحاج قاری محمد طیب صاحب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی، الحاج مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وغیرہ اور بعض مضامین اس رسالہ میں گذر بھی گئے ہیں اور ان حضرات کے اکثر مضامین رسالہ "کیا تبلیغی کام ضروری ہے" میں مفصل طبع ہو چکے ہیں، رسالہ کے خاتمہ پر مولانا منظور صاحب نعمانی کا مضمون جو الفرقان میں طبع ہوا ہے نقل کرتا ہوں اور اسی پر رسالہ کو ختم کرتا ہوں۔

تبلیغی جماعت اور بعض شکایات

از مولانا محمد منظور صاحب نے مکتوب مطبوعہ الفرقان ذی القیمہ
کئی مہینے ہوئے مکتوبہ ممبئی سے ایک صاحب علم کا خط اس ناچیز کے نام

آیا تھا جس میں "تبلیغی جماعت" اور اس کے کام سے متعلق کچھ شکایات درج تھیں اتفاق سے گذشتہ مہینے شوال میں ایک سفر کے دوران میں اس کا جواب لکھا جاسکا، اسی سفر میں بعض تبلیغی احباب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس طرح کی شکایتیں بعض خاص حلقوں میں یہاں بھی پھیل رہی ہیں اس لئے اس جواب کی عام اشاعت مناسب سمجھی گئی۔

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

مکرمی و محترمی — زید مجدکم — سلام مسنون

خدا کرے مزاج بعافیت ہو

گرامی نامہ کا جواب آج بہت تاخیر سے دیر ہا ہوں، میسر یہ عادت ہی ہو گئی ہے کہ جن خطوط کا جواب مختصر نہیں دیا جاسکتا وہ فرصت کے انتظار میں رکھے رہتے ہیں، اور بسا اوقات کئی ہفتوں اور کبھی کبھی تو کئی مہینوں کے بعد ان کے جواب کی نوبت آتی ہے، آپ کے گرامی نامہ کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا، اس وقت سفر میں ہوں اور یہ جواب جلتی ٹرین میں لکھ رہا ہوں آپ کو انتظار جواب کی بڑی رحمت ہوئی ہوگی امید ہے کہ معذور تصور فرما کر معاف فرما دیں گے۔

آپ نے تبلیغی جماعت اور اس کے تبلیغی کام کے متعلق جو چند شکایتیں اور بعض اشکالات لکھے ہیں اور بعض اصلاح طلب امور کی طرف توجہ دلائی ہے اس کے بارے میں پہلی بات تو مجھے یہ عرض کرنی ہے کہ آپ نے جماعت کا خاص رکن اور ذمہ دار سمجھ کر اس سلسلہ میں مجھے مخاطب فرمایا ہے میں ذرہ برابر انکسار کے بغیر عرض کرتا ہوں کہ واقعہ میں میری یہ حیثیت بالکل نہیں ہے۔ میں اگرچہ اصولی طور پر اس کام کو بڑا مبارک اور مقبول کام سمجھتا ہوں اور میسرے دل میں اس کی بڑی عظمت ہے لیکن اپنے خاص حالات اور بعض اپنے ان مشاغل کی وجہ سے جن کو میں نے اپنا رکھا ہے میں اس کام میں بہت کم علیٰ حصہ لے سکتا ہوں، اور چونکہ یہ کام سراسر عملی ہے اس میں کسی کا کوئی منصب اور کوئی عہدہ نہیں ہے اس لئے میں اس کے تیسرے درجہ کے کارکنوں میں شمار ہونے کے قابل بھی نہیں ہوں، اس لئے اس کام کے سلسلہ میں اگر آپ کو یا کسی کو کوئی غلط فہمی یا کسی اصلاحی بات کی طرف توجہ دلائی ہو تو اس کام کے اصل

مرکز یعنی نظام الدین اولیا دہلی، کو لکھنا چاہئے بلکہ زیادہ صحیح اور مفید طریقہ یہ ہے کہ اس کام کے اصل روح رواں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دامت فیوضہم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشافہتہ ان سے عرض کیا جائے۔

تاہم چونکہ اس کام سے اور اس کے خاص کارکنوں اور ان کے حالات و خیالات سے بظاہر تقابلی واقفیت رکھتا ہوں اس لئے گرامی نامہ کے مندرجات کے بارے میں چند باتیں عرض کر رہا ہوں۔

آپ کے خط سے مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کام کی حقیقت سے آپ شاید بالکل واقف نہیں ہیں بلکہ اس کے مشہور عنوان "تبلیغ" کے لفظ سے آپ کے ذہن میں جو تصور قائم ہوا ہے بس اسی کو بنیاد بنا کر آپ نے رائے قائم کی ہے اور مشورے دیئے ہیں اس لئے ان میں زیادہ تر ایسے ہیں جو اصل کام سے بالکل غیر متعلق ہیں، یہ داخلی تبلیغ، اور خارجی تبلیغ، کی لمبی بحث جو آپ نے لکھی ہے اسی نادانفہمی کا نتیجہ ہے،

میرا ہمیشہ سے یہ خیال ہے کہ اس کام کے لئے "تبلیغ" کا عنوان اور اس کے کرنے والوں کے لئے "تبلیغی جماعت" کا نام بہت سوں کے لئے غلط فہمیوں اور ذہنی الجھنوں کا سبب بنتا ہے، تبلیغ کے اس لفظ سے لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ وعظ و نصیحت کا کام ہے اور "تبلیغی جماعت" وعظ و نصیحت کا کام کرنے والوں کی کوئی ٹیم یا پارٹی ہے، اس لئے وہ ضروری سمجھتے ہیں کہ اس جماعت کے ہر آدمی کو دین کا اتنا علم ضرور ہونا چاہئے جتنا کہ وعظ و نصیحت کے لئے ضروری ہے اسی طرح عملی حیثیت سے بھی اس میں کوئی نمایاں کمی نہ ہونی چاہئے۔ پھر جب وہ پھرنے والی تبلیغی جماعتوں میں ایسے لوگوں کو بھی دیکھتے ہیں جن سے صحیح وضو کرنا بھی نہیں آتا اور جن کی وضع اور صورت بھی شریعت کے مطابق نہیں ہوتی تو ان کے دلوں میں سخت اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح جب وہ دیکھتے ہیں کہ تبلیغی جماعت والے سب سے زیادہ اصرار اس پر کرتے ہیں کہ لوگ اپنے گھر چھوڑ کر اس کام کے لئے باہر نکلیں اور لمبے لمبے سفر کریں تو بھی لوگوں کو حیرت ہوتی ہے اور

لے میں نے حضرت مولانا محمد ایاس کے کسی خاص محبت یافتہ اور قدیم رفیق سے یہ بات سنی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ اپنے اس کام کا نام تبلیغ یا تبلیغی جماعت ہم نے نہیں رکھا بلکہ نام رکھنے کے مسئلہ پر ہم نے کبھی غور ہی نہیں کیا بس آپ سے آپ یہ نام چل پڑا۔ اور ایسا مشہور ہوا کہ اب کبھی کبھی ہم بھی یہی نام لیتے ہیں۔

ان کے دلوں میں اعراض پیدا ہوتا ہے کہ جب وعظ و نصیحت ہی کرنا ہے اور قرب و جوار میں اور خود اپنے علاقوں میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جن میں یہ کام کرنے کی ضرورت ہے تو یہ لیے سفر کیوں کئے جاتے ہیں اور اللہ کے بندوں کا پیسہ ریل کے کرایوں میں کیوں فضول صرف کرایا جاتا ہے۔؟ بہر حال اس طرح کے سارے اعتراضات صرف اس لئے پیدا ہوتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کا کام وعظ و نصیحت سمجھا جاتا ہے، حالانکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہاں تبلیغ سے مراد ایک خاص نظام عمل ہے یعنی ایک خاص قسم کے دینی اور دعوتی ماحول میں خاص اصولوں کے ساتھ کچھ خاص اعمال و اشغال کی پابندی کرتے ہوئے خاص پروگرام کے مطابق زندگی گزارنا جس سے ایکنی کیفیت میں ترقی ہو، دین سے تعلق اور واقفیت بڑھے اعمال و اخلاق کی کچھ اصلاح ہو اور دین کے لئے جانی و مالی قربانی کی عادت پڑے۔۔۔ الغرض یہاں تبلیغ سے مراد یہی خاص عملی پروگرام ہے، اور اس کو ہر مسلمان کو خواہ اس کے عمل و علم میں کتنی ہی کمی ہو اس کی دعوت دی جاتی ہے بلکہ جہاں تک ممکن چلتا ہے کھینچنے کی کوشش کی جاتی ہے۔۔۔ اور ان کو ساتھ لینے کے لئے کوئی شرط نہیں لگائی جاتی بلکہ اس امید پر ان کو لے جایا جاتا ہے کہ انشاء اللہ جماعتی ماحول اور اس کی فضا سے متاثر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ جو دراصل ہادی اور مقلب القلوب ہے ہم سب پر اپنا فضل فرمائے گا۔

اس لئے جماعتوں میں ہر طرح کے اور ہر قماش کے لوگ ہوتے ہیں۔

البتہ جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے یہ غلطی جماعتوں میں ہوتی ہے کہ عام مجموعوں میں بعض وقت ایسے لوگوں کو بات کرنے کے لئے کھڑا کر دیا جاتا ہے جو اس کے اہل نہیں ہوتے بلکہ اس کام سے بھی اچھی طرح واقف نہیں ہوتے اور بھروسہ بات کرنے میں اپنے علم کے حد کی بھی پابندی نہیں کرتے لیکن اسکو صیغہ غلط سمجھتے ہیں یہی طرح کا کم ذمہ اہل حضرت بھی اس غلط اور اسکی اصلاح ضروری سمجھتے ہیں جماعتوں کو سفر شروع کرتے وقت ہر باتیں دی جاتی ہیں اس بار میں بھی ہدایت کی جاتی ہے کہ بات کس کو اور کس طرح کرنی چاہئے، ان ہدایتوں کی پوری پابندی ہو تو ایسی غلطیاں نہ ہوں۔ لیکن واقعہ یہی ہے کہ ایسی غلطیاں بکثرت ہوتی ہیں، یہ بات کام کے ذمہ داروں کے لئے بلاشبہ بہت فکر اور توجہ کے لائق ہے خود میری رائے یہ ہے کہ ایسے اہم امور کے بارے میں زبانی ہدایات کے علاوہ اگر کوئی تحریری یا دداشت بھی دیدی جائے کہ اسے تو پھر انشاء اللہ ایسی غلطیوں کا بہت کچھ سہارا ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد میں آپ کے خط کے سب سے اہم اور آخری جز کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔۔۔

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ تبلیغی جماعت والے دینی مدارس اور اہل مدارس کی مخالفت

کرتے ہیں اور جو لوگ تبلیغی جماعت میں کام کرنے لگتے ہیں ان کا تعلق مدرسوں سے کم ہو جاتا ہے۔

یہ بات بڑی سنگین ہے ایسی باتوں کو زبان پر یا قلم پر لانے سے پہلے جتنی تحقیق کر لینی ضروری ہے میرا خیال ہے کہ اس کے بغیر آپ نے یہ بات لکھ دی ہے۔ اگر آپ تبلیغی کام سے تعلق رکھنے والے کسی خاص شخص یا چند متعین افراد کے متعلق ایسی بات کہیں تو زیادہ مستبعد نہیں، میں ابھی عرض کر چکا ہوں کہ اس کام سے تعلق رکھنے والوں میں ان تمام مزاجوں اور خیالوں کے لوگ ہو سکتے ہیں جو مسلمانوں کے موجودہ معاشرے میں پائے جاتے ہیں لیکن تبلیغی کام کرنے والوں کے متعلق عمومی کے ساتھ یہ بات کہنا کہ وہ دینی مدارس کی مخالفت کرتے ہیں بڑی زیادتی کی بات ہے۔ آپ نے اتنا تو سوچا ہوتا کہ اس کام سے تعلق رکھنے والوں میں کتنے ہیں جو خود مدرسے چلا رہے ہیں، یا مدرسوں میں تدریس کی خدمت انجام دے رہے ہیں، خود حضرت مولانا محمد یوسف صاحب جو اس کام کے روح رواں ہیں اور سب سے بڑے ذمہ دار ہیں ایک مدرسہ (کاشف العلوم) وہ بھی چلا رہے ہیں، جس میں خود بھی پابندی سے درس دیتے ہیں، یہی حال ان کے خاص الخاص رفقاء کار مولانا انعام الحسن صاحب اور مولانا عبید اللہ صاحب وغیرہ کا ہے، مجھے بھی آپ اس کام سے خاص تعلق رکھنے والوں میں سمجھتے ہیں اور مدارس کی دنیا سے میرا تعلق آپ کو معلوم ہے یعنی یہ کہ میں دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ اور عاملہ کارکن ہوں، دارالعلوم ندوۃ العلماء سے بھی میرا یہی تعلق ہے بلکہ اب تو کچھ عرصہ سے میں نے تدریس کی کچھ ذمہ داری بھی اس میں لے لی ہے اور بھی ایسے بیسیوں حضرات کو آپ جانتے ہوں گے جو اس کام سے بھی تعلق رکھتے ہیں اور کسی مدرسہ کی ذمہ داری بھی ان پر ہے۔ ایسی صورت میں یہ کہنا کہ تبلیغی کام کرنے والے دینی مدارس کی مخالفت کرتے ہیں کس قدر غلط اور کتنی بے تکلی بات ہے۔ میرے نزدیک اصل حقیقت اس بارہ میں یہ ہے کہ بہت سے ایسے لوگ بھی جن کا ذہن کسی وجہ سے مدارس اور اہل مدارس کے خلاف بن چکا ہے اپنے اسی ذہن کے ساتھ اس کام میں لگ جاتے ہیں، اور ان کی زبانوں سے وقتاً فوقتاً ایسی باتیں نکلتی ہیں، اسی طرح کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک آدمی جو دین سے بالکل بے تعلق تھا غفلت اور فراموشی کی زندگی گزار رہا تھا اس کام میں لگنے کے بعد اس اسی کام کو اپنی دینی کام اور دینی خدمت سمجھتا ہے اور جب وہ دیکھتا ہے کہ بہت سے علماء اور اہل مدارس جن پر دین کی خدمت کا سب سے زیادہ حق ہے یہ کام نہیں کر رہے ہیں تو اپنی کم علمی اور دینی تربیت نے اسے کی وجہ سے ان پر اعراض اور تنقید کرنے لگتا ہے، لیکن میں اپنے معلومات اور تجربوں کی بنا پر وثوق

سے کہہ سکتا ہوں اور کہتا ہوں کہ ایسے لوگوں کا تعلق کام سے جس قدر بڑھتا ہے اور اصل کارکنوں اور ذمہ داروں سے جتنا ان کا اختلاط ہوتا ہے ان کی اس غلطی کی اصلاح ہوتی رہتی ہے، البتہ دوسری علمی و عملی غلطیوں کی طرح اس غلطی کی اصلاح کے لئے بھی یہاں تردید و بحث کا طریقہ اختیار نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اپنے طریقہ پر ذہن بدلنے کی کوشش کی جاتی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اکثر کامیاب ہوتی ہے، میں ایسے متعدد حضرات کو جانتا ہوں جو پہلے مدارس اور اہل مدارس سے سخت بیزار اور بڑے میناک معترض تھے۔ لیکن اس کام سے اور پھر کام کے مرکز نظام الدین سے تعلق بڑھنے کے بعد ان کا ذہن بدلا اور وہ مدارس کے قدر شناس اور خادم بن گئے۔ ہم نے خود حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے کہ وہ اس کا پورا اہتمام کرتے تھے کہ ان سے اور ان کے کام سے تعلق رکھنے والے لوگ حضرات علماء و کرام سے اور مدارس سے گہرا عقیدہ مندانہ تعلق رکھیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بھی اس کا پورا اہتمام اور اس کی پوری کوشش کرتے ہیں، آپ کو تو معلوم نہ ہوگا لیکن میں بتاتا ہوں کہ ہر مہینہ مولانا موصوف کی خدمت میں مختلف علاقوں اور طبقوں کے نئے نئے سیکڑوں افراد اور بیسیوں بچاؤں جماعتیں آتی ہیں ان کا یہ مستقل معمول ہے کہ اپنے پاس آنے والے ہر اہم فرد اور ہر اہم جماعت کو وہ دیوبند اور سہارنپور حتیٰ الوسع ضرور بھیجتے ہیں تاکہ وہاں کے اکابر کی زیارت بھی کریں اور وہاں علمی مراکز دارالعلوم اور مظاہر علوم کو بھی دیکھیں اس طرح ہر مہینہ اس تبلیغی راستے سے مختلف اقطاع کے سیکڑوں افراد ہمارے ان علمی مرکزوں سے واقف ہوتے ہیں، اور ان کی عظمت اور ہمارے اکابر کی عقیدت اپنے قلوب میں لے کر اپنے علاقوں کو لوٹتے ہیں، ان علمی مرکزوں کی اور ان کے مسلک حق کی یہ ایک ایسی ٹھوس اور خاموش خدمت انجام دی جا رہی ہے جو ہم اپنی مساعی سے غالباً کسی طرح بھی انجام . . . نہیں دے سکتے تھے خود مولانا محمد یوسف صاحب دیوبند و سہارنپور وغیرہ کے اکابر سے جیسا نیاز مندانہ تعلق رکھتے ہیں اور اس سلسلہ میں ان کا جو رویہ ہے اس کے معلوم ہونے کے بعد ان سے محبت و عقیدت رکھنے والے کسی شخص کی رائے مدارس اور حضرات اہل مدارس کے خلاف کس طرح ہو سکتی ہے۔

اس کے علاوہ اس کام سے مدرسوں کے لئے جو مجموعی فضا بن رہی ہے اس کا احساس تو میرے نزدیک ہر ایک کو ہونا چاہئے معلوم نہیں آپ جیسے حضرات اس کو کیوں نہیں محسوس کرتے ہیں تو گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ اس تبلیغی کام سے ہمارے مدارس کو بالکل

اس طرح کی مدد مل رہی ہے جس طرح کی مدد بارش کے پانی اور موافق ہواؤں سے کھیتوں اور باغوں کو ملتی ہے میں ایسے سیکڑوں افراد و شخصاء بلکہ بہت سے ایسے علاقوں اور طبقوں کو بتا سکتا ہوں جن کا ہمارے دینی مدارس سے کوئی ربط و تعلق نہیں تھا نہ وہ ہمارے اکابر سے آشنا اور واقف تھے، تبلیغی جماعتوں ہی کی آمدورفت نے ان میں دینی احساس پیدا کیا اور ان ہی کے ذریعہ وہ ہمارے دینی مدارس اور ہمارے اکابر کی دینی خدمات سے واقف ہوئے، پھر وہاں سے طلبہ بھی دینی مدارس میں آنے لگے اور دینی مدارس کی خدمت بھی ہونے لگی۔ اس سلسلہ میں خصوصیت سے یہ بات بھی قابل ذکر سمجھتا ہوں کہ جہاں تک میرا اندازہ ہے ہندوستان کے ہمارے دینی مدارس کو سب سے زیادہ امداد و کمک دہانہ کی اہل خیر سے ملتی ہے۔ میں رجاء بالغیب نہیں بلکہ اپنے قابل وثوق معلومات کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ ان دونوں شہروں سے جس قدر امداد ہمارے دینی مدارس کو تبلیغی جماعت کے کام اور اثر سے پہلے ملتی تھی اب اس سے کئی گنا زیادہ ملتی ہے اور بہت سے اہل مدارس بھی جانتے ہوں گے کہ دینی مدارس کی اس خدمت اور فکرمندی میں زیادہ حصہ ان ہی اہل خیر کے ہے جن کا تبلیغی کام سے بھی خاص تعلق ہے۔

اس سلسلہ میں ایک یہ بات بھی ہم اور آپ حبیبوں کے سوچنے کی ہے کہ اب جبکہ مدارس عربیہ کی آبادی صرف ان غریب گھرانوں کے طلبہ سے ہے جو اسکولوں اور کالجوں کی تعلیم کا خیر برداشت نہیں کر سکتے، حتیٰ کہ ہم لوگ بھی جنہوں نے جو کچھ پایا ہے ان غریب پر مدرسوں سے پایا ہے، اپنے بچوں کو عزت کی روٹی حاصل کرنے کے لئے کالجوں میں بھیجے لگے ہیں تو ایسے وقت میں اس تبلیغی کام کے طفیل بہت سے وہ لوگ جن کا ارادہ اپنے بچوں کو تعلیم کے لئے یورپ اور امریکہ بھیجنے کا تھا اور ان کو اس کے پورے وسائل بھی حاصل تھے وہ اپنے ان ہی بچوں کو اسکولوں اور کالجوں سے نکال نکال کے ہمارے مدارس و علموں میں بھیج رہے ہیں۔ ان سب باتوں کو سامنے رکھ کر سوچئے کہ تبلیغی حکام اور اس کے کرنے والوں کی جو فضا آپ نے دینی مدارس سے تعلق کی ہے وہ کس قدر بڑھ چکی ہے۔

میرا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ اس کام کے کرنے والے فرشتے ہیں یا اس کام میں غلطیاں نہیں ہو رہی ہیں۔ بلاشبہ اس کام میں بہت سی غلطیاں ہوتی ہیں اور اس کام سے تعلق رکھنے والوں میں بہت ہی گھٹیا قسم کے افراد بھی ہیں، اس کام کی ساخت ہی ایسی ہے بقول

حضرت مولانا محمد انیس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ”یہ تو دھوبی کی بھٹی ہے“ اس میں میلے کچیلے اور غلیظ بھرے گندے ناپاک کپڑے بھی ہیں۔“

لیکن جس قسم کی شکایتیں اور جس انداز میں آپ نے کی ہیں میں ان کو صحیح نہیں سمجھتا مجھے جن غلطیوں کا احساس ہوتا ہے میں کام کرنے والوں کو اپنی بساط کے مطابق ان کی طرف توجہ دلاتا رہتا ہوں، ہاں بعض چیزیں ایسی بھی ہیں کہ باہر کا آدمی ازراہ اخلاص ان کو غلط اور قابل اصلاح سمجھے گا، اور جو کام میں گھسا ہوا ہے اور اس کام کی منطق سے واقف ہے وہ اسے ناگزیر سمجھے گا ایسی چیزوں میں اپنی رائے کے اظہار کے بعد کام کے ذمہ داروں کے علم اور ان کی دیانت پر اعتماد کرنا چاہئے۔

جیسا کہ عرض کر چکا ہوں اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا آپ مزدوری سمجھیں اس کام کے مرکز کو دہلی لکھیں مجھے بالکل معذور تصور فرمائیں۔ والسلام
محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

مکتبہ خلیل کی شہرہ آفاق کتابیں

دعوت کی بصیرت اور اس کا فہم و ادراک

حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے تیس ۳۲ سالہ دور امارت میں ہونے والے وسیع اور عیسوی دعوتی عمل کا مطالعہ و جائزہ نیز آپ کے احساسات و خیالات اور دعوتی فہم و بصیرت کا ایک بیش قیمت مرقع جس کے مطالعہ سے آپ کے دعوتی عہد کی ایک جھلک قارئین کے سامنے آ جاتی ہے۔
مرتب: سید محمد شاہد سہارنپوری

کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات یعنی

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی شہرہ آفاق تصنیفات فضائل قرآن، رمضان، تبلیغ، حکایات صحابہ، نماز، ذکر، حج، صدقات، درود شریف پر کیے جانے والے اشکالات کا محاسبہ اور ان کے خالص علمی و تحقیقی جوابات۔

تبلیغی جماعت کا شرعی مقام

تبلیغی جماعت کی اہمیت، ضرورت اور افادیت کو کم کرنے کے لیے لکھے گئے رسالے ”مروجہ جماعت تبلیغ کا شرعی حکم“ کے جواب میں مصنف ابو احمد نور محمد قادری تونسوی کی آسان فہم، مخلصانہ، محققانہ پیش کش۔

جنات کا بیان

آگ سے بنی ہوئی لطیف مخلوق جسے عموماً انسانی نگاہیں دیکھ نہیں پاتیں اور جس کے بارے میں لوگوں میں متضاد نظریات پائے جاتے ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں اس موضوع پر ملنے والی معلومات اور ہدایات کی روشنی میں مرتب کی گئی ایک جامع کتاب۔

مصنف: ڈاکٹر حافظ ہارون رشید صدیقی (پی۔ ایچ۔ ڈی)